

نواز غزوة ہند

صفر المظفر ۱۴۴۵ھ

اگست ۲۰۲۳ء

بانی مدیر: حافظ طیب نواز شہید

”لَا غَيْرَ لِلَّهِ لَنْ نَرْكِعَ!“

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

کابر صغیر کو دار الحرب قرار دینے کا فتویٰ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر مسلمانوں کو جہاد کی طرف توجہ دلائی تھی، اسی فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے سید احمد شہیدؒ کا قافلہ میدان جہاد میں کود پڑا تھا، پھر علمائے دیوبند نے شاملی کے میدان میں اس کو عملی جامہ پہنایا تھا، اور پھر شیخ الہند، حاجی صاحب ترنگزئی اور حاجی محمد امین صاحب رحمہما اللہ وغیرہ نے اسی فتویٰ کی روشنی میں تحریکیں اٹھائیں تھیں۔ اس لیے یہاں اس فتویٰ کے ترجمہ کو نقل کرنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں:

”اس شہر میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں ہے یہاں تو عیسائی حکمرانوں کا حکم بلاچون و چرا جاری ہے اور ان کا حکم جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملک داری، انتظام رعیت، خراج، باج، عشر و باجگزاری، اموال تجارت اور سیاسی امور۔ ڈاکوؤں اور چوروں کے انتظامات، مقدسات کے تصفیہ اور دیگر جرائم کی سزاؤں کے نافذ کرنے میں یہ لوگ (انگریز) بطور خود حاکم ہیں۔ ہندوستانیوں کو ان سے متعلق کوئی دخل نہیں۔ بے شک نماز جمعہ، عیدین، اذان اور گائے کے ذبح وغیرہ کے چند احکام اسلام میں وہ رکاوٹ نہیں ڈالتے لیکن جو چیز ان سب کی جڑ اور آزادی کی بنیاد ہے وہ قطعاً بے حقیقت اور پامال ہے۔ چنانچہ بے تکلف مسجدوں کو مسمار کر دیتے ہیں، عوام کی شہری آزادی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ کوئی مسلمان یا ذمی ان کے پاسپورٹ کے بغیر اس شہر یا اس کے اطراف و جوانب میں نہیں آسکتا۔ مسافروں یا تاجروں کو شہر میں آمد و رفت کی اجازت بھی شہری آزادی کی بنیاد پر نہیں بلکہ خود اپنے نفع کی وجہ سے ہے اور اس کے علاوہ حضرات شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کی اجازت کے بغیر شہروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔ دہلی سے کلکتہ تک انہیں کی عملداری ہے، بے شک کچھ دائیں بائیں مثلاً حیدرآباد، لکھنؤ، رامپور میں چونکہ وہاں کے فرمانرواؤں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہیں، اس لیے وہاں ان کے احکام جاری نہیں۔

شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ تین شرائط سے دارالسلام دار الحرب بن جاتا ہے:

(۱)۔ وہاں کے مشرکین اور غیر مسلموں کے احکام جاری ہو جائیں۔

(۲)۔ وہ دارالسلام دار الحرب سے گٹھ جوڑ کر کے دار الحرب سے مل جائے۔

(۳)۔ نہ وہاں کوئی مسلمان رہے نہ کوئی ذمہ باقی ہو۔“ (فتاویٰ عزیزیہ: صفحہ ۴۵۴)

نوائے غزوہ ہند

جلد نمبر: ۱۶، شمارہ نمبر: ۵

صفر المظفر ۱۴۴۵ھ

اگست ۲۰۲۳ء

بِجْلِ اللّٰهِ... مسلسل اشاعت کا سولہواں سال!



تجاویز، تبصرات اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co

[www.nawai.io/Twitter](https://twitter.com/nawai.io)

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire



فتح روم کی بشارت!

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہوا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قل کا شہر، یعنی قسطنطنیہ پہلے فتح ہوگا۔

(مسند احمد)

اس شمارے میں

اداریہ	5	لغیر اللہ لن نرکع! تذکیہ و احسان
میدان کارزار سے.....	61	فضائل نماز: خشوع خضوع کے بیان میں
چند یادیں	62	قیامت کی نشانیاں [الآخرہ]
کاش کوئی یہ میرے ماں باپ کو پہنچا دے!	17	علامت کبریٰ: تیسری نشانی [یا جوج اور ماجوج]
افسانہ	64	حلقہ مجاہد
منزل	20	سورۃ الانفال: خواطر، نصائح اور تفسیر (۱)
غیرہ وغیرہ	23	مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟
اک نظر ادھر بھی!	25	نشریات
اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے.....	29	پیغام تہنیت اور اظہار یکجہتی
	32	قرآن کی نصرت
	36	فکر و منج
	40	اجنبی... کل اور آج
	41	بہار جاں فزا کی رت میں ڈھل جاؤ!
	46	مغربی تہذیب کے دو خطرناک افکار
	49	جمہوریت..... عصر حاضر کا صنم اکبر!
	55	جمہوریت کا جال
	56	افغان باقی کھسار باقی..... الحکم للہ والملك للہ!
	58	امارت اسلامیہ کو حاصل ہونے والی کامیابیاں
		پاکستان کا مقدر..... شریعت اسلامی کا نفاذ!
		امریکی اصلیت ظاہر کرتی خفیہ دستاویزات
		کشمیر..... غزوہ ہند کا ایک دروازہ!
		آزاد جہاد
	 ہند ہے سارا میرا!
		جنگ آزادی میں مسلم علماء کا مقصد: اسلام یا کچھ اور؟
		عالمی منظر نامہ
		ایک خبر، ایک پیغام!

اعلانات اڈا:

- مجلہ 'نوائے غزوہ ہند' میں شائع ہونے والے مستعار مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس، سٹیٹس، ٹویٹس) مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوہ ہند‘ تمام اہل ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہل ایمان بالخصوص برصغیر میں بستے اہل ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوہ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوہ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوہ ہند:

♦ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور مجتہدین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔

♦ برصغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔

♦ امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے..... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@ngmag.com



لَاغِيرَ اللّٰهَ لَنْ نَرْكَعَ!

ریاض

یعنی سعودی عرب کے دار الحکومت میں پچیس (۲۵) اگست ۲۰۲۳ء کو جمعے کے دن ایک کانسرٹ منعقد کیا گیا۔ یہ میوزیکل کانسرٹ سعودی عرب کی 'جنرل انٹرٹینمنٹ اتھارٹی' (الهيئة العامة للترفيه) کی جانب سے سرکاری طور پر منعقد کیا گیا، جس کا چیئرمین ترکی آل شیخ ہے۔ فحاشی و عریانی کا طوفان، میوزیکل کانسرٹ، شراب نوشی اور بدکاری سعودی عرب میں پچھلے چند سال سے عام چلن بن چکا ہے۔ لیکن مذکورہ واقعے نے ایمان و اسلام کی تمام حدیں پھیلا دی ہیں۔ آسٹریلیا کی ایک جسم فروش فاحشہ 'اُگی از یلا' (جس کی سفلی درجے کی بدکاری کو بیان کرنا اپنے آپ کو بے حیاء ثابت کرنے کے مترادف ہے) نے حیا سوختی سے بھی نیچے کسی گھاٹی میں اتر کر کچھ یہ کفریہ الفاظ بکے (نقل کفر، کفر ناباشد):

”آج کی رات میں لڑکیوں کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ آج کی دنیا، عورتوں کی دنیا ہے۔ اے خدا مجھے بتا اگر تو یہ جان گیا ہے..... انبیاء کی تبلیغ کردہ باتیں..... کوئی آدمی ہمیں نہیں روک سکتا..... ایک دیوی (goddess) کو سجدہ کرو..... ایک دیوی کو سجدہ کرو..... ایک دیوی کو سجدہ کرو..... کوئی آدمی ہمیں نہیں روک سکتا..... ایک دیوی کو سجدہ کرو..... دیوی کو..... سجدے! دیوی کو!“

فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ! حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ! واللّٰهُ المستعان علیٰ ما تصفون! فحاشی کی غلاظت میں ڈوب کر واضح کفریہ الفاظ کا یہ اظہار، جزیرۃ العرب میں ہو رہا ہے۔ محمد رسول اللہ (علیہ آلف صلاۃ و سلام) کے وطن میں ہو رہا ہے۔ ارضِ وحی جہاں جبریل امین قرآن لے کر اترے وہاں ہو رہا ہے۔ ارضِ حرمین جہاں رب العالمین کا کعبہ ہے، جہاں حبیبِ رحمان و حبیبِ بندگانِ رحمان اپنے رونے میں آرام فرماتے ہیں، وہاں یہ کفریات کی جارہی ہیں۔ ارضِ توحید میں، جہاں سے اہل توحید نے نکل کر سبھی دیوی دیوتاؤں اور ان کے ماننے والے مشرکوں کو تہس نہس کیا تھا۔ اس سرزمین میں کہ جب وہاں مکہ فتح ہوا تو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس کعبۃ اللہ میں رکھے بت ڈھائے، کچھ بتوں کو گرانے کا حکم علی مرتضیٰ حیدر کرار کر لیا اور وہاں کچھ بتوں اور دیوی دیوتاؤں کے آثار کو مسمار کرنے کے لیے سیف من سیوف اللہ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

اللہ جَبَلٌ کَلَّیْہ سب دیکھ رہا ہے۔ وہ ذاتِ قدیر اگر چاہے تو زمین کو حکم دے اور زمین پلک جھپکنے سے پہلے ان سبھی کفار اور ان کے حامی مرتدین و زنادقہ کو نگل جائے۔ لیکن اس رب جَبَلٌ کَلَّیْہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اتمامِ حجت کرتا ہے۔ وہ ربِ دراصل وہ ہمارا امتحان لیتا ہے کہ کیا ارضِ توحید میں اس طرح کی عریانیت میں لپٹے شرک کو ہم ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر کے اپنی زندگی کے دھندوں میں مست رہتے ہیں یا اللہ جَبَلٌ کَلَّیْہ کی خاطر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس توحید کے ساتھ مبعوث کیے گئے اس کی خاطر، ہم اپنے آرام کدوں سے نکلتے ہیں اور ایسے کفر و شرک کے خلاف وَجَاهُہُمْ یَوَہَّاداً گُہید آگ کی عملی تصویر بن جاتے ہیں؟!

امتحان دن بدن کڑے سے کڑا ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ جَبَلٌ کَلَّیْہ ہمیں ان امتحانوں کے ذریعے جھنجھوڑ رہا ہے، ہمارے دلوں میں کیا ایمان موجود ہے؟ امتحان اسی امر کا لیا جا رہا ہے۔ آج معاملہ یہ نہیں رہا کہ مظلوموں کی نصرت کے لیے کون اٹھتا ہے، کون مسلمانوں کی سرزمینوں کو بازیاب کروانے کے لیے نکلتا ہے، کون مسلمان بیٹیوں کو کافروں کے قید خانوں سے چھڑانے کے لیے نکلتا ہے، کون ہے جو خلافتِ علی منہاج النبوتہ کے قیام کے لیے،

اقامت دین و شریعت کے لیے اٹھتا ہے، کون ارض مقدس کی حفاظت کی خاطر نکلتا ہے! آج معاملہ اس سب سے تجاوز کر چکا ہے، پلوں کے نیچے سے بہت پانی بہہ چکا ہے۔ آج امتحان تو یہ ہے کہ مکہ و مدینہ کے پڑوس میں، ارض جزیرۃ العرب میں شرک کی کھلم کھلا دعوت دی جا رہی ہے۔ ان دعوت دینے والوں کو چند جسم فروش فاحشاؤں کی دعوت نہ سمجھیں! یہ دعوت دینے والا ابن سلمان ہے، یہ دعوت دینے والا ترکی آل شیخ ہے۔ جن زندیق حکمرانوں کی اجازت و ایما سے اس فاشی و عریانی تم کفر و شرک کی دعوت کے سبب روضہ مطہرہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں، اللہ گواہ ہے، ان حکمرانوں کے خلاف دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کے میدانوں میں اتنا آج پہلے سے کہیں زیادہ فرض و واجب ہو چکا ہے۔

دعوت، توحید و رسالت کی دعوت ہے، کفر و شرک کے خلاف، اس کفر و شرک کا غلبہ توڑنے کی دعوت ہے۔ ایسے حکمرانوں اور ان حکمران کے اصل پشت پناہ، یہودی اسرائیل کے حامی و مددگار صہیو صلیبی امریکہ کے خلاف اٹھنے کی دعوت ہے۔ اور جہاد و قتال سب سے بڑے دشمن امریکہ ثم اس امریکہ کے اتحادیوں کے خلاف ہے۔ تاریخ اور عقل گواہ ہے کہ جب تک امریکہ ان عربی قبائوں اور عجمی خاکی ور دیوں والے نظاموں اور حکمرانوں کی پشت پر موجود ہے، جب تک پوری دنیا میں پھیلے اس کے مفادات پر ضربیں لگا لگا کر اس کو توڑا نہ جائے، اس کو اس کے ’ہوم لینڈ‘ میں محبوس نہ کیا جائے، یہ ظلم و فساد اور یہ کفر و شرک تھم نہیں سکتا۔ کل امریکہ عالم اسلام کے حکمرانوں سے لالچ و دھونس سے اپنے احکامات منواتا تھا، تو آج ابن سلمان، تیمم اور ابن زاید کی صورت ایسے حکمران یہاں پیدا ہو گئے ہیں جو نئے نئے کفر کا ارتکاب کر کے امریکہ سے کہتے ہیں کہ ہماری مدد کرو!

آج دنیا میں جاری کفر کی اس شدید ترین یلغار نے ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ غزوہٴ احزاب کا سامنا ہے۔ سامنے بھی دشمن ہے اور پیٹھ پیچھے بھی دشمن ہے۔ عسکری جنگ بھی ہے، اور اگر اہم ترین نہیں تو کم از کم اسی عسکری جنگ کے متوازی و مساوی فکری جنگ، قلوب و اذہان کی جنگ کا ہمیں سامنا ہے، ایک اعلامی / میڈیائی جنگ کا ہمیں سامنا ہے۔ فکری محاذ سے لے کر عسکری محاذ تک راہِ نجات ’جہل اللہ‘ کو تھامنا ہے، قرآن و رسالت کی دعوت کو تھامنا اور اسی پر عمل کرنا ہے۔ جہاں لسان و قلم کی ضرورت ہو تو وہاں لسان و قلم کا جہاد کرنا ہے اور اگر ضرورت پڑے تو کہیں خندقیں کھودنی ہیں اور کہیں تلوار و کلاشن کوف سے پہرہ دینا ہے اور کہیں آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا ہے۔ کفر و شرک کی ایسی یلغار کا مقابلہ محض مظاہروں اور جلسے جلوسوں سے ممکن نہیں۔ ہاں مظاہرہ کیجیے، جلوس نکالیں اور ان ذرائع سے جس قدر دعوت دین عام ہو سکے کیجیے، لوگوں کو امریکہ اور اس کے آلہ کاروں کا اصل چہرہ دکھائیے، بلکہ دعوت تو خود فریضہ ہے، غلبہٴ دین کی مبارک محنت کا ایک پر اگر جہاد ہے تو دوسرا پر دعوت ہے۔ پھر انہی مظاہروں سے اگر حکمرانوں کو امریکی غلامی سے ہٹنے پر مجبور کر سکیں تو کیجیے، لیکن ایسے مذاکرات اور ایسی سیاست میں نہ اتریے جو ہم اہل ایمان کو چند دن کے لیے ایوانوں میں بٹھائے اور پھر فوجی بوٹ ہمیں نکال باہر کریں اور پھر وہی امریکی ورلڈ آرڈر نافذ ہو جائے۔ تیونس و مصر کا تجربہ ہمیں پھر نہیں دہرانا، ہاں عصر حاضر میں ایک بہترین مثال ہمارے سامنے امارت اسلامیہ افغانستان کا بیس سالہ جہاد ہے جس کے نتیجے میں امریکہ اور اس کے مقامی ٹوڈی افغان سرزمین سے نکلنے پر مجبور ہوئے، کفر کا غلبہ ٹوٹا اور اقامت دین و شریعت کی راہ ہموار ہوئی اور آج وہاں اقامتِ صلاۃ و زکاۃ کا نظام موجود ہے اور حدود اللہ جاری ہیں۔ لیکن اگر یہ مظاہرے، محض مظاہرے ہی رہ جائیں، ہم گھروں سے نکلیں، کچھ نعرے لگائیں، کچھ ناز و پستلے جلائیں اور پھر گھروں کو لوٹ جائیں، یوں چھتر برس بیت جائیں کہ نفاذِ شریعت کی جانب ایک گام بھی قدم نہ بڑھا ہو، بلکہ جس عریانیّت کا رونا ہم سعودی عرب کے لیے رو رہے ہیں ویسی ہی بدترین فاشی بلکہ طاہر و مطہر پیغمبر لوط علیہ السلام کی قوم بد کے اعمالِ فاحشہ کے لیے ملک میں قانون سازیوں ہو تو ہم کئی گام نہیں کئی میل پیچھے کو لڑ کھڑائے ہیں آگے نہیں بڑھے۔ پھر کچھ مظاہروں کو پچھتر برس گزر جائیں اور القدس اور اس کے پڑوس میں رہنے والوں کے گرد یہودی گھیر انگ سے تنگ ہی ہوتا جا رہا ہو تو یہ مظاہرے کس فائدے کے؟ یومِ یکمیتی کشمیر کی ریلیاں تین عشروں سے زیادہ تک نکلیں لیکن ان ریلیوں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ ریگے اور وقت کا وردی والا حکمران کہے کہ میرے ٹینکوں میں تیل نہیں اور نتیجہ یہ

نکلتے کہ آج کشمیر کی ڈیو گرائی ہی تبدیل ہو رہی ہے، مسلم اکثریتی خطہ ہندو اکثریت کی طرف بڑھ رہا، تو ان ریلیوں کا کیا کرنا؟ بے شک ہمیں حکم کوشش کا دیا گیا ہے، لیکن ہمارے دین متین نے صرف 'مقاصد' واضح نہیں کیے بلکہ 'منہج' و 'معالم' کی نشاندہی بھی کی ہے۔

پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش سے لے کر قطر، سعودی عرب اور ترکی و فلسطین تک مسلمانوں کو ایک ہی عسکری و فکری جنگ کا سامنا ہے۔ ہر جگہ ایک ہی 'دیوی' کو سجدہ کرنے کی دعوت ہے اور وہ دیوی، غیر اللہ کی دیوی ہے، اللہ جل جلالہ کی حاکمیت کے بجائے انسانی ساختہ نظاموں کی حاکمیت تسلیم کرنے کی دعوت ہے اور بالاسف انسانی ساختہ نظام بھی کیسے جنہیں انسانوں میں سے ایسے انسانوں نے بنایا جن کی تعریف یہ ہے کہ إِنَّ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا۔ اللہ کی عبادت کے سوا ہر دیوی کی عبادت شرک ہے۔ کل ابو جہل اور قیصر و کسریٰ دیوی دیوتاؤں کے رکھوالے تھے اور آج عالمی کفری نظام کا، نئے الفاظ میں 'نیو ورلڈ آرڈر' کی دیوی کا رکھوالا امریکہ ہے۔ پس جس امریکہ نے ہم مسلمانوں کی زمینوں میں عریانی پھیلائی، فساد و ظلم کیا اور سب سے بڑھ کر جس نے شرک کی دیوی کے فتنے کو یہاں بڑھا دیا اس امریکہ کے خلاف ہم صف آرا ہیں اور اس جنگ کا خاتمہ ہمارے قتل ہونے سے نہیں کہ "اہل جنوں کچھ اور بھی آئیں گے میرے بعد"، بلکہ امریکہ اور اس کے یورپی و بھارتی اتحادیوں کے نیست و نابود ہونے سے ہو گا۔ بے شک ہمارے حبیب، مخبر صادق علیہ آلف صلاۃ و سلام نے ہمیں سندھ و ہند کی فتح کی خوش خبریوں کے ساتھ یورپ کے شہر روم کے فتح ہونے کی بشارت بھی دی ہے!۔

أَلَا قَوْلُوا لِأَمْرِيكَ
لَغَيْرِ اللَّهِ لَنْ نَرْكُعَ
نَجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
لَمْ نَخْضِعْ وَلَنْ نَخْشَعَ

”اے امریکہ اور اس کے اتحادیو! سن لو! کہ ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے والے نہیں۔ ہم اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں، ہم اپنی تنگی و آسانی، غمی و خوشحالی اور زندگی و موت کو نہیں دیکھتے، ہم تو بس اس وحدہ لا شریک کے سوانہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور نہ ہی ہم اس کے سوا کسی سے ڈرتے ہیں!“

اللهم وفقنا كما تحب و ترضى وخذ من دماننا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنا وأعطنا ولا تحرمنا وأثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنا نسئلك الثبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا رب العالمين!

إِذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يُنَمَّا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكْتُبُ إِذْ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا قُسْطَنْطِينِيَّةٌ أَوْ رُومِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدِينَةُ هِرَقْلَ تَفْتَحُ أَوَّلًا يَعْنِي قُسْطَنْطِينِيَّةً (رواه أحمد)

حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہوا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہو گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قل کا شہر، یعنی قسطنطنیہ پہلے فتح ہو گا۔

۱۲ شمار: حکیم الامت فضیلۃ الشیخ امین الظواہری

فضائل نماز

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

باب سوم: خشوع خضوع کے بیان میں (گزشتہ سے پیوستہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ صحابہؓ کے پاس تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہ نے کیا فرمایا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں، حضور ﷺ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا، اور صحابہؓ کراہت بھی جواب دیتے رہے، اس کے بعد ارشاد ہوا کہ: حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گارحمت سے بخش دوں گا؛ ورنہ عذاب دوں گا۔ (معجم کبیر، حدیث: ۱۰۵۵۵، ج ۱۰ ص ۲۸۱)

۳. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يَحْصَسُّ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ؛ وَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَةٍ قَالَ الرَّبُّ: أَنْظِرُوا! هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيَكْتُمُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ. (ترغیب)

”نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہو گا اور باہر اد، اور اگر نماز بے کار ثابت ہوئی تو وہ نامراد، خسارے میں ہو گا۔ اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہو گا کہ: دیکھو! اس بندے کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے؟ اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی، اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال: روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ کا حساب ہو گا۔“

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہو جائے، بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ”اجی! ہم سے فرض ہی پورے ہو جائیں تو بہت غنیمت ہے، نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے“، اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہے؛ لیکن ان کا بالکل پورا پورا ادا ہو جانا کون سا سہل کام ہے؟ کہ ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے، اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اس کے پورا کرنے کے لیے نفلوں بغیر چارہ کار نہیں۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے، ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے، اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے، اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہو گا، اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اس کو پورا کیا جائے گا، اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا، اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی، اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقے سے ہو گا، ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائے گا؛ ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبی اکرم ﷺ کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہو تا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی۔

۴. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرَيْطٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَوَّلُ مَا يَحْصَسُّ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَصَّلَهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ. (رواه الطبرانی في الأوسط)

”نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے، اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔“

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مہتمم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے، جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے، اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کر دے گا۔

فائدہ: نبی اکرم ﷺ کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے اس اعلان کا منشا بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈر تا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے؛ کیوں کہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی؛ لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے، اور اس آدمی کے گمراہ کرنے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے، اور پھر بہت سے مہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے۔ (منتخب کنز العمال)

اور یہی مطلب ہے حق سبحانہ و تقدس کے ارشاد: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

کا، جس کا بیان قریب ہی آ رہا ہے۔

۵. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَسْوَأُ النَّاسِ سَرَقَةً الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ يَسْرِقُ صَلَاتَهُ؟ قَالَ: لَا يَتِمُّ رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا. (رواه الدارمي)

”نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کر لے، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا؟ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرے۔“

فائدہ: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے، اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے، اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے! پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدے کو اچھی طرح نہ کرے۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے، حضرت زیادؓ صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا؟ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں! (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں تو تجھے بڑا سمجھ دار خیال کرتا تھا، یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراة انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں، پھر کیا کار آمد ہوا؟“ ابو درداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جا کر یہ قصہ سنایا، انہوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی؟ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا، تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہو گا۔ (متدرک، حدیث: ۳۳۸، ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت حذیفہؓ جو حضور ﷺ کے رازدار کہلاتے ہیں، وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۳۵۹۵)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے؛ مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی، کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔

حضرت مجتہد الف ثانی نور اللہ مرقدہؒ نے اپنے مکاتیب میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے، اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے، ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں: ”سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علاحدہ علاحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے، شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں

فرمایا ہے“، یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں: ”نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدے کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا، اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا، اور سجدے میں جا کر ناک پر رکھنا، اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے، اور اس سے نماز میں دل جمعی نصیب ہوتی ہے، جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی!“

۶. عَنْ أُمِّ رُؤْمَانَ -وَالِدَةِ عَائِشَةَ- قَالَتْ: زَانِي أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَتَمَّيْلُ فِي صَلَاتِي، فَزَجَرَنِي زَجْرَةً كَثُتُ أَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاتِي، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسْكِنِ أَطْرَافَهُ، لَا يَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُودِ، فَإِنَّ سُكُونَ الْأَطْرَافِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ. (در)

”حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی، نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی، پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں، بدن کے تمام اعضا کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔“

فائدہ: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے، نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا، اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے، اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی، جب ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ غَاشِقُونَ نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اول اول ادھر ادھر توجہ فرمالیا کرتے تھے؛ مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ (آخر جہ ابن جریر فی تفسیر هذه الآية)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرامؓ جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، ہم تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نگاہوں کو سجدے کی جگہ رکھتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ (در منثور)

حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا: خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا)، اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ (متدرک، ج ۲ ص ۲۲۶)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ (آخر جہ ابن جریر فی تفسیر هذه الآية)

حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو، صحابہؓ نے عرض کیا: حضور! نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ (شعب الایمان، حدیث: ۶۵۶۸)

حضرت ابو درداءؓ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں، جس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ (شعب الایمان، حدیث: ۶۵۶۷)

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ (آخر جہ ابن جریر)

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے، ارشاد فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہو تا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ (نوادرا اصول للحکیم الترمذی، ۲: ۲۰۸)

حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے۔ (بخاری، باب الاذان، حدیث: ۱۵۱)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں، ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی۔ (ابوداؤد، کتاب الصلاة، حدیث: ۹۱۲)

بہت سے صحابہ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ ”خشوع“ سکون کا نام ہے، یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔

متعدد احادیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے، ایسی طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ (جامع الصغیر)

۴. عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ فَقَالَ: مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ. (أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ، كَذَا فِي الدَّرَامَتَيْنِ)

”حضور اقدس ﷺ سے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے)

کے متعلق دریافت کیا، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے، وہ نماز ہی نہیں۔“

فائدہ: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے، اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا شرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے، اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔

بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے، اور گناہوں سے بھٹانا ہے۔

حضرت ابو العالیہؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں: اخلاص، اللہ کا خوف اور اللہ کا ذکر؛ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، اور اللہ کا خوف بری باتوں سے روکتا ہے، اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے، جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے، اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔

حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس ﷺ سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں، اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضور اقدس ﷺ سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا! اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بری باتوں سے رکے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی نماز اس کو اس فعل سے عن قریب روک دے گی۔ (ذکر منشور) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیے، بری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی، ہر بری بات کے چھڑانے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی، اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں، اس کی برکت سے بری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹی چلی جاویں گی۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۸. عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْفُنُوتِ. (أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه)

”حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔“

مجاہدؒ کہتے ہیں: حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے مودب، اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی، اور لمبی رکعت ہونا بھی، اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا)، اور اللہ سے ڈرنا بھی (شامل ہے، کہ لفظ ”قوت“ میں۔ جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا۔ یہ سب چیزیں داخل ہیں)۔ حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر ادھر دیکھے، یا (سجدے میں جاتے ہوئے) کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے، (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں)، یا کسی لغو چیز میں مشغول ہو، یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے، ہاں! بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

فائدہ: ﴿قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں: ایک یہ بھی ہے کہ ”قانتین“ کے معنی چپ چاپ کے ہیں، ابتدائی زمانے میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا، وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے؛ مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضور ﷺ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا، حضور ﷺ جواب دیتے، ایک مرتبہ میں حاضر ہوا، حضور ﷺ نماز میں مشغول تھے، میں نے حسب عادت سلام کیا، حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا، مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو، نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا، پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا، کہ شاید فلاں بات پر حضور ﷺ ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلاں بات ہو گئی ہو، جب حضور ﷺ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیلی فرماتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرمادی، اور یہ آیت تلاوت فرمائی، اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر، اس کی تسبیح، اس کی حمد و ثناء کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

معاویہ بن حکمؓ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں، من جملہ ان کے یہ بھی تھا کہ، جب کوئی چھینکے اور ”الحمد للہ“ کہے تو اس کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنا چاہیے، چون کہ نئی تعلیم تھی، اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیے، ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی، میں نے جواب میں ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ کہا، اس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا، مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں؛ اس لیے میں نے کہا: ہائے افسوس! تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی لگا ہوں سے گھورتے ہو؟ مجھے اشارے سے ان لوگوں نے چپ کر دیا، میری

سمجھ میں تو آیا نہیں؛ مگر میں چپ ہو گیا، جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس ﷺ نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا؛ بلکہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں، نماز تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہی کا موقع ہے، خدا کی قسم! حضور ﷺ جیسا شفیق استاذ نہ میں نے پہلے دیکھا، نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ، ”قانتین“ کے معنی ”خاشعین“ کے ہیں، یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے، اسی کے موافق مجاہدؒ یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ، یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں، یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا، اور خشوع خضوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضور اقدس ﷺ رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے کورسی سے باندھ لیا کرتے، کہ نیند کے غلبے سے گر نہ جائیں، اس پر ﴿مَا أَتَوَلَّيْنَاكَ الْفُرْآنَ لِتَشْفَى﴾ (طا) نازل ہوئی۔

اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر درم آجاتا تھا، اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا، تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا؛ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضور ﷺ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر درم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے! صحابہ کرامؓ عرض بھی کرتے کہ سورہ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے: پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں!

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا بچہ کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ (ترغیب)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، اور رو رہے تھے، کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔

متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ: حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں، من جملہ ان کے وہ شخص ہے جو سر دی کی رات میں نرم بستری پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو، اور خوب صورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو، اور پھر تہجد کے لیے اٹھے اور نماز میں مشغول

ہو جائے، حق تعالیٰ شانہ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں، باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندے کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: آپ کے لطف و عطایا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے، ارشاد ہوتا ہے: اچھا! جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھی وہ میں نے عطا کی، اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی بندے کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے۔

قرآن و حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں، احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی، اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدے میں مشغول رہتی ہے، اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے، حق تعالیٰ شانہ نے مومن کے لیے یہ اکرام و اعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرمادیا؛ تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جائے، اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے۔ اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہی کی سی صفات سے اس میں لطف میسر ہو سکتا ہے؛ اسی لیے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: نماز کے لیے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا کر دو۔ (جامع الصغیر)

کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ، بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ، اس سے کابلی، سستی پیدا ہوتی ہے۔

صوفیا کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں، جن کو حق تعالیٰ شانہ نے بارہ چیزوں میں مُضَمّ فرمایا ہے، ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے، اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں: اول علم، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ (مسلم، باب صلاة المسافرين، حدیث: ۷۵۶)

دوسرے: وضو، تیسرے: لباس، چوتھے: وقت، پانچویں: قبلے کی طرف رخ کرنا، چھٹے: نیت، ساتویں: تکبیر تحریمہ، آٹھویں: نماز میں کھڑا ہونا، نویں: قرآن شریف پڑھنا، دسویں: رکوع، گیارہویں: سجدہ، بارہویں: التیحات میں بیٹھنا؛ اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔ پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں:

اول علم کے تین جزو یہ ہیں: فرضوں اور سنتوں کو علاحدہ علاحدہ معلوم کرے۔ دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟ کتنی سنت ہیں؟ تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔

اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضا کو پاک کر رہا ہے۔ دوسرے: ظاہری اعضا کو گناہوں سے پاک رکھے۔ تیسرے: وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔

پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ، حلال کمائی سے ہو۔ دوسرے یہ کہ، پاک ہو۔ تیسرے: سنت کے موافق ہو، کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔

پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے: اول یہ کہ، دھوپ، ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے؛ تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں، (اور ہمارے زمانے میں اس کے قائم مقام گھڑی گھٹنے ہو گئے ہیں)۔ دوسرے، اذان کی خبر رکھے۔ تیسرے، دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے، پتہ نہ چلے۔

پھر قبلے کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے: اول یہ کہ، ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو۔ دوسرے یہ کہ، دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے، کہ دل کا کعبہ وہی ہے۔ تیسرے، مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے اس طرح متوجہ ہو۔

پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے: اول یہ کہ، کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ دوسرے یہ کہ، اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے۔ تیسرے یہ کہ، وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔

پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے: اول یہ کہ، لفظ صحیح ہو۔ دوسرے، ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے، (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے چھینک دیا)۔ تیسرے یہ کہ، اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔

پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں: اول یہ کہ، نگاہ سجدے کی جگہ رہے۔ دوسرے، دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے۔ تیسرے، کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے، اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا!

پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول، صحیح ترتیل سے پڑھے۔ دوسرے، اس کے معنی پر غور کرے۔ تیسرے، جو پڑھے اس پر عمل کرے۔

پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں: اول یہ کہ، مکرور رکوع میں بالکل سیدھا رکھے، نہ بچا کرے نہ اونچا، (علمائے لکھا ہے کہ سر اور سر اور سرین، تینوں چیزیں برابر رہیں)۔ دوسرے، ہاتھوں کی

انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے۔ تیسرے، تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔

پھر سجدے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول یہ کہ، دونوں ہاتھ سجدے میں کانوں کے برابر رہیں۔ دوسرے، ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں۔ تیسرے، تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔

پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول یہ کہ، دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ، عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے، کہ اس میں حضور اقدس ﷺ پر سلام ہے، مومنین کے لیے دعا ہے۔ پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔

پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ، اس نماز سے صرف اللہ کی خوش نودی مقصود ہو۔ دوسرے یہ سمجھے کہ، اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی۔ تیسرے، اس پر ثواب کی امید رکھے۔

حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے، اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لیے ہوئے ہے، ایک مُبْحَنَاتُكَ اللَّهُمَّ ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دعا ہے، کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔

مُبْحَنَاتُكَ اللَّهُمَّ! تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے، ہر برائی سے دور ہے۔ وَبِحَفْذِكَ: جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابل مدح امور ہیں، وہ سب تیرے لیے ثابت ہیں اور تجھے زیبا۔ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ: تیرا نام بابرکت ہے، اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے۔ وَتَعَالَى جَدُّكَ: تیری شان بہت بلند ہے، تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ: تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی، نہ ہے۔

اسی طرح رکوع میں مُبْحَنَاتُ رَبِّي الْعَظِيمِ میرا عظمت اور بڑائی والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی کا اظہار ہے، کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے، اور اس کا جھکا دینا نیاز مندی اور فرماں برداری کا اقرار ہے، تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ، تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں، اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گناہ گار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے، تو بے شک بڑائی والا ہے، اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔

اسی طرح سجدے میں مُبْحَنَاتُ رَبِّي الْأَعْلَى میں بھی اللہ کی بے حد رفعت و بلندی کا اقرار ہے، اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی و ہر عیب سے پاکی کا اقرار ہے، اپنے اس سر کو اس کے سامنے

ڈال دینا ہے جو سارے اعضا میں اشرف شمار کیا جاتا ہے، اور اس میں محبوب ترین چیزیں: آنکھ، کان، ناک، زبان ہیں؛ گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں، اس امید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے رہنے میں تھا، اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی، اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے، اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے، اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جیسا کہ مجاہدؒ نے بیان کیا ہے، فقہائے صحابہ کی یہی نماز تھی، وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔

حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا، کسی نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ: ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے، پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے:

إِلٰهِي! عَبْدُكَ بِنَابِكَ، يَا مُحْسِنُ! هَذَا أَتَاكَ الْمُسِيئُ، وَقَدْ أَمَرْتُ الْمُحْسِنَ مِنَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِيئِ، فَأَنْتَ الْمُحْسِنُ وَأَنَا الْمُسِيئُ، فَتَجَاوَزْ عَنِّي قَبِيحَ مَا عِنْدِي بِحَبِيلٍ مَا عِنْدُكَ يَا كَرِيمُ!

”یا اللہ! تیرا بندہ تیرے دروازے پر حاضر ہے، اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے! ابد اعمال تیرے پاس حاضر ہے، تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگزر کریں، تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم! میری برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے، درگزر فرما۔“ اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زین العابدینؓ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، تہجد کبھی سفر یا حضر میں نامہ نہیں ہوا، جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا، اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آ جاتا، کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں؟ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی، یہ نماز میں مشغول رہے، لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا: دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے، کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا، اور کل کو مردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے! آپ فرمایا کرتے تھے: تعجب ہے! لوگ فنا ہونے والے گھر کے لیے تو فکر کرتے ہیں، ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گزارہ آپ کی اعانت پر تھا۔ (نزہۃ البساتین، ص: ۱۲۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرے کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کچپی آجاتی، کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ: اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان وزمین نہ اٹھا سکے، پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں، کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں؛ مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اڑ جائے“، اس کے بعد اذان کے ہر جملے کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی، جب انہوں نے ”اللہ اکبر“ کہا تو لفظ ”اللہ“ کے وقت ان پر جلال الہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی، بالکل مبہوت سے ہو گئے، اور جب ”اکبر“ زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ (نُزْہۃ البسَاتین، ص: ۲۶۷)

حضرت ابوبکر قرنیؒ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے، کبھی سجدے میں یہی حالت ہوتی، کہ تمام رات ایک ہی سجدے میں گزار دیتے۔ (نُزْہۃ البسَاتین، ص: ۱۹۷)

عصامؒ نے حضرت حاتم زاہدؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے، اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے، اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں، گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے، اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے، داہنی طرف جنت ہے، بائیں طرف دوزخ ہے، موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر کوئی اور نماز شاید میسر نہ ہو، اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے، اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ ”اللہ اکبر“ کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں، پھر تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں، اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں، اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصامؒ نے پوچھا: کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا: تیس برس سے، عصامؒ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بے حد اثر تھا، ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی، اس پر رونے لگے اور فرمایا: اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو

آدمیوں نے تعزیت کی، یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصے میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔

محمد بن واسعؒ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں: ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر متنبہ کر رہے، ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو، ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو، اور ثواب جو ہو مجھے مل جائے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے: شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا، میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں؛ (اس لیے کہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا)، آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔

میسون بن مہرانؒ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِہِ رَاجِعُونَ پڑھا، اور فرمایا: اس نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی، تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے، اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا فوس کرتے تھے۔ (احیاء الغلوم)

بکر بن عبداللہؒ کہتے ہیں: اگر تو اپنے مالک، اپنے مولیٰ سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے، کسی نے پوچھا کہ: اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: حضور ﷺ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضور ﷺ سے باتیں کرتے تھے؛ لیکن جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں، اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے۔

سعید ثقفیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔

خلف بن ایوب سے کسی نے پوچھا کہ یہ کھیاں تم کو نماز میں دق نہیں کرتیں؟ کہنے لگے: میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے، یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں، محض اتنی سی بات کے لیے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے، اور پھر اس کو فخر یہ بیان کرتے ہیں، میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک کھٹی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں!

”بَهْجَةُ النَّفُوسِ“ میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا، لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی؛ مگر نماز نہ توڑی، بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا؟ فرمایا: جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا، لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی، نہ نکل سکا، آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے، آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدے میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا، فرمایا: کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: وہ تو ہم نے نکال بھی لیا، آپ نے فرمایا: مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مسلم بن یسارؓ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو، مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔

ربیعؓ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ، مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہو گا۔

عامر بن عبد اللہؓ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا، کسی نے ان سے پوچھا: تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا: ہاں! مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہو گا، اور دونوں گھروں: جنت یاد و زخ میں سے ایک میں جانا ہو گا، انہوں نے عرض کیا: یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا: مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین و ایمان میں اضافہ نہ ہو، (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے)۔

ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا، جس کے لیے اس کے کانٹے کی ضرورت تھی، لوگوں نے تجویز کیا کہ، جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہیے، ان کو پتہ بھی نہ چلے گا؛ چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔

ایک صاحب سے پوچھا گیا: تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آ جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔

ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا: تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آ جاتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے!

”بَهْجَةُ النَّفُوسِ“ میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لیے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے، وہ انتظار میں بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے، اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے، یہ انتظار میں بیٹھا رہا، نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی، اور اس سے فارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہو گئے، اور مغرب تک مشغول رہے، پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں، عشاء تک اس میں مشغول رہے، یہ بے چارہ انتظار میں بیٹھا رہا، عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی، اور صبح تک اس میں مشغول رہے، پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا، اور دو وظائف پڑھتے رہے، اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ چھپک گئی، تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے، استغفار و توبہ کرنے لگے، اور یہ دعا پڑھی: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَيْنٍ لَا تَنْشَبِعُ مِنَ النَّوْمِ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)۔

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے؛ مگر جب نیند نہ آتی تو اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے، اور عرض کرتے: ”یا اللہ! تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی“، اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں، ہم لوگ اس لذت سے اتنے دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردد ہونے لگا؛ لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کیے گئے ہیں، ان کی تردید میں ساری ہی توارخ سے اعتماد اٹھتا ہے، کہ واقعے کی صحت کثرت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں، کہ نہ ان کو تعب ہوتا ہے نہ نیند سناپی ہے، پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں؟! حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے، ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ، ہم ان لذتوں سے نا آشنا ہیں! اور نابالغ، بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

آخری گزارش

صوفیائے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے، جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا، نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً زکوٰۃ ہے، کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے، یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا، اسی طرح روزہ، دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رکنا، کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق

مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں، اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔

اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ، حضرات محدثین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح، باقی صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں، اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ، حدیث کے درجے سے کہیں کم ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ. ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ كُنَّا ظَالِمًا أَوْ آخُطَاءًا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاعْفُ لَنَا، وَارْحَمْنَا، أَنْتَ مَوْلَانَا، فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾. وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّينِ الْمَتِينِ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

تمت بالخیر!

☆☆☆☆☆

ہوں تو نفس کی شدت و تیزی پر اثر پڑے گا؛ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قراءت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہڈیاں اور کبواس ہوتی ہے، کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہوتی ہے، نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع، اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے، اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے، جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں، کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے، اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو، اس لیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے؛ لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں۔ حاصل نہ بھی ہوں، تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین کمر ہوتا ہے، وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے، نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے؛ اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتیٰ کہ علما کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گزر چکا ہے؛ البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ، نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے

ماہ صفر میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

◀ صفر ۲ھ کو اسلام کا پہلا غزوہ ”الابواء“ پیش آیا۔

◀ صفر ۷ھ کو خیبر فتح ہوا اور یہود کو شکست ہوئی۔

◀ صفر ۱۶ھ کو مدائن (اس دور کے عراق کا دار الحکومت) فتح ہوا۔

◀ صفر ہی کے مہینے میں زمانہ جاہلیت میں ”بدشگونی“ کے فعل کو

اسلام نے حرام قرار دے دیا۔

لا طيرة ولا هامة ولا صفر . (صحيح البخاري)

بدشگونی اور پرندوں سے فال لینا اور صفر کے بارے میں غلط

خیالات یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں۔

صفر المظفر
(تاریخی واقعات)

علاماتِ کبریٰ: [تیسری نشانی] یاجوج اور ماجوج

میں سے کوئی ایک مرے گا تو اپنے پیچھے ایک ہزار وارث چھوڑ جائے گا۔ مگر یہ حکایت کمزور بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ ان کی کثرت کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن شریف میں بھی فرمایا ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ (سورة

(الأنبياء: ٩٦)

”یہاں تک کہ یا جوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔“

ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگی گویا وہ ہر سمت سے اٹدے چلے آرہے ہوں گے۔ اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ہوں گے اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے کیونکہ اللہ رب العزت آدمؑ کو حکم فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں سے جنہیں کو علیحدہ کریں۔ بعض دیگر احادیث دیکھتے ہیں جن میں یا جوج و ما جوج کا تذکرہ ہے۔ یہ اگلی حدیث مسلم شریف کی ہے:

إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَدْ أَخْرَجْتُ عَبْدًا لِي لَا يَدَانَ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرَزُوا عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَتَبِعْتُ اللَّهَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ مَرَّةً مَاءً وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ النَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمْ الْيَوْمَ فَيَرْعَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّعْفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرَسَى كَمُوتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَتَنَتُّهُمُ فَيَرْعَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللَّهِ فَيُرْسِلُ اللَّهُ طَيْرًا كَأَغْنَاكِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرُقُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ مَطَرًا لَا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ مَدْرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتَرَكُهَا كَالرِّكْفَةِ

”پس اسی دوران حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور [فلسطین] کی طرف لے جائیں [اللہ رب العزت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو متنبہ فرمائیں گے کہ میری اس مخلوق کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا لہذا اہل ایمان کی حفاظت کی غرض سے انہیں فلسطین لے جائیں] اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر

یا جوج ماجوج دو قبیلے ہیں۔ آیا یہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق؟ کیا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں؟ یقیناً یہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور انسان ہی ہیں۔ اس کی دلیل بخاری شریف کی ایک حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ اللَّهُ يَا آدَمُ! أَخْرِجْ بَعَثَ النَّارَ- قَالَ وَمَا بَعَثَ النَّارَ؟ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ..... فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَئِنَّا ذَلِكَ الرَّجُلُ؟ قَالَ أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا وَمِنْكُمْ رَجُلًا-

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! دوزخ میں بھیجنے کے لیے لوگوں کو نکال۔ (آدم علیہ السلام) عرض کریں گے: کس قدر؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ صحابہ کو یہ امر بہت گراں گزرا اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (وہ ایک آدمی) ہم میں سے کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کہ یا جوج ماجوج میں سے ایک ہزار اور تم میں ایک فرد ہو گا۔“

چونکہ انسانوں میں سے ایک گروہ جہنم میں جائے گا اور ایک جنت میں یعنی آدمؑ کی اولاد میں سے کچھ حصہ جنت میں جائے گا اور کچھ حصہ جہنم میں جائے گا۔ پس اللہ رب العزت تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کو الگ کر دو۔ جہنمیوں کو ایک طرف علیحدہ کر دو۔ آدمؑ نہیں جانتے ہوں گے کہ کون کون لائق جہنم ہے لہذا وہ اللہ رب العزت سے دریافت فرمائیں گے کہ دوزخی کون ہیں؟ میری اولاد میں سے کتنے ہیں جو جہنم میں جائیں گے؟ اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ ہزار میں سے نو سو تنانوے۔ صحابہ بہت حساس تھے۔ جب انہوں نے حدیث کے یہ الفاظ سنے تو ان کے چہروں کا رنگ بدل گیا۔ وہ خاموش ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پریشانی محسوس کی اور فرمایا کہ یا جوج ماجوج میں سے ایک ہزار (بعض روایات میں نو سو تنانوے) اور تم میں سے ایک۔ اور ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا جوج ماجوج کو اگر کسی گروہ میں شامل کیا جائے تو وہ اس کی تعداد بہت بڑھا دیں گے۔ تناسب ہمیشہ ان کی وجہ سے بڑھے گا کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ وہ اس قدر تیزی سے بڑھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ جب ان

اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبریہ [فلسطین] پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا [ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگی کہ وہ ہر چیز کھا اور پی جائیں گے، یہاں تک کہ اس پورے دریا کا پانی پی کر ختم کر دیں گے] اور اللہ کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھ محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے نیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سودینار سے افضل و بہتر ہوگی [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج و ماجوج اہل ایمان کا اس قدر سخت محاصرہ کریں گے کہ ان کے پاس کچھ بھی وسائل اور خوراک باقی نہ بچے گی۔ یہاں تک کہ نیل کا سر، جسے آج کل ہم کھاتے بھی نہیں ہیں بلکہ پھینک دیتے ہیں، وہ سامان خوراک کی قلت کی وجہ سے سودینار سے بھی زیادہ قیمتی ہو جائے گا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سودینار بہت بڑی رقم ہوا کرتی تھی] پھر اللہ کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب ایک لخت مر جائیں گے [یہ کیڑا ایک وبا کی طرح ہوگا کہ جس سے پوری کی پوری قوم، وہ دونوں قبیلے ایک لخت مر جائیں گے مگر مسئلہ پھر بھی مکمل طور پر حل نہیں ہوگا]، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج و ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی [یاجوج و ماجوج کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی جب فلسطین سے باہر نکلیں گے تو پوری زمین یاجوج و ماجوج کے مردہ جسموں کی باقیات اور بدبو سے بھری ہوگی۔ ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگی کہ بالشت بھر جگہ بھی ان کے وجود سے خالی نہ ہوگی اور تمام فضا ان کے مردہ جسموں کی بدبو سے متعفن ہوگی]۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی دعا کریں گے [یاجوج و ماجوج اپنی زندگی میں بھی اہل ایمان کے لیے مصیبت تھے اور مرنے کے بعد بھی ہوں گے] تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش بھیجے گا جس سے کوئی گھرائیٹوں کا ہویا اون کا (خیمہ) اوٹ مہیا نہیں کر سکے گا۔ وہ زمین کو دھو کر شیشے کی طرح (صاف) کر چھوڑے گی۔“

ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے:

يَخْفِرُونَهُ كُلَّ يَوْمٍ حَتَّىٰ إِذَا كَادُوا يَخْرِقُونَهُ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ اِزْجِعُوا فَسْتَخْرِقُونَهُ غَدًا فَيُعِيدُهُ اللَّهُ كَأَشَدِّ مَا كَانَ...

”یاجوج و ماجوج اس دیوار کو روزانہ کھودتے ہیں جب وہ اس میں سوراخ کرنے ہی والے ہوتے ہیں تو ان کا بڑا کہتا ہے چلو باقی کل کھول دینا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیتے ہیں.....“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں یاجوج و ماجوج کے اس دیوار یا سد اور رکاوٹ کو کھودنے کا ذکر فرماتے ہیں۔ ہم قرآن کی ان آیات سے بھی گزرتے ہیں جن میں اس سد کا ذکر ہے۔ قرآن ہمیں ہزاروں سال پہلے گزرنے والے ذوالقرنین کا قصہ بتاتا ہے۔ ذوالقرنین ایک بادشاہ تھا جو اتنا طویل عرصہ پہلے گزرا کہ لکھی ہوئی انسانی تاریخ میں اس کا ذکر بھی موجود نہیں ہے۔ وہ اس دور میں پوری زمین یا زمین کے تمام آباد حصے کا بادشاہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اسی سے اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا یعنی دو سنگوں والا، دو سنگ یعنی مشرق و مغرب، اس کی حکومت مشرق و غرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ اللہ رب العزت نے قرآن عظیم الشان میں ذوالقرنین کا قصہ تین حصوں میں بیان فرمایا ہے، ایک جب اس نے مغرب کی سمت دورہ کیا، پھر جب وہ مشرق کی سمت گیا اور تیسرا جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین میں پہنچا۔ یہاں وہ ایک ایسی قوم سے ملا جو بولنا نہیں جانتی تھی یا ذوالقرنین ان کی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے، لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا (جو کوئی بات سمجھ نہیں سکتے تھے)، انہوں نے ذوالقرنین سے درخواست کی کہ تَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں)، سد بند باندھنے کو کہتے ہیں، چونکہ انہوں نے ان دونوں قبیلوں کی شکایت کی تھی کہ یہ ہماری زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں لہذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے اور ان کے بیچ ایک بند باندھ دیں، ایک رکاوٹ کھڑی کر دیں جو ہمیں ان کے شر سے محفوظ کر دے، قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يٰاجُوجَ وَ مَا جُوجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَجْعَلْ لَّنْ فِىْهَا سَدًّا (تجھے بیننا و بینہم سد، ذوالقرنین نے کہا: تاکہ تیری فیروز، اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے، سو مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے، فَاَيَسِّرُنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ الْبَابَ تَمَّ اِفْرَادِيْ قُوْتِ كَ ذٰلِیْہِ میری مدد کرو۔ اَلْوٰثِیْ زَبْرَ الْحَدِیْدِ ۙ حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ اَنْفُخُوْا ۙ حَتّٰی اِذَا جَعَلْتَ فَاِلًا ۙ قَالَ اَلْوٰثِیْ اَفْرِغْ عَلَیْہِ قَطْرًا، پھر انہوں نے خام لوہے کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے ذریعے انہوں نے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا راستہ پاٹ دیا۔ پھر انہوں نے اسے اس قدر تپانے کا حکم دیا کہ وہ پگھلنے لگا پھر انہوں نے اس کے اوپر پگھلا ہوا سیسہ یا تانبا انڈیل دیا۔ جب آپ لوہے کو سیسے یا تانبے سے ملا تے ہیں تو آپ کو پیتل یا کانسی حاصل ہوتی ہے جو کہ تنہا لوہے کی نسبت زیادہ مضبوط ہے۔ اس بارے میں آرا کا اختلاف ہے کہ قطر کا معنی یہاں سیسہ ہے یا تانبا۔ بہر حال انہوں نے اس مرکب سے وہ راستہ بند کر دیا۔ انہوں نے انصراف وہ راستہ بند کیا بلکہ اسے مہر بند بھی کر دیا، seal کر دیا۔ جب آپ کہتے ہیں رُدَمِ الْاَرْضِ، تو اس کا معنی زمین کو مہر لگا کر بند کرنا۔ یہ ایک افقی رکاوٹ تھی جو اوپر سے کھلی تھی، یعنی وہ اس پر چڑھ کر اسے پار کر سکتے تھے۔ پہاڑوں کے درمیان بسنے والی قوم نے تو ذوالقرنین سے صرف ایک دیوار کا مطالبہ کیا تھا مگر ذوالقرنین نے احسان کرتے ہوئے اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے یاجوج و ماجوج کو زمین والوں سے بالکل کاٹ دیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے اور نہیں جان سکتے کہ وہ کہاں ہیں۔ وہ زیر زمین کہیں بند ہیں اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مدینہ کے مشرق کی سمت کہیں ہیں۔ ذوالقرنین نے اس خوبی سے اپنا کام کیا کہ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی کوئی ان کا شائبہ بھی نہیں پاسکا۔ مگر ساتھ ہی ذوالقرنین نے کہا کہ گو میں نے اپنا کام پختہ طریقے

سے کیا ہے مگر جب اللہ کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آجائے گا تو یہ اس قدر مضبوط رکاوٹ بھی ریت کی دیوار ثابت ہوگی۔ یہ پورا قصہ ہمیں سورہ کہف میں ملتا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ دیکھ لیتے ہیں:

”انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یا جوج اور ماجوج زمین میں بہت فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ خراج ادا کریں کہ اس کے عوض آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں؟ اس نے کہا: جو کچھ مجھے دے رکھا ہے اس میں میرے رب نے وہ بہت بہتر ہے، البتہ تم لوگ میری مدد کرو قوت (محنت) کے ذریعے۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا۔ لاؤ میرے پاس تختہ تو ہے کہ، یہاں تک کہ جب اس نے برابر کر دیا دونوں اونچائیوں کے درمیان (کی جگہ) کو اس نے کہا: اب آگ دہکاؤ یہاں تک کہ جب بنادیا اس نے اس کو آگ (کی مانند) اس نے کہا: لاؤ میرے پاس میں ڈال دوں اس پر پگھلا ہوا تانابا نہ تو وہ (یا جوج ماجوج) اس کے اوپر چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں نقب لگا سکیں گے۔ اس نے کہا کہ یہ رحمت ہے میرے رب کی اور جب آجائے گا وعدہ میرے رب کا تو وہ کر دے گا اس کو ریزہ ریزہ اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔“ (سورۃ الکہف ۹۴ تا ۹۸)

ہم دوبارہ حدیث کی طرف لوٹتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْفِرُونَهُ كُلَّ يَوْمٍ حَتَّى إِذَا كَادُوا يَخْرِقُونَهُ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ اِزْجِعُوا فَسَتَخْرِقُونَهُ غَدًا فَيُعِيدُهُ اللَّهُ كَأَشَدَّ مَا كَانَ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مِدَّتَهُمْ وَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَنْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ اِزْجِعُوا فَسَتَخْرِقُونَهُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَاسْتَنْثَى قَالَ فَيَرْجِعُونَ فَيَجِدُونَهُ كَهَيْئَتِهِ حِينَ تَرَكُوهُ فَيَخْرِقُونَهُ فَيَخْرِجُونَ عَلَى النَّاسِ فَيَسْتَفُونَ الْمَلَاةَ وَيَفِرُّ النَّاسُ مِنْهُمْ فَيَرْمُونَ بِسَهَامِهِمْ فِي السَّمَاءِ فَتَرْجَعُ مَخْضَبُهُ بِالْدِّمَائِ فَيَقُولُونَ قَهْرًا مَنْ فِي الْأَرْضِ وَعَلُونَا مَنْ فِي السَّمَاءِ قَسْوَةٌ وَعُلُوًّا فَيَنْعَثُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ نَعْفًا فِي أَفْئَانِهِمْ فَيَهْلِكُونَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ دَوَابَّ الْأَرْضِ تَسْمُنُ وَتَنْطَلُ وَتَشْكُرُ شُكْرًا مِنْ لُحُومِهِمْ

”یا جوج ماجوج اس دیوار کو روزانہ کھودتے ہیں جب وہ اس میں سوراخ کرنے ہی والے ہوتے ہیں تو ان کا بڑا کہتا ہے چلو باقی کل کھول دینا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ چاہے گا کہ انہیں لوگوں پر مسلط کرے تو ان کا حاکم کہے گا کہ چلو باقی کل کھول دینا اور ساتھ ان شاء اللہ بھی کہے گا۔ [ضمناً یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یا جوج ماجوج نے اس دیوار میں ایک سوراخ کر لیا تھا۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے کہ یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”آج یا جوج ماجوج کی دیوار میں ایک شکاف پیدا ہو گیا ہے“۔ اور پھر ایک دن آئے گا کہ وہ اسے مکمل طور پر ڈھادیں گے، اس طرح جب وہ دوسرے دن آئیں گے تو دیوار کو اسی طرح پائیں گے جس طرح انہوں نے چھوڑی تھی اور پھر اس میں سوراخ کر کے لوگوں پر نکل آئیں گے، پانی پی کر ختم کر دیں گے اور

لوگ ان سے بھاگیں گے پھر وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے جو خون میں لت پت ان کے پاس واپس آئے گا۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو بھی دبا لیا اور آسمان والوں پر بھی چڑھائی کر دی۔ ان کا یہ قول ان کے دل کی سختی اور غرور کی وجہ سے ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دیں گے جس سے وہ سب مرجائیں گے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ زمین کے جانور ان کا گوشت کھا کر موٹے ہو جائیں گے اور مٹکتے پھریں گے اور ان کا گوشت کھانے پر اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کریں گے۔“

یا جوج ماجوج کے حوالے سے جیسا کہ ہم نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ اب کہاں ہیں، وہ اس زمین کے اوپر بسنے والی آبادی کا حصہ بہر حال نہیں ہیں اور وہ ایسی مخلوق ہیں جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں فلاں قوم یا جوج ماجوج ہو سکتی ہے یا فلاں قوم یا جوج ماجوج ہوگی، سبحان اللہ! مثلاً The 700 Club والا پیٹ رابرٹسن، جو ایک evangelist ہے۔ عہد نامہ قدیم (تورات) میں یا جوج ماجوج کا ذکر ہے، اہل کتاب کے صحیفوں میں یہ بات موجود ہے اور وہ اس سے واقف ہیں۔ جب روس ٹوٹا اور مسلمان ریاستوں نے آزادی حاصل کی تو ان میں سے بعض کے پاس جوہری ہتھیاروں کے ذخائر تھے۔ پیٹ رابرٹسن The 700 Club میں دنیا کا ایک بڑا سافٹشہ لایا اور ان مسلمان ریاستوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ ان کے پاس جوہری ہتھیار ہیں، یہ نیچے اتریں گے اور ایران کے تعاون سے پوری دنیا کو تباہ کر دیں گے۔ یہ آسمانی پیشین گوئی ہے کہ مسلمان ہی یا جوج ماجوج ہیں۔ مکمل خرافات۔ اب مسلمان یا جوج ماجوج بن گئے!! نیز مسلمان بھی کہتے ہیں کہ فلاں قوم یا جوج ماجوج ہے اور فلاں یا جوج ماجوج ہو سکتے ہیں، یہ سب غیب کا حصہ ہے۔

علامات کبریٰ میں سے تیسری علامت کا بیان یہاں ختم ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی صحبہ وسلم

نبی المرحمة و نبی الملحمة ﷺ

”چونکہ زبانی دعوت و تبلیغ شمشیر و سنان سے جہاد کیے بغیر مکمل نہیں ہوتی، تو اس لیے رہنماؤں کے پیشوا اور مبلغوں کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ آخر میں کفار سے جنگ کرنے کے لیے مامور ہوئے اور دینی شعائر کی عزت اور شریعت کی سربلندی و ترقی اسی رکن جہاد کی اقامت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی۔“

(امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ)

سورة الانفال

خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد و
على آله و صحبه و ذريته اجمعين اما بعد

فقد قال الله سبحانه و تعالى في كتابه المجيد بعد أعوذ بالله من الشيطان
الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

﴿كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ
يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَكُمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ
يَنْظُرُونَ﴾

صدق الله مولانا العظيم، رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاخْلُ عُنْدَهُ مِ
لْسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ”جس طرح تیرے رب نے
تجھے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا“، خطاب ہے رسول اکرم ﷺ کی طرف۔ کل کی
آیات میں ہم نے یہ بات پڑھی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ غزوہ بدر پر تبصرہ فرماتے ہوئے اہل
ایمان کی کچھ صفات بیان فرماتے ہیں۔ یہ وہ صفات ہیں کہ اگر مومنین کی جماعت میں پائی جائیں
تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو درست فرمادیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرماتے ہیں۔ جن
جگہوں پہ ایک مسلمان کو یا مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی
ضرورت ہوتی ہے اس میں میدان جہاد سرفہرست ہے۔ جہاں کافروں سے، اللہ کے دشمنوں
سے مقابلہ ہوتا ہے۔ تو پہلے سورت کے ابتدا میں وہ صفات بتادی گئیں جن سے اللہ کی نصرت
حاصل کی جاتی ہے، اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ بعینہ غزوہ پر تبصرہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں:
كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ”جس طرح تیرے رب نے تجھے حق کے ساتھ تیرے
گھر سے نکالا“، یعنی جس طرح ان صفات کو اختیار کرنے والے پہ، وہ صفات جو سورت کی ابتدا
میں ذکر کی گئیں، جس طرح ان صفات کو اختیار کرنے پر آگے جو انعامات ذکر ہوئے تھے،
مغفرت کا ملنا، درجات کا ملنا، اللہ کی رضا کا ملنا..... جس طرح ان صفات پہ ان انعامات کا مرتب
ہونا حق ہے، اسی طرح تیرا تیرے گھر سے نکالے جانا، رسول اللہ ﷺ کا صحابہ سمیت گھر سے
نکالا جانا، یہ بھی ایک حق مقصد کے لیے تھا، یہ بھی ایک حق غرض کے لیے تھا، دین کی تقویت
اور دین کی سر بلندی کے لیے تھا، اللہ کی رضا کے لیے تھا اور موافق شریعت تھا؛ یعنی شریعت
کے مطابق ایک کام کروانے کے لیے تھا۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ لیکن مومنوں
کا، بلاشبہ مومنوں کا ایک گروہ جو ہے وہ ناپسند کر رہا تھا۔ اس کے اوپر یہ شاق گزر رہا تھا، مشکل
گزر رہا تھا اس راستے میں نکلتا۔ کیوں مشکل گزر رہا تھا؟ مسلمان اصلاً نکلے تھے کفار کے تجارتی

قافلے پر حملہ کرنے کے لیے اور ظاہر سی بات ہے وہ کوئی مسلح قافلہ نہیں تھا وہ غیر مسلح قافلہ
تھا اور اس کے پاس کوئی طاقت و قوت نہیں موجود تھی اور وہاں بہت بڑی مقدار میں غنیمت
ملنے کا امکان نظر آرہا تھا؛ تو اس لیے مسلمان بالاصل نکلے تھے اور تیاری بھی تھوڑی تھی۔ کل
تین سو تیرہ کے قریب، مختلف روایات میں مختلف تعداد آتی ہے، لیکن تقریباً تین سو تیرہ کے
قریب افراد تھے اور ستر کے لگ بھگ سواریاں تھیں اور اسلحہ بھی بہت محدود سادہ تھا۔ تو تھوڑی
سی تیاری کے ساتھ نکلے تھے مقابلہ کرنے کے لیے کیونکہ سامنے ایک غیر مسلح چڑھتی تھی، اور کسی
بہت بڑی جنگ کا امکان نہیں تھا۔ لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کچھ اور مطلوب تھا۔ اللہ نے اس کا رخ
ایک بھرپور جنگ کی طرف پھیر دیا اور قافلے کے لیے نکلنے والے لشکر کو آگے ایک ہزار کفار
کے تیار اور سازو سامان کے ساتھ لدے ہوئے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑا تو اس لیے اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں: وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جن
کو یہ مشکل گزرا، جن پہ بھاری گزرا، جن کے لیے، چونکہ وہ ذہنا کچھ اور سوچ کے نکلے تھے گھر
سے، تو آگے جب کفار کے لشکر سے مقابلہ پڑ گیا تو مشکل گزرا۔

مفسرین یہاں پر لکھتے ہیں اور خود قرآن کی آیت بھی آگے یہی بات بتلاتی ہے کہ مسلمان دو
گروہوں میں بٹ گئے یا کہہ لیں کہ دو آرا یا دو رویے مسلمانوں میں پائے جاتے تھے۔ ایک وہ
کہ جنہوں نے اس تبدیلی کو کھلے دل سے قبول کیا اور ابتدائی مرحلے سے ہی جو اس پر خوش اور
راضی تھے کہ جہاں بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ لے جائیں اور جہاں اللہ کے نبی ﷺ ہمیں لے جائیں
وہاں ہم جانے کے لیے تیار ہیں۔ دوسرا وہ گروہ جس کو ابتدا میں دشوار لگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس
کے دل کی سکینت کے لیے اسباب نازل فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں کو جما دیا تو
بالآخر وہ بھی اتنا ہی جم کر لڑے۔ تو یہ دو گروہ مسلمانوں کے، یا ان کے دورویے، اس ابتدائی
آزمائش کے مرحلے میں سامنے آئے۔

یہاں پر ایک ضمنی بات یہ کہ ہم نے کہا کہ مسلمان نکلے تھے کفار کے قافلے پر حملہ کرنے کے
لیے جو حضرت ابوسفیانؓ، جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، کا تجارتی قافلہ تھا جو شام
کی طرف گیا تھا اور وہاں سے واپس آرہا تھا اور سازو سامان سے، جو ان کی سال بھر کی کمائی تھی
جو شام سے تجارت ہوئی تھی اور تجارت کا جو حاصل تھا وہ لے کر واپس آرہا تھا تو اس کے اوپر
حملہ تھا۔ تو اس واقعے کے اندر دلیل ہے اس بات کی یار دہے ان لوگوں کی باتوں کا جو نائن الیون
جیسی کارروائیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو، ان کی اصطلاح میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ
ملٹری ٹارگٹ نہیں تھا۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر تو ایک تجارتی مرکز تھا یا ایک غیر ملٹری (عسکری)

مرکز تھا تو اس کو کیوں ہدف بنایا گیا؟ تو اس کو ہدف اسی لیے بنایا گیا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت ہے کفار کی معیشت پہ ضرب لگانا اور ان کی معیشت کے خلاف اقدامات اٹھانا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو کارروائیاں کی گئیں، غزوہ بدر سے بھی پہلے، رسول اکرم ﷺ نے سرایا بھیجے، دستے بھیجے تو ان سب کے سب کا بنیادی ہدف ایک ہی تھا اور وہ کفار کے تجارتی روٹ بلاک کرنا تھا اور ان کی تجارتی شررگ کو پکڑ کر ان کی معیشت کو تنگ کرنا تھا۔ یہ وہ ہدف تھا جس کو سامنے رکھتے ہوئے کارروائیاں ہو رہی تھیں اور یہ قافلے کوئی جنگجو قافلے نہیں تھے۔ ان میں سے کئی قافلے ایسے بھی تھے کہ جن کے ساتھ کوئی بھی حفاظت کرنے والا نہ تھا۔ بعض قافلوں کے ساتھ کوئی ایک مسلح بندہ موجود تھا لیکن صحابہؓ نے ان پہ حملے بھی کیے، ان قافلوں کی حفاظت کرنے والے مشرکین کو قتل بھی کیا اور ان سے وہ مال بھی چھینا۔ تو اس لیے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ جنگ کا ایک مستقل جزو ہے کہ دشمن کا، کفار کا جو معاشی بازو ہے، معاشی کمر ہے اس کے اوپر ضرب لگائی جائے اور اس کی معاشی قوت کو توڑ جائے۔ یہ حال پہلے بھی رہا اور آج بھی جنگ میں بنیادی چیز یہی ہوتی ہے۔ روس اگر بیٹھا تو اس وجہ سے نہیں کہ اس کے پاس ٹینک ختم ہو گئے تھے یا اس کے پاس ہوائی جہاز ختم ہو گئے تھے۔ وہ اس لیے بیٹھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی معیشت کو توڑ دیا۔ جب روس کی معاشی کمر ٹوٹ گئی تو وہ ساری قوت اس کے کسی کام کی نہ رہی۔ آج امریکہ بھی اگر پیچھے ہٹ رہا ہے تو اسی لیے کہ وہ معاشی بحران کا شکار ہے۔ معاشی طور پر یہ جنگ اس پر اتنی بھاری پڑ رہی ہے کہ مزید اس کو جاری رکھنا اس کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ عراق سے نکلا ہے اور افغانستان سے نکلنے کی تیاریاں جاری ہیں اور یہ بھی بات ذہن میں رکھی جائے کہ یہ تو ایک عسکری پہلو سے بات ہے، شرعی پہلو سے بات کریں تو مسلمانوں کے یہاں، یعنی ہمیں جو اللہ کے دین نے جو اصطلاحات دی ہیں اس میں سولیلین (عوامی) اور ملٹری (عسکری) کی اصطلاحات جس طرح مغرب میں استعمال ہوتی ہیں اور اسی طرح ان کے اثر سے ہمارے معاشرے میں بھی پھیل گئی ہیں، یہ اصطلاح ہمارے ہاں نہیں موجود۔ ہمیں شریعت نے جو تقسیم دی ہے وہ اہل حرب اور غیر اہل حرب کی دی ہے۔ حربی کافروں کی اور غیر حربی کافروں کی اور حربی کافروں میں بھی آگے اہل قتال اور غیر اہل قتال کی تقسیم دی ہے۔

اہل قتال ہمارے ہاں کس کو کہا جاتا ہے؟ اہل قتال سے مراد ہے ہر وہ حربی کافر جو عاقل، بالغ، مرد ہو، چاہے اس نے ہتھیار اٹھائے ہوں یا نہ اٹھائے ہوں ہمارے خلاف۔ چاہے اس نے فوج کی وردی پہنی ہو یا نہ پہنی ہو۔ ہر عاقل، بالغ، کافر حربی مرد، یہ صفات جس کے اندر پائی جاتی ہیں اور وہ جنگ لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ صرف صلاحیت ہونے کی وجہ سے، جسمانی صلاحیت اگر اس کے اندر موجود ہے، طاقت موجود ہے تو شرعاً وہ اہل قتال کی تعریف میں داخل ہے اور اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے، جب بنی قریظہ کے ساتھ معاملہ آیا تو آپ ﷺ کے حکم سے، بعض روایات کے مطابق چار سو اور بعض روایات کے مطابق سات سو یہودی قتل کیے گئے اور دس دس کو لے کے جایا جاتا اور قتل کیا جاتا۔ صحابہ کرامؓ ان کو قتل کرتے۔ حدیث میں آتا ہے

کہ دیکھا جاتا کہ جس کے بھی بال نکل آئے ہیں، جو بھی بالغ ہو گیا ہے اس کو علیحدہ کر کے قتل کر دیا جاتا اور جو اس سے چھوٹا ہو تا اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ تو اس مسئلے میں جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ جو بھی عاقل، بالغ، حربی کافر مرد ہو گا اس کو مارنا یا اس کے خلاف جنگ کرنا شرعاً جائز ہے۔ جو لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں، جو اہل قتال نہیں ہیں حربی کافروں میں سے، وہ یا خواتین ہیں یا بیشتر فقہاء کے نزدیک اتنا بوڑھا شخص جس میں لڑنے کی طاقت باقی نہ بچی ہو اور غیر بالغ چھوٹے بچے۔ تو یہ تعریف ذہن میں واضح رہے۔ ہم جنیوا کنونشن کی اصطلاحات کے پابند نہیں ہیں۔ ہمارے پاس ہمارا دین ہے، ہماری شریعت ہے جو ہماری رہنمائی کرتی ہے اور ہمیں بتاتی ہے کہ کس کو مارنا ہے اور کس کو نہیں مارنا، جنگ کیوں کرنی ہے اور کیوں نہیں کرنی۔ ان سب امور میں ہم شریعت سے پوچھتے ہیں۔ تو سولیلین اور ملٹری کی جو اصطلاح ہے یہ ہمارے ہاں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے ہاں جو اصطلاح ہے وہ اہل قتال اور غیر اہل قتال کی ہے؛ اہل قتال کی تعریف آپ کو بتادی۔ اس لیے کفار کے علاقوں میں، مثلاً امریکہ میں جو بھی عاقل، بالغ مرد پایا جاتا ہے، جو استطاعت رکھتا ہے قتال کرنے کی، استطاعت رکھنے سے مراد یہ ہے، امام سرخسیؒ نے تفصیل بھی بتائی ہے اس کی کہ اس کا دایاں بازو اگر کام کرتا ہے اور بائیں مفلوج ہے تو یہ بھی استطاعت رکھنے والوں میں شامل ہو گا۔ لیکن دایاں مفلوج ہے اور بائیں کام کرتا ہے تو یہ استطاعت رکھنے والوں کی تعریف سے خارج ہو گا۔ اسی طرح کوئی اندھا ہے تو وہ استطاعت رکھنے والوں کی تعریف سے خارج ہو گا۔ لیکن جو صحیح الجسم ہے، استطاعت رکھتا ہے لڑنے کی ان میں سے، تو وہ فوج میں ہو یا فوج سے باہر ہو، وہ کوئی تقویت ان کو دے رہا ہو یا نہ دے رہا ہو، اس کو مارنا شرعاً جائز ہے۔ آگے یہ حکمت عملی یا strategy کا مسئلہ رہ جائے گا کہ ان میں سے کس کو مارنے سے ہمیں فائدہ ہوتا ہے اور کس کو مارنے سے نہیں ہوتا۔ لیکن اصلاً، شرعاً اس کو مارنا جائز ہے۔ تو یہ تعریف ذہن کے اندر رہنی چاہیے اور یہ بہت سے اعتراضات جو ہمارے درمیان اٹھتے ہیں اس کا سبب ہی یہ ہے کہ ہم نے سنت کی طرف لوٹ کے اور شریعت کی طرف لوٹ کر نہیں پوچھا۔ شریعت سے نہیں پوچھا بلکہ ہم نے جو میڈیا میں بات سنی اور جو شبہات سنے اسی کو دہرانا شروع کر دیا اور وہی باتیں زبان پر آنے لگیں۔

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو آپ کے گھر سے حق کے ساتھ نکالا اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ پہ یہ چیز بھاری گزری (یا ان کو ناپسند رہا)،“

﴿يُحَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَلِمَاتُ يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ﴾

”وہ حق کے معاملے میں آپ سے جدال کرنے لگے، اس کے بعد کہ اس کا حق ہونا ان پہ واضح ہو چکا تھا، گویا کہ ان کو موت کی طرف کھینچ کے لے جایا جا رہا ہے اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ چیز دیکھ رہے ہیں۔“

تو یہ رویہ تھا کہ جس کے اوپر اللہ تعالیٰ نے پکڑ فرمائی کہ جب یہ بات معلوم تھی کہ قافلے کے لیے نکلنا بھی ایک حق مقصد ہے اور کفار کے لشکر سے لڑنا بھی ایک حق مقصد ہے، دونوں سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ راضی ہوتے ہیں، اور اگر اللہ نے ایک سے پھیر کے حالات ایسے بنائے کہ تمہیں دوسری کی طرف جانا پڑ گیا تو ایک مومن سے مطلوب یہ تھا یا مثالی رویہ اس کا یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس کو خوشی خوشی قبول کرتا کہ اگر قافلے سے چھوٹ کے اللہ نے ایک اور طرف پھیر دیا ہمارا رخ، لیکن ہم جہاد کی حالت میں ہیں اور ہم اللہ کی رضا کی حالت میں ہیں اس لیے خوشی خوشی اس کو قبول کرتا، اور اس میں کوئی نقصان آتا، کوئی آزمائش آتی تو خوشی خوشی راضی ہوتا لیکن بعض لوگ اے نبی ﷺ! آپ سے بحث کرنے لگے، آپ سے جدال کرنے لگے اور یہ چاہنے لگے کہ ہم واپس لوٹ جائیں اور ہمیں (جنگ کا) سامنا نہ کرنا پڑے۔

تو یارے بھائیو! جہاد کے اندر بہت دفعہ یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ ہم کچھ منصوبہ بندی کرتے ہیں، کفار کچھ اور منصوبہ بندی کرتے ہیں لیکن نہ ہمارا منصوبہ چلتا ہے نہ کافروں کا منصوبہ چلتا ہے، منصوبہ وہ چلتا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ عام حالات میں بھی یہی ہے، جہاد سے باہر بھی، اصل توفیصلہ وہی ہے جو اللہ کی قضاء و قدر ہے، وہی ہو کر رہتا ہے، لیکن جہاد میں یہ چیز کھلی آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ اس کا سٹیئرنگ انسانوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، اس کے فیصلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ بہت دفعہ کچھ اور سوچ رہے ہوتے ہیں مجاہدین، کفار کے تھک ٹینک اپنی جگہ بیٹھ کر منصوبے بنا رہے ہوتے ہیں لیکن حالات کسی تیسرے رخ پہ چلے جاتے ہیں جو نہ وہ چاہ رہے ہوتے ہیں نہ یہ چاہ رہے ہوتے ہیں۔ اس میں اللہ کی کچھ حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ تو مجاہدین کا، جب ایک بار انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے پیش کر دیا، تو اُن کا رویہ یہی ہونا چاہیے کہ گویا انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کو دین کے لیے پیش کر دیا۔ اب اللہ کے دین کا تقاضہ ان کو کہیں بھی لے جائے، کسی بھی رخ پہ لے جائے، اُن کو اس کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ کسی بھی قسم کا کام ان کے سامنے یکایک کھڑا ہو جائے، جس کے لیے وہ ذہنا نہیں تیار تھے، جب وہ ان کے سامنے آجائے اور وہ کام جہاد ہی کا ہو اور شرعاً جائز اور مطلوب کام ہو، تو مشکل بھی ہو تو اس کے لیے وہ تیار ہوں۔ تو یہ مختلف مراحل ہیں جس سے اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو گزارتے ہیں۔ ایک مرحلہ مثال کے طور پہ نائن الیون سے قبل کا مرحلہ تھا۔ پانچ چھ سال اللہ تعالیٰ نے ایک اسلامی امارت عطا کیے رکھی۔ ایک مجاہد آرام سے رات کو اپنے گھر والوں کو گاڑی میں بٹھا کر تنہا افغانستان کے ریگستانوں میں گھنٹوں چلتا تھا اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہوتا تھا، کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا تھا۔ معسکرات کھلے ہوئے تھے۔ تربیتیں جاری تھیں۔ ساری دنیا سے مجاہدین بھی آرہے تھے۔ علما آتے تھے، آکر وفود کے وفود مل کر واپس جاتے تھے۔ دعوت کا، تیاری کا، جہاد کا بھرپور مرحلہ تھا جو اللہ نے عطا کیا۔ لیکن پھر حالات کسی اور طرف پھرے اور اللہ تعالیٰ نے پھیرے، اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ وہ ساری کی ساری امارت دنوں کے اندر گری، سقوط ہوا، نکلنا پڑا، شہادتیں ہوئیں اور ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ کئی مجاہدین سالوں تک ایک کمرے سے باہر نہیں نکل سکے پاکستان پہنچنے کے بعد، اور کئی

مجاہدین ایسے تھے جو کبھی ایک گھر سے دوسرے گھر کبھی دوسرے سے تیسرے گھر، کبھی تیسرے سے چوتھے..... تو اس پہ دل میں تنگی نہیں آتی چاہیے۔ یہ ایک مرحلہ تھا، اللہ تعالیٰ کو پہلے وہ منظور تھا پھر اللہ کو یہ مطلوب تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت تھی اس سارے میں۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے کتنے اس سے فوائد و برکات نکالے، اگرچہ آزمائش آئی، اگرچہ مشکل مرحلہ تھا لیکن پاکستان کے معاشرے میں کتنے لوگ جہاد سے جڑے ہی اس وجہ سے کہ ان کے گھروں میں مجاہدین رہے تھے، ان کے گھروں میں مہاجرین، عرب ہوں یا غیر عرب، وہ گزرے تھے، وہ رہے تھے، ان کا وقت وہاں گزارا تھا۔ تو ان کی سیرتوں کو قریب سے دیکھ کے، ان کے ساتھ زندگی گزار کے وہ لوگ، پورے کے پورے گھرانے جہاد سے جڑ گئے۔ پھر وہ مرحلہ بھی ختم ہوا؛ آزمائش مزید بڑھی یعنی گرفتاریاں شروع ہوئیں اور وہاں سے پھر نکل کے مجاہدین نے وزیرستان کا، اور قبائل کی طرف رخ کیا۔ وہ بھی ایک آزمائش کا مرحلہ تھا اور وہاں سے ایک اور مرحلہ شروع ہوا لیکن پہلے کی آزمائش کی نسبت کم تھا۔ ایک دفعہ پھر سے جہاد کو منظم کرنے کا عمل شروع ہوا۔ مجاہدین کی تشکیلات پھر سے شروع ہوئیں۔ معسکرات پھر سے کھلے اور پھر سے ایک تیاری کا عمل جاری ہو گیا۔ اب آگے ہمارے لیے کیا چیز تیار ہے اس مرحلے کے بعد؟ یہ اللہ بہتر جانتے ہیں؛ مجاہدین نہیں جانتے اور نہ کافر جانتے ہیں۔ کیونکہ ان دس سال میں بھی وہ کچھ اور منصوبہ رکھ کے افغانستان آئے تھے۔ ہم نے تو سوچا ہی نہیں تھا کہ یہ سب کچھ ہونا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ایسے حالات بنائے کہ جو نہ ان کے ذہن میں تھے نہ اُن کے ذہن میں۔ ابتدائی مرحلہ افغانستان کا ایسا ہی تھا۔ بیشتر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ امریکہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا لیکن دس سال بعد الحمد للہ مقابلہ ہو بھی رہا ہے اور امریکہ مذاکرات کے لیے منت بھی کر رہا ہے مجاہدین کی کہ بیٹھیں اور ہم سے بات کریں۔ تو آگے کیا ہونا ہے یہ بھی ہم نہیں جانتے۔ مجاہد کا کام یہ ہے، اُس سے مطلوب رویہ یہ ہے کہ وہ حق معاملے میں جھگڑا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تکیوینی طور پہ کسی بھی سمت لے جائیں، کسی بھی حالات میں اس کو مبتلا کریں، جب تک وہ جہاد کے رستے پہ ہے، خوشی خوشی اس کو قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان آیت کے مفہوم کو سمجھنے، اور ان کے مطابق اپنے اعمال کو درست کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

سبحانک اللہم و بحمدک نشہد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک و
صلی اللہ علی النبی

مجاہد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البراء الإبي
وجہ نمبر: بیس (20)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبی کی تالیف تبصرة المساجد فی أسباب انتكاسة المجاهد کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

حقیقت کو بیان کیا اور اس کا اندازہ لگایا۔ چنانچہ جب حضرت خدیجہؓ نے انہیں تسلی دی اور آرام کرنے کا کہا تو انہوں نے فرمایا: نیند کا دور گزر گیا اے خدیجہ! حقیقت میں نیند کا دور گزر گیا۔ آج سے رات جاگنے، تھکن اور لمبے اور سخت جہاد کے علاوہ کچھ نہیں رہا۔“

شریر اور گناہ گاروں کی صحبت اس شخص کی صحبت کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو بھی گمراہ کیا اور اپنے ساتھ دوسرے کو بھی گمراہ کیا۔ کیونکہ برا ساتھی ایسے بیماری لگاتا ہے جیسے خارش اونٹ تندرست کو خارش لگا دیتا ہے۔ سوا اونٹوں میں صرف ایک خارش اونٹ داخل کر دو۔ کیا باقی محفوظ رہیں گے یا خارش میں مبتلا؟ کیونکہ مرض ایک دوسرے سے منتقل ہوتا ہے۔ لیکن تندرستی منتقل نہیں ہوتی۔ ایک خراب سب کو ٹھیک سب کی ٹوکری میں رکھ دو۔ کیا ٹھیک سب خراب کو ٹھیک کریں گے، یا خراب سب ٹھیک کو خراب کرے گا۔ اسی طرح ایک خبیث شخص کو دس صالح افراد کے درمیان میں رکھو تو سارے خراب ہو جائیں گے۔

[اشعار کانثری ترجمہ]

کسی انسان کے بارے میں پوچھنے کے بجائے اس کے دوست کے بارے میں دریافت کرو۔ ہر دوست اپنے دوست کی پیروی کرتا ہے۔ اگر تم کسی قوم کے ساتھ رہو تو ان میں سے بہترین کی صحبت میں رہو۔ نہ کہ برے کے ساتھ کہ تم بھی ہلاکت میں پڑ جاؤ۔

ایک اور شاعر نے کہا: [اشعار کانثری ترجمہ]

فاسق کی صحبت ہر گز اختیار نہ کرنا۔ کتنے ایسے صالح ہیں جنہوں نے فاسق سے دوستی کی تو خراب ہو گئے۔ ایک انسان کا دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے اور ایک دوسرے سے پہچانے جاتے ہیں۔

آپ اپنے ہم رنگ کے ساتھ رہا کریں۔ کیا آپ نے ایسے کبوتر کو دیکھا ہے جو کلوں کے ساتھ اڑتا ہو؟ کیا آپ نے ایسے کتے کو دیکھا ہے جو ہرن کے ساتھ پھرتا ہو؟! اگر ایسا نظر بھی آئے تو اس لیے کہ وہ ہرن کو کھانا چاہتا ہے۔ اس لیے تم اپنی طرح کے دیندار اور متقی شخص کے ساتھ چلا کرو۔ اگر تم برے لوگوں کے ساتھ پھرو گے تو وہ تم کو ہلاک کر دیں گے۔

میسویں وجہ: کمزور ارادے اور کم ہمت والوں سے دوستی

نبی اکرم ﷺ نے دوست کے اختیار اور چناؤ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ

”انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر کوئی غور کرے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔“ [مسند احمد]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوِّى كَمَثَلِ الْمُسْكِ وَنَافِخِ الْكِبَرِ فَحَامِلُ الْمُسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخِ الْكِبَرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً

”نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال خوشبو والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے۔ پس خوشبو والا یا تو تجھے کچھ ویسے ہی عطا کر دے گا یا تم اس سے خرید لو گے۔ نہیں تو تمہیں اس سے عمدہ خوشبو ہی سونگھنے کو ملے گی۔ جبکہ بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، نہیں تو تمہیں بدبو سونگھنے کو ہی ملے گی۔“ [صحیح مسلم]

پست ہمت عزم ہی نہیں کر پاتا۔ اسے صرف اپنی دنیا سے غرض ہوتی ہے۔ اس کی ہمت اسے صرف رذیل امور کے لیے تیار کرتی ہے۔ استاذ سید قطبؒ تفسیر فی ظلال القرآن میں فرماتے ہیں:

”ممکن ہے کہ جو اپنے لیے جیسے وہ آرام سے جی لے، لیکن وہ چھوٹا ہی جیتا ہے اور چھوٹا ہی مرتا ہے۔ البتہ جو بڑا ہوتا ہے اور بڑی ذمہ داری اٹھاتا ہے، تو اسے نیند سے کیا کرنا؟ اور اسے آرام سے کیا کام؟ اسے گرم بستری پر سکون زندگی اور آرام دہ نیند کی پرواہ نہیں! رسول اللہ ﷺ نے اس

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کم ہمتوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ عَزْمًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَنْهُمْ الشُّقَّةُ وَسَبَّخِلِفُونَ بِاللَّوْلِ اِسْتَطَعْنَا لِحَرْجِنَا مَعَكُمْ يٰٓهٰلِكُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

”اگر مال غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا سا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق سے) چل دیتے۔ لیکن مسافت ان کو دور (دراز) نظر آئی (تو عذر کریں گے)۔ اور خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل کھڑے ہوتے۔ یہ (ایسے عذروں سے) اپنے تئیں ہلاک کر رہے ہیں۔ اور خدا جانتا ہے کہ جھوٹے ہیں۔“ (سورۃ التوبہ: ۲۴)

سید قطبؒ فرماتے ہیں:

”اگر معاملہ دنیا کے ساز و سامان میں سے کسی سہل الحصول سامان کے بارے میں ہوتا۔ یا مختصر اور محفوظ سفر کا ہوتا تو یہ لوگ تمہارے پیچھے چل دیتے۔ لیکن معاملہ تو ایسے لمبے راستے کا ہے جسے دیکھ کر کم ہمت اور پست حوصلے والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ ایسی خطرناک جدوجہد ہے جس سے لاغر روحیں اور ڈرپوک دل گھبرا جاتے ہیں۔ یہ اونچا افق ہے جس کے پانے سے چھوٹے لوگ اور کمزور ساخت والے نیچے رہ جاتے ہیں۔

ایسے بہت لوگ ہوتے ہیں جو باعزت افق کی طرف چڑھنے والے راستے پر سے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہیں جنہیں لمباراستہ بہت کٹھن معلوم ہوتا ہے، اس لیے وہ قافلہ چھوڑ جاتے ہیں اور اس کے بجائے گھٹیا سامان اور پست اہداف کی طرف مڑ جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں ہر زمانے اور ہر جگہ میں انسانیت بخوبی جانتی ہے۔“

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

”یہ جان لو کہ ہر کوئی دوست بنانے کے قابل نہیں ہوتا۔ دوست میں ایسی ممتاز صفات اور خوبیاں ہونی چاہیے جن کے سبب اس کی صحبت میں رغبت پیدا ہو۔“

امام ابن حزمؒ مد اواة النفوس میں فرماتے ہیں:

”اپنے آپ کو صرف اس میں جھوٹو جو تمہاری جان سے اعلیٰ ہو۔ اور یہ صرف اللہ رب العزت کی خاطر ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ حق کی طرف دعوت

ہو، یا اس کی حرمتوں کی حفاظت ہو۔ یا تم پر واقع ایسی ذلت کو رفع کرنا جو تمہارے خالق نے تم پر لازم نہیں کی، یا مظلوم کی نصرت ہو۔ جو اپنی جان کو دنیا کے سامان کے بدلے خرچ کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی یا قوت کو کنکریوں کے بدلے فروخت کرے۔“

[اشعار کا نثری ترجمہ]

میں نے ہزاروں عمارتوں کو دیکھا ہے کہ گرانے والے کے ہوتے ہوئے قائم نہیں رہیں۔ تو ایسی عمارت کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کے گرانے والے ہزاروں ہوں۔ عمارت کب مکمل ہو سکتی ہے جب تم اسے بنارہے ہو اور دوسرا اگر ارباب ہو۔

ابن الجوزیؒ صید الخاطر میں فرماتے ہیں:

”تم ایسے مرد بنو کہ جس کے پاؤں زمین پر ہوں، لیکن ہمت آسمانوں تک پہنچی ہو۔ اگر تم تمام عالموں اور زاہدوں سے آگے نکل سکو تو نکل جاؤ۔ وہ بھی تو مرد تھے اور تم بھی مرد ہو۔

جو بھی نیچے بیٹھا رہا وہ اپنی پست ہمتی اور گھٹیا پن کی وجہ سے بیٹھا۔ جان لو کہ تم دوڑ کے میدان میں ہو۔ اور وقت ایک دوسرے سے چرائے جاتے ہیں۔ کابلی میں نہ پڑے رہو۔ جو بھی کھویا جاتا ہے وہ کابلی کی سبب ہی کھویا جاتا ہے۔ اور جو بھی پایا جاتا ہے وہ جدوجہد اور عزم سے پایا جاتا ہے۔

ہمت دلوں میں ایسے ابلیتی ہے جیسے دیگ ابلتے ہیں۔“

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے فرمایا:

”میری جان بے تاب جان ہے۔ تم نے دیکھا کہ میں مدینہ کے لڑکوں کی طرح ایک لڑکا تھا۔ پھر میں علم، عربی زبان اور شعر کے لیے بے تاب ہوا۔ چنانچہ میں نے اس میں سے اپنی حاجت اور چاہت پوری کی۔ پھر جب مجھے اقتدار ملا تو میرا نفس پوشاک، آسودہ زندگی اور خوشبوؤں کے لیے بے تاب ہوا۔ تو تم میرے خاندان اور حتیٰ کہ دیگر خاندانوں میں ایسے کسی کو نہ جانتے ہو گے جو ایسا خوش حال ہو جیسا کہ میں تھا۔ پھر میری جان آخرت اور انصاف پر کاربند رہنے کے لیے بے تاب ہوئی۔ اور مجھے امید ہے کہ آخرت میں جس چیز کے لیے میں بے تاب ہوں وہ مجھے مل جائے۔“

☆☆☆☆☆

پیغام تہنیت اور اظہارِ یکجہتی

شیخ ضعیب سوڈانی (ابراہیم القوسی)

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على نبينا محمد الصادق الأمين
وعلى آله و صحبه اجمعين، أما بعد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ (سورۃ

یونس: ۵۸)

”کہو کہ: یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوا ہے، لہذا اسی پر تو
انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ اس تمام دولت سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر
کر رکھتے ہیں۔“

میں ان کلمات کے ساتھ امت مسلمہ کو عید الاضحیٰ کی مبارک باد دینے کی سعادت حاصل کر رہا
ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہم پر اور ہماری امت پر عزت، نصرت اور تمکین کے ساتھ بار بار
لوٹائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے نیک اعمال قبول فرمائے۔ ہر سال آپ کو خیر و عافیت
کے ساتھ نصیب ہو۔ آمین!

اور اس عظیم مناسبت سے میں اپنے غمی اور متمول مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے
فقیر اور محتاج بھائیوں کی قربانی اور دوسری ضروریات میں مدد کرنے کو نہ بھولیں، بالخصوص
ان مسلمانوں کو جو جنگ زدہ علاقوں میں ہیں، جیسے شام، یمن، فلسطین، سوڈان اور ان جیسے
دوسرے علاقے۔ پس یہ اجتماعی تعاون (تکافل) عید کے مقاصد میں سے ہے۔ اور مسلمانوں کا
عید میں خوشی کا اظہار اپنے دشمنوں کو غیظ دلانے کا باعث ہے۔ اسلامی اخوت و بھائی چارگی کا
اظہار ہمارے سب امور میں واضح ہے، خصوصاً اس جیسے مراسم میں جو سال میں ایک ہی بار
آتے ہیں۔

اور اس موقع پر جو بات کرنا ہم ہے وہ ہمارے فلسطینی بھائیوں پر ان دنوں ہونے والے ناقابل
فراموش مظالم ہیں جو بندروں اور خنزیروں کے بھائی ان پر ڈھا رہے ہیں، جن میں قتل، در
بدری، گھروں اور ملکیتوں کے انہدام اور غاصب ہستیوں کے قیام جیسے جرائم سرفہرست ہیں۔

اور ان واقعات کو مسئولیت کی نگاہ سے دیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ پس وہاں مسلمانوں پر جو
حالات گزر رہے ہیں، یہ کوئی ایک دن کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ غاصب گروہ کی سیاست اور
پالیسی ہے۔ وہ جب بھی ہمارے بھائیوں کو غاصبوں کے خلاف حرکت اور جہاد میں دیکھتا ہے تو
اس پالیسی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے ان افعال کے ذریعے اس

خطے کے مسلمان جوانوں کی ہمتوں اور حوصلوں کو توڑ دیں گے۔ لیکن اے اللہ کے دشمنو! یہ
بہت بعید ہے، یہ وہ قوم ہے جن میں ان کی ماؤں نے دودھ پلانے کے ساتھ غیرت بھری ہے،
اور انہوں نے اپنے آباء کی تربیت میں، حریت و آزادی کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ ذلیل
یہود بھلا کیسے اس غیرت کو توڑ سکتے ہیں؟

اور اے فلسطین کے رہنے والو! تم ہتھیار ڈالنے اور تسلیم ہونے سے بچے رہنا، اور ان ذلیل
لوگوں کو قسم قسم کے عذاب و ذلت چکھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہونا۔

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حال تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، تمہیں ان آزمائشوں کے
ساتھ آزمایا ہے تاکہ وہ تمہاری قدر و منزلت بڑھائے اور تمہارے ایمان کو پاک کر دے۔ پس
تم مزید ڈٹے رہو اور استقامت و قربانی کی راہ اختیار کرو۔ اس دشمن سے جہاد میں ثابت قدمی
اختیار کرو۔ ان کا آپ پر غلبہ آپ کو جہاد میں مزید بڑھائے، اور ان کا آپ کی زمین پر قابض
ہونا آپ کو استشہادی کارروائیوں میں بڑھائے۔ اور اس میں تمہارا نقصان بھی نہیں ہے، کیوں
کہ تم میں سے جو قتل کیا جائے گا، وہ شہید ہو گا، اپنے رب کے ہاں زندگی اور رزق پائے گا، اور
جو زندہ رہے گا وہ غالب دشمن کے لیے ڈر کا باعث بنارہے گا۔

اور تمہارے لاکھوں ایسے بھائی ہیں جو تمہاری نصرت کے لیے متحرک ہونا چاہتے ہیں اور
تمہارے ساتھ تمہارے جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں، مگر ان کے لیے خاں و خسیس
حکمرانوں نے دروازے بند کر رکھے ہیں، جس کے سبب وہ تم تک نہیں پہنچ پا رہے۔ ہم اللہ
تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان حکمرانوں سے بدلہ لے لے اور انہیں جلد زوال پذیر کرے، اور
مسلمانوں کے دلوں میں انہیں ہٹانے اور آگے بڑھ کر تمہاری نصرت اور ہر جگہ اسلام اور
مسلمانوں کی نصرت کرنے کا عزم پختہ کر دے، آمین۔

اللہ کی قسم! آپ اپنے جہاد اور اپنی کارروائیوں کے ساتھ ان خائن حکمرانوں پر بھی جت قائم کر
چکے ہیں، جو غاصب یہود کے ساتھ تعلقات کی بحالی کی دوڑ میں لگے ہیں، اور ان پر بھی جت
قائم کر چکے ہیں جو گھر بیٹھے ہیں اور فلسطین کی موجودہ تکلیف دہ صورت واقعہ پر راضی ہیں، اور
ان پر بھی جت قائم کر چکے ہیں جنہوں نے جہادی جماعتوں کا اسلحہ اور میزائل اپنے قبضے میں
لے لیے اور اب ان کی یہ حالت ہے کہ وہ انہیں صرف اسی وقت استعمال کرتے ہیں جب خاص
ان کی جماعت کو براہ راست نقصان پہنچے۔

اور ہم فلسطین کی جماعتوں کے افراد سے کہتے ہیں کہ کب تک تم اپنی قیادتوں کے پیچھے چلو گے جو دہرے معیارات کی حامل ہیں، جو اپنے مصالح کو اپنی قوم اور امت کے مصالح پر ترجیح دیتی ہیں۔ کیا اب وقت آنہیں گیا کہ تم اپنے بھائیوں کی مدد کرو؟ کیا اب وقت آنہیں گیا کہ تم ان مفاد پرست قیادتوں کی حقیقت سے واقف ہو جاؤ اور پھر ان کی اتباع سے نکل کر اس کی اتباع کرو جو تمہارا دین کہتا ہے اور اس واجب پر عمل کرو جو تمہارے دین، تمہاری زمین اور تمہاری عزت کی بابت تم پر لازم ہے۔

جان رکھو کہ اللہ کی سنتیں کسی کو بھی نہیں چھوڑتیں۔

﴿وَإِنْ تَسْتَجِيبُوا دَعْوَانَا غَيْرَ كُفٍّ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْتًا لَكُمْ﴾ (سورۃ

محمد: ۳۸)

”اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔“

پس اللہ سے اپنی جانوں کی بابت ڈرو، اپنے دین کی بابت ڈرو اور اپنے بھائیوں کی بابت ڈرو، اور اللہ کے اس قول پر عمل کرو:

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الظَّالِمِينَ فَفَاتِلُوا فُقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ (سورۃ النساء: ۷۴-۷۶)

”لہذا اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیں۔ اور جو اللہ کے راستے میں لڑے گا، پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب آجائے، (ہر صورت میں) ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے۔ اور (اے مسلمانو!) تمہارے پاس کیا جو اسے کہ اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لائے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجیے، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجیے۔ جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں۔ لہذا (اے

مسلمانو!) تم شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ (یاد رکھو کہ) شیطان کی چالیں درحقیقت کمزور ہیں۔“

اور میں اس مبارک موقع پر ضرور صومالیہ کے مجاہد بھائیوں کو ان تازہ فتوحات پر مبارکباد دوں گا جو انہوں نے میدانِ جہاد میں حاصل کیں اور انتھوپیا، کینیا، اور یوگنڈا کی صلیبی لشکروں اور ان کے مرتد مددگاروں کو جانوں اور مالوں کے خاصے بڑے نقصان سے دوچار کیا۔ وہ اپنے ان افعال کی بدولت اپنے خون اور کٹے جسموں کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلفِ صالحین رحمہم اللہ اور اپنے سے پہلے گزرے ان مجاہدین کی سیرت زندہ کر رہے ہیں جنہوں نے جہاد کی بنیاد رکھی، یہاں تک کہ جہاد اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور دشمنوں کے حلق کا کاٹنا بن گیا۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں اور ان کے چہروں کو روشن کر دیں، آمین۔

اور ہم انہیں کہتے ہیں کہ اپنے جہاد میں آگے بڑھتے رہو، اور اپنے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈالتے رہو، اور ان کے دل استہزائی گاڑیوں، فدائی جیکٹوں، کمین، براہ راست حملوں، سنائپر کارروائیوں اور بارودی سرنگوں سے دہلا دو۔ ان کی زمین پر چلتی ہر گاڑی تباہ کر دیا غنیمت کر لو، اور ان کے کیمپوں کو حملہ کر کے زمین بوس کر دو، اور ان کی رات کو دن بنا دو اور ان کے دن کو رسوائی اور نقصان کا دن بنا دو۔

جان لو کہ تم آج امت کو عزت و شرف کا وہ مقام دے رہے ہو، جو آنے والی نسلوں میں ہمیشہ کے لیے منتقل ہو تا رہے گا۔

پس تم پر لازم ہے کہ اپنی نیتوں کو خالص کرو، باطن کی اصلاح کرو اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور سونپے ہیں ان کی اطاعت کرو۔

اور مجاہدین کی قیادت پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کی تجدید کریں کہ وہ اس مبارک جہاد کو ہمیشہ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ مکمل فتح مل جائے اور پورے مشرقی افریقہ کا ہر چپہ زمین آزاد ہو جائے۔ اور اس فتح کا اتمام اللہ رحمان و رحیم کی شریعت نافذ کرنے اور انسانوں میں عدل و انصاف کو عام کرنے سے ہو اور وہ ایسی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (سورۃ الحج: ۴۱)

”یہ (جنہیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے) ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔“

اور مجاہدین کی قیادت کو اختلاف و افتراق، باہمی تنازع اور جھگڑے سے شدید چوکنار ہٹا چاہیے، کیونکہ اس کے نتائج بڑے سنگین اور مفاسد بہت زیادہ ہیں۔ یہ ناکامی کی طرف لے جاتا ہے، قوت کو کمزور کر دیتا ہے اور مجاہدین پر دشمنوں کو مسلط کروا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کام سے باز رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (ال عمران: ۱۰۵)

”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کے پاس کھلے کھلے دلائل آچکے تھے، اس کے بعد بھی انہوں نے آپس میں پھوٹ ڈال لی اور اختلاف میں پڑ گئے، ایسے لوگوں کو سخت سزا ہوگی۔“

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَتَآخَرُوا فَتَنْفِشُوا ۚ وَأَن تَحِبُّوا ۚ وَأَصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (الأنفال: ۳۶)

”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑانہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

پس جو تمہارے رب نے تمہیں امر کیا ہے، اس پر جمع ہو جاؤ اور اپنے دشمن کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی مانند بن جاؤ، اپنے رب کی رضا کی نعمت پاؤ گے۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرو، دنیا و آخرت کی خیر تمہارے لیے مقدر ہو جائے گی، باذن اللہ۔

اور بہت تعجب خیز بات ہے کہ بعض ایسی حکومتیں ہیں جنہیں بہت سے دھوکہ کھانے والے ایسا اسوہ اور مثال سمجھتے ہیں کہ جس کی پیروی کی جائے، خاص طور پر ترکی اور قطر کی حکومتیں۔ سبحان اللہ!

بجائے اس کے کہ یہ حکومتیں اپنے اسلحے اور طیاروں کے میزائلوں کا رخ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ’جائے اسراء‘ (فلسطین) پر غاصب یہود کی طرف متوجہ کرتیں، یہ اسرائیل کے ساتھ مضبوط سٹریٹیجی تعلقات قائم کرتی ہیں۔ کل صلیبی امریکی طیارے قطر کی العدید اڈے اور ترکی کے اینجیرلیک (Incirlik) اڈے سے اڑتے تھے تاکہ وہ عراق، افغانستان اور شام میں ہمارے بھائیوں پر بمباری کریں اور آج بھی منظر صومالیہ میں دہرایا جا رہا ہے، جہاں یہ اپنے پیسوں، طیاروں اور تمام وسائل سے ان لوگوں کے خلاف لڑ رہے ہیں جو اپنی زمین اور عزت کے دفاع میں صلیبی غاصبوں کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔

یہ اس لیے آئے ہیں تاکہ ان لوگوں سے لڑیں جو اپنے ملک میں اللہ کے حکم کو قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ آئے ہیں تاکہ ان لوگوں سے لڑیں جو اس لیے جہاد کر رہے ہیں تاکہ ایک

صالح معاشرہ قائم ہو جہاں دین کی عالی اخلاقی اقدار عام ہوں۔ یہ آئے ہیں تاکہ انسداد و دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں سے لڑیں۔ ان پر افسوس ہے کہ کیسا فیصلہ کرتے ہیں۔

اسی طرح میں اس موقع پر مغرب اسلامی اور خاص طور پر مالی میں اپنے مجاہد بھائیوں کو مبارکباد دینا نہیں بھولوں گا، ان کی تازہ فتوحات پر، جو انہوں نے اللہ کے دشمن فرانسیسی غاصبوں، ان کے حواری مرتدین اور خوارج مارقین کے مقابلے میں حاصل کیں۔ یہ وہ خوارج تھے جنہوں نے اللہ کے مجاہد بندوں کے ساتھ غداری اور خیانت کا معاملہ کیا، جبکہ کافروں اور مرتدین کے ساتھ یہ خوارج امن و سلامتی کے ساتھ رہے، اور یوں انہوں نے اس خاص اور بڑی صفت کو پورا کر دیا جو ان کے سب سے پہلے پیشرو ذوالخویرہ تہی سے لے کر آج تک کے خوارج میں پائی جاتی ہے۔ اور (ابوبکر) بغدادی کے پیروکاروں نے جہاں بھی وہ گئے، اہل اسلام کو قتل کر کے اور بت پرستوں کو چھوڑ کر اس کی سب سے بڑی دلیل فراہم کر دی ہے۔

اسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس کی اولاد سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کی گردنوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے گزر جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں نے ان کو پایا تو ان کو قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔“ (رواہ البخاری)

پس اے مغرب اسلامی کے مجاہد بھائیو! اللہ کے دشمن کفار و مرتدین اور خوارج مارقین پر سختی کرو، ان پر سب راستوں کو بند کر دو، ان کی کوئی ایسی جائے پناہ نہ چھوڑو جہاں سے تم انہیں ذلیل و خوار کر کے نہ نکال چکے ہو، اور اپنے سب اعمال میں اللہ سے اجر کی امید رکھو۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اعمال قبول فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت و تمکین کی بشارت پر خوش ہو جاؤ، اور اپنے اس جہاد میں اللہ کے اس قول کو یاد رکھو۔

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِأَيِّدِيكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَيُذْهِبَ غَلِيظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبة: ۱۵، ۱۴)

”ان سے جنگ کرو تاکہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے، انہیں رسوا کرے، ان کے خلاف تمہاری مدد کرے، اور مومنوں کے دل ٹھنڈے کر دے، اور ان کے دل کی کڑھن دور کر دے، اور جس کی چاہے توبہ قبول کر لے اور اللہ کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔“

اور ہم فلسطین میں بسنے والے مسلمانوں کو خصوصاً اور ہر جگہ بسنے والے مسلمانوں کو عموماً اس دین اور اس کے ماننے والوں کی فتح اور اللہ کے دشمنوں کی ناکامی اور ذلت کے ظہور کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پس آج دنیا میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں، وہ عالمی ظالم سیکولر نظام کے زوال اور نام نہاد سپر پاوروں کی شکست و ریخت کا پیش خیمہ ہیں۔ اور بالخصوص امریکہ کے زوال کی علامات میں سے ایک اس کے احمق صدر بائڈن کا یہ اعلان ہے کہ وہ ہم جنس پرست قوم ہیں۔ پس اے اللہ کے بندو! یہی ہم جنس پرست قوم اپنی فوجوں، اڈوں، اور بحری بیڑوں کے ذریعے جزیرہ عرب کو روند رہی ہے۔ وہ قوم جو ہماری حکومتوں کی تنظیم سازی کے فیصلے کرتی ہے اور ہمارے وسائل لوٹتی ہے، وہ قوم ہم جنس پرست قوم ہے۔ یہ قوم، جس کا صدر پوری ڈھٹائی کے ساتھ فخریہ کہتا ہے کہ ان کی انتظامیہ ہر سطح پر ہم جنس پرستوں کو بھرتی کر رہی ہے، یہی وہ قوم ہے جس نے عالمی نظام کی بنیاد رکھی، جو دین کو حکومت سے الگ کرنے اور اللہ کے منہج کے خلاف قوانین کی بنیاد پر عوام کی عوام پر حکومت قائم کرنے کی بنیاد پر قائم ہے، اے اللہ کے بندو! یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے۔

اور بھی ایک عجیب تضاد ہے کہ جو اس متعفن و بدبودار امت کے مقابل کھڑا ہوتا ہے اس سے جنگ کی جاتی ہے اور اسے تمام برے اوصاف سے یاد کیا جاتا ہے اور سب سے بری مصیبت وہ ہے جو مضحکہ خیز ہو۔

اور اے امتِ مسلمہ! میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ امریکی صدر کا یہ اعلان ان کے لیے بد بختی کی گھنٹی ہے اور ہمارے لیے ان کے زوال کے قرب کی خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾ (الاسراء: ۱۶)

”اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو (ایمان اور اطاعت کا) حکم دیتے ہیں، پھر وہ وہاں نافرمانیاں کرتے ہیں، تو ان پر بات پوری ہو جاتی ہے، چنانچہ ہم انہیں تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔“

پس اے مسلمانو! تم خوش ہو جاؤ اور اللہ سے امید رکھو اور آنے والے مراحل کے لیے تیار ہو، پس خوش قسمت ہے وہ جسے اللہ اس زمانے میں اسلام کی نصرت کی توفیق دے اور اسے ثابت قدم رکھے یہاں تک کہ وہ اپنے جہاد، ثبات اور اس دین کی نصرت کا ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

اے اللہ! اپنے مجاہد بندوں کی ہر جگہ نصرت فرما۔ اے اللہ! صومالیہ، مغربِ اسلامی، شام اور جزیرۃ العرب میں ان کی نصرت فرما۔ یارب العالمین، اے اللہ! فلسطین میں اپنے بندوں کا مدد

گار و حامی ہو جا۔ اے اللہ! ان کی آسمانی وزینیں لشکروں کے ذریعے نصرت فرما۔ اے قوت والے، اے غلبے والے (یا قوی یا عزیز)!

اے اللہ! اے کتاب کے نازل کرنے والے، اے بادلوں کو چلانے والے، جلد حساب لینے والے، لشکروں کو شکست دینے والے! ہمارے دشمنوں کفار، مرتدین، روافض اور خوارج کو شکست دے، انہیں ہلاک کر دے اور ہماری ان کے مقابلے میں نصرت فرمادے۔ اے قوت والے، اے مضبوطی والے!

وصلی اللہ وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ و صحبہ أجمعین

☆☆☆☆☆

بقیہ: جمہوریت کا جال

ایسی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا انتخاب کرنا جو صرف مسلمانوں کے لیے فائدہ مند ہوں بذاتِ خود ایمان کا حصہ ہے، کیونکہ مسلمانوں کے لیے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

قرآن کی نصرت

مرکزی قیادت، جماعت قاعدۃ الجہاد

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَعَلَّكَ بَخِيلٌ لِّمَنِذِرٍ
بِأَسْمَاءٍ يُدْأَىٰ مِنْ لَّدُنْهُ وَيُكْفَّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ
أَجْرًا حَسَنًا ۝

”تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی، اور اس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہیں رکھی، ایک سیدھی سیدھی کتاب جو اس نے اس لیے نازل کی ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے، اور جو مومن نیک عمل کرتے ہیں ان کو خوش خبری دے کہ ان کو بہترین اجر ملنے والا ہے۔“

اور اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ پر جو زمین پر چلتا قرآن تھے، اور آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

حالیہ دنوں میں دنیائے قرآن کی توہین کرنے کی ایک سنگین دعوت عام دیکھی، بالکل اسی طرح جس طرح لوگوں کو دسترخوان پر اکٹھا کھانے کے لیے بلایا جاتا ہے۔ اس سے مقدس ترین شعائر اسلام کے خلاف دیرینہ صلیبی نفرت اور کراہت کھل کر سامنے آگئی۔ اس عالمی مخالفانہ مہم کی وجہ قرآن حکیم کی وہ واضح کامیابیاں ہیں جس نے صلیبی یورپ کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے، قرآن کریم نے اپنے دلائل، آیات اور ہدایات کے ساتھ انہیں ان کے گھر کے اندر مقابلہ کرنے سے عاجز کر دیا ہے اور حقانیت اسلام کے لشکروں نے ان کی صفوں کو منتشر کر دیا ہے، ان سے انہی کے بیٹے چھین کر اللہ تعالیٰ کے دین اسلام میں فوج در فوج داخل کر دیے ہیں۔ پس قرآن کریم نے ان کا وہ حال کر دیا جس کی تصویر کشی یہ آیت کرتی ہے:

بَلْ تَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَنصَعُغَةً فَيَاقُذًا هُوَ زَاجِقٌ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا
تَصِفُونَ. (سورة الانبياء: ١٨)

”بلکہ ہم تو حق بات کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں، جو اس کا سر توڑ ڈالتا ہے، اور وہ ایک دم ملیا میٹ ہو جاتا ہے، اور جو باتیں تم بنا رہے ہو، ان کی وجہ سے خرابی تمہاری ہی ہے۔“

اے پیاری امت! پیشک اسلامی مقدسات کی توہین، ان تمام دوارب مسلمانوں کی توہین ہے جو کرۂ ارض کی کل آبادی کا چوتھائی حصہ ہیں۔ یہ توہین مسلمانوں کے خلاف روبہ عمل صلیبی لائحہ عمل کی روزانہ کی بنیاد پر دائرہ جانی والی اہم ترین شق ہے۔ گوانتانامو، بگرام، ابو غریب اور کفار کی دیگر جیلوں میں قیدی مجاہدین کی روحانی تعذیب کے لیے یہی گھناؤنا حربہ اختیار کیا جاتا

رہا۔ بعد ازاں جب اسلام نے بہت سے محاذوں پر صلیبیوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی تو صلیبی صیہونی منصوبہ سازوں کو اپنی ان شکستوں سے معلوم ہو گیا کہ ان کے بھاری بھر کم عسکری وسائل فتح کے لیے ناکافی ہیں۔ پس انہوں نے مقدسات اسلام کی توہین کا ہتھکنڈہ اپنالیا کہ شاید اس طرح وہ امت مسلمہ کے جذبات کو مجروح کر کے اور روحانی اذیت دے کر اس کی ایمانی غیرت و حمیت سلب کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ یقیناً ان کی خام خیالی ہے، وہ دانستہ انجان بن رہے ہیں کہ ہم غیرت مند امت ہیں، ظلم برداشت کرنے کے عادی نہیں۔ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے تمام مقدسات کا ایسا انتقام لیں گے جس کی مثال نہیں ملے گی اور نوجوانان اسلام قرآن کریم کی حرمت پر، اس مجرمانہ حملے پر مردوں کی طرح خاموش نہیں بیٹھے رہیں گے۔

دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانو! آج ہم تمام اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ایسے امتحان میں کھڑے ہیں جو دین و دنیا کے امتحانات میں سخت ترین شمار ہوتا ہے، اور ہمارے مشترک مستقبل کے بارے میں انتہائی خطرناک ہے، آج ہم ان ارشادات ربانی کا سامنا کر رہے ہیں:

﴿وَلْيَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرَهُ﴾ ترجمہ: ”ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت کرتا ہے جو اس کی نصرت کرتے ہیں۔“

﴿إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ ترجمہ: ”اگر آپ رب تعالیٰ (کے دین) کی نصرت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت کریں گے۔“

پس اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کی خاطر پوری امت سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے رب کی کتاب کی نصرت کرے اور مکمل توفیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھے کہ اس کے بندوں نے اس کی کتاب کا ایسا عظیم انتقام لیا ہے جو انظار مذمت اور مظاہرہ تک محدود نہیں۔ صلیبی تو ایک عرصے سے ہمارے رونے دھونے اور مذمتوں کے عادی ہیں، صرف یہی ہوا تو اس کے بعد وہ دوبارہ دوارب امت مسلمہ کی توہین و تذلیل کرنے لگیں گے۔

سویڈن اور ڈنمارک دو چھوٹے سے حقیر ملک ہیں، جو دنیا کے نقشے میں دو نقطوں کی مانند ہیں۔ اس کے باشندوں کی تعداد ہماری امت کے عشر عشیر بھی نہیں ہے، ان کا ہماری امت کو خاطر میں نہ لانا ہماری محبوب امت کے لیے انتہائی شرمناک ہے۔ ہماری محبوب امت کو زیب نہیں دیتا کہ وہ نماز میں اپنے رب کا کلام پڑھے اور اسی کلام کو ان کے سامنے ٹی وی کی اسکرین پر پامال کیا جائے اور وہ ان مجرموں سے انتقام لینے کی خاطر اٹھ کھڑے نہ ہوں۔ ہر روز نماز میں اپنے

قبلے کا رخ کرتے ہوئے، کہ جس پر دشمن قابض ہے، مسلمان کیسے سکون سے رہ سکتے ہیں، جب تک کہ وہ قابض صہیونیوں کے آلہ کاروں سے اسے چھڑانے کی خاطر حقیقی جہاد کے لیے اٹھ کھڑے نہ ہوں۔ یہ پے درپے ہونے والی توہین اسلامی فقہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی شدید ترین صورتوں میں سے ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کے مرتکبین اور ان کے حامیوں پر سخت ترین سزا نافذ کرنے کی مکمل کوشش کرے۔ یہ عادلانہ آسمانی فیصلہ اہل قبلہ کے ہاں اجماع امت کے ان مواضع میں سے ہے جس میں آج تک کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ یہ بار بار ہونے والی دانستہ توہین ہے، جسے آئینی تحفظ اور میڈیا کوریج حاصل ہے۔ یہ مجرمانہ عمل ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اہل ایمان کے گھروں تک بھی جا پہنچتا ہے اور ان کے نہ چاہنے کے باوجود ان کے سامنے اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اور جب معاملہ اتنا سنگین ہو چکا ہے تو حق یہ ہے کہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض عین ہے کہ وہ ان ظالموں کی سرکوبی اور جنگ کے لیے اپنی تمام توانائیاں خرچ کرے تاکہ آئندہ یہ توہین کے ارتکاب کی سوچ سے بھی باز آجائیں، چہ جائیکہ وہ اس کے عادی بنیں۔ اور لازم ہے کہ عالم اسلام کا ردِ عمل جرم کے حجم اور تکرار کے مطابق اور اس ارشادِ بانی کا آئینہ دار ہو: ﴿وَلْيَجِدُوا فِيكَ الْغَلْظَةَ﴾ ترجمہ: ”چاہیے کہ کفار آپ میں اپنے خلاف شدت پائیں۔“

سو اولاً تو اس جرم مسلسل میں شریک ہر فرد کو قتل کیا جائے، دنیا بھر میں سویڈن اور ڈنمارک کے سفارتخانوں کو نذرِ آتش کیا جائے اور ان کے سفارتی عملے کو نشانِ عبرت بنا دیا جائے۔ ہاں! ساتھ ہی ساتھ ہم اس سنگین منکر کے خلاف غصے اور مذمت کے اسلامی مواقف کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، بعض اقوام اسلام اور معزز تاجروں کے غیظ و غضب کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور جامعہ ازہر شریف کے موقف کو بنگاہِ تحسین دیکھتے ہیں، اور ہم اللہ جل جلالہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ازہر شریف کی آب و تاب اور عزت کو بڑھائے اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ادا کرنے والا بنائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امت مسلمہ آج ایک جنگی صورتحال و صف بندی کا سامنا کر رہی ہے، جس میں صلیبی گماشتے براہِ راست قرآن کریم کو نذرِ آتش کر رہے ہیں اور صلیبی جنگ کے سردار اپنے لشکروں، ساز و سامان، حکومتوں اور عوام کے ساتھ ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ ان میں سر فہرست سویڈن اور ڈنمارک کے بادشاہ ہیں جو اپنے سروں پر بڑی صلیب سجائے صف میں اکڑا کر چل رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں دوا رب امت مسلمہ ہے، لیکن افسوس کہ تاحال کوئی ایک شہسوار بھی آگے نہیں بڑھا۔

پس مغربی ملکوں میں بسنے والے اے ابطالِ اسلام! اور ہر جگہ موجود ایمان کے پاس بانو! اللہ واحد و قہار کے کلام کی نصرت میں سرعت و جلدی کرو۔ اس مقدس جہاد میں آج کے دن آپ ہی اسلام کے نیزے کی آئی اور ہر اول دستہ ہیں، اور ہمیشہ آپ ہی امت کا وہ اسلحہ اور تزویراتی اثاثہ ثابت ہوئے ہیں جو اللہ جل جلالہ نے ان مجرموں کو سزا دینے اور کیفرِ کردار تک پہنچانے کے

لیے خاص اپنے فضل سے تیار کیا ہے۔ اور (اب بھی) باذن اللہ آپ ہی کے ہاتھوں مسلمانوں کے سینے ٹھنڈے ہوں گے، سو ہم خود کو اور اپنی پیاری امت کو کارروائیوں کے ایک ایسے بڑے سلسلے کے لیے نفیرِ عام کی دعوت دیتے ہیں جس کا شعار و عنوان ”قرآن کی نصرت“ ہے، اور ہم اپنی امت کے غیرت مند نوجوانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ تین تین افراد کا مجموعہ بنا کر ہر اس شخص کو ادب سکھا دیں جسے اس کا نفس مقدساتِ اسلام کی توہین کی پٹی پڑھائے۔ ان غیرت مند نوجوانوں کو ہم یہ دعوت بھی دیتے ہیں کہ وہ اللہ جل جلالہ کی کتاب کی نصرت و انتقام کے لیے دوڑ کر میادینِ جہاد میں موجود مجاہدین سے آملیں، کیونکہ اس عظیم واجب کی ذمہ داری تنہا ایک چھوٹی سی جماعت پہ ڈال دینا کسی طور مناسب نہیں۔

اللہ جل جلالہ نے ہمارے لیے اور ہماری امت کے لیے (جہاد کی صورت میں) اپنے ساتھ تجارت کا راستہ کھول دیا ہے، سو ہم سب کو چاہیے کہ پورے عزم اور سرعت کے ساتھ اس تجارت میں اپنا سرمایہ لگا دیں، کیونکہ ’چارلی ایبڈو‘ میں ہمارا پیغام مغرب کو ابھی ٹھیک سے سمجھ نہیں آیا اور لگتا ہے کہ اسے مطلوب مقدار میں سزا نہیں ملی جو آئندہ اسے باز رکھتی۔ پس اے ابطالِ اسلام! آپ ان قرآن دشمنوں کے مقابلے کے لیے آگے بڑھیں، جو آپ کے مقابلے پر آگے بڑھے اس کا سر اڑا دیں اور انہیں موت کا وہی جام پلائیں جو چارلی ایبڈو میں شہید کواشی برادران رحمہما اللہ نے انہیں پلایا تھا۔ شیرِ اسلام محمد البوری (اللہ ان کی مشکلات آسان فرمائے) آپ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ پس مبارکباد در مبارکباد ہے اس کے لیے جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب، ائمہ مسلمین اور عامۃ المسلمین کا خیر خواہ، مخلص اور مددگار بن کر ان دشمنوں کے مقابلے میں آئے، اور آپ جان لیں کہ ہماری حقیقی جنگ قرآن کریم کی توہین کرنے والے کٹھ پتلیوں تک محدود نہیں، بلکہ دراصل یہ جنگ صلیبی حکومتوں، ان کے آئین اور ان حکومتی اہلکاروں تک پھیلی ہوئی ہے جو ان حقیر کٹھ پتلیوں کی پشت پناہی اپنی عسکری طاقت سے کر رہے ہیں۔

اسی طرح ہم امت مسلمہ کو ایسے معرکے کی دعوت بھی دیتے ہیں جس میں نہ خون بہتا ہے، نہ مشقت ہوتی ہے اور وہ ہے ’خاموش قتل‘، یعنی ’اقتصادی مقاطعہ‘ (باہکات)، اور اگر ہم قرآن کی نصرت کی خاطر بھی اپنی شہوات کو محدود نہ کر سکیں تو پھر ہم میں کوئی خیر نہیں۔

اسلامی ممالک کی حکومتوں کے بے کار ردِ عمل..... دبے لفظوں میں ڈرتے ڈرتے مذمت کرنا اور سفیروں کو احتجاجی یادداشتیں پیش کرنا..... اس پر ہتکیہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ طرزِ عمل جہاں ایک طرف ان حکمرانوں کی کمزوری اور ذلت کو ظاہر کرتا ہے، اس سے بڑھ کر یہ طرزِ عمل مقدسات کی مسلسل توہین پر دشمنوں کو مزید جری کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرزِ عمل (بے فائدہ زبانی جمع خرچ) نے ہند کے مجرم مودی کو مسلمانوں کے قتل کی مزید جرأت دی۔ (اسلامی ممالک کی) یہ حکومتیں دراصل اسلام اور مسلمانوں کی ہی دشمن ہیں اور دین پر غیرت کی اہل ہی نہیں۔

امارتِ اسلامیہ کو حاصل ہونے والی کامیابیاں

متاثرہ خاندان کے ہر فرد کو ایک لاکھ افغانی کی رقم دی گئی اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ ان کے لیے نئے گھر تعمیر کیے جائیں گے۔ نئے گھروں کی تعمیر کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔

امارتِ اسلامی لوگوں کو نئے ذاتی کاروبار شروع کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے تاکہ ملک کی برآمدات میں اضافہ ہو اور ملکی معیشت مضبوط ہو۔ افغانی معیشت کو قوت و سہارا دینے کے لیے بہت سی نمائشوں کا انعقاد کیا گیا تاکہ افغان قوم درآمد شدہ مصنوعات کے بجائے اپنے ملک کی بنائی ہوئی اشیاء استعمال کرنے کی طرف راغب ہو۔

تعلیم

اب تعلیم کے مسئلے کی جانب آتے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں تعلیم کے بغیر کوئی بھی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ امارتِ اسلامی کے قائدین کے مطابق، وہ خواتین اور بچوں کے لیے تعلیم فراہم کرنے سے پہلے تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایسی محفوظ فضا قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں وہ کسی بھی قسم کے نقصان یا خطرے کے اندیشے کے بغیر، باسانی تعلیم حاصل کر سکیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ طبی تعلیم کی تحصیل میں مشغول طالبات کو ان کے تعلیمی اداروں سے نہیں روکا گیا۔

مجموعی طور پر آج کا افغانستان اس افغانستان کی نسبت کئی گنا زیادہ پر امن ہے جو مغرب کے جبری قائم کیے ہوئے جمہوری نظام، اس میں حصہ لینے والے مغرب زدہ افغانوں اور بیرونی طاقتوں کی ہمہ وقت مداخلت پر مشتمل تھا۔

سویڈن، ناروے اور یورپ بھر میں بسنے والو! اے اسلام کے پاسانو! انتقام کا فریضہ آپ پر سب سے پہلے اور فوری طور پر فرض عین ہو چکا ہے اور پھر آپ کے بعد دوسرے مسلمانوں پر بھی فرض عین ہو چکا ہے۔ آپ ذرا اللہ جل جلالہ کے اس قول پر تدبر کریں جس میں وہ آپ کو اپنے وصال پر ابھار رہا ہے:

﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (الحديد: ۲۱)

”ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف، اور اس جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

اور اپنے دلوں میں اپنے خالق کا یہ قول پیوست کر لیں جس میں آپ کو اپنی جانوں کا سودا کرنے کی ترغیب دے رہا ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (البقرة: ۲۰۷)

”اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان کا سودا کر لیتا ہے، اور اللہ (ایسے) بندوں پر بڑا مہربان ہے۔“

اور یقین رکھیں اللہ جل جلالہ کا انعام آپ کی قربانی کے بقدر ہو گا۔ ہر محاذ پر موجود مجاہدین امت اور ابطالِ اسلام کو بھی ہم خصوصی دعوت دیتے ہیں بالخصوص ہر جگہ موجود مجاہدین القاعدہ کو، کہ آپ کا بنیادی کام اور ہدف معرکتہ القرآن ہو۔ آپ اپنی جانب سے اللہ کو ایسے اعمال دکھائیں جو اسے راضی کر دیں اور معاملہ یہ ہو کہ کفار جو ہم سے سن رہے ہیں اسے عمل پذیر ہو تا دیکھ لیں۔ ہم اللہ جل جلالہ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے عزائم کو قوی کر دے، آپ کو ثبات بخشنے اور آپ کی نصرت فرمائے، تاکہ آپ امت کی امید اور حسن ظن پر پورا اتر سکیں۔ اسی طرح اللہ عزوجل سے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں سے امت کے سینوں کو ٹھنڈا اور دلوں کو خوش کر دے۔

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ یوسف: ۲۱]

”اور اللہ کو اپنے کام پر پورا قابو حاصل ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔“

اجنبی _____ کل اور آج

الشیخ المجاہد النجیہ حسن عزیز شہید رحمہ اللہ

الشیخ المجاہد حسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر 'اجنبی _____ کل اور آج'، آنکھوں کو رلائی، دلوں کو نرمائی، گرمائی، آسان و سہل انداز میں فرضیت جہاد اور اقامت دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیت جہاد اور اقامت دین (گھرتا ایوان حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللہم ارحمنا شہادۃ فی سبیلک واجعل موتنا فی بلد رسولک صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ!)۔ ایمان کو جلا بخشتی یہ تحریر مجلہ نوائے غزوہ ہند میں قسط وار شائع کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

دعوت اُسی ایمان کی طرف کیوں نہیں دیتے؟

قرآن مجید صراحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ اس دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، انھوں نے کن بنیادوں پر انسان کو مخاطب کیا؟ خیر و شر کے کیا پیمانے دنیا کے سامنے پیش کیے؟ کن چیزوں کو انسانیت کے اصل مسائل قرار دیا، اور ان کا کیا حل پیش کیا؟ آدم ثانی، اور زمین میں بھیجے گئے سب سے پہلے رسول سیدنا نوح علیہ السلام کے الفاظ میں اس دعوت کا نمونہ ہمارے سامنے ہے، آپؑ نے فرمایا:

يَقَوْمِ اِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْا ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ
مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۝ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاءَ لَا
يُؤَخَّرُوْنَ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ نوح: ۲-۴)

”اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت تک) مہلت دے گا۔ یقیناً اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو نالا نہیں جاتا۔ کاش تم (ان باتوں کو) سمجھتے۔“

توحید، رسالت اور آخرت _____ یہ دعوت کے وہ بنیادی موضوعات ہیں جو زمانے کی تبدیلی کے باوجود بدل نہیں سکتے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے انھی بنیادی عقائد کو ذہنوں میں راسخ کرایا، انسانوں کو اللہ کی توحید کے اقرار اور طاغوت سے انکار کی طرف بلا یا۔ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کو مقصد زندگی ٹھہرایا، اپنی اطاعت اور اللہ کے دین پر عمل (دین کی اقامت) کی دعوت دی، اس اطاعت و عدم اطاعت کے انجام سے آگاہ کیا اور پوری شدت سے انذار و تبشیر (ڈرانے اور خوشخبری دینے والے) کا یہ کام کیا۔ آخرت کے عذاب اور ثواب کی طرف متوجہ کرنا ان کا اتنا نمایاں وصف تھا کہ قرآن نے ان کو بنیادی طور پر ”مبشرین“ اور ”منذرین“ قرار دیا۔

ان برگزیدہ ہستیوں نے دنیا والوں کو سمجھایا کہ غیب کی جو خبریں ہم لائے ہیں ان کو من و عن قبول کر کے ہمارے پیچھے پیچھے چلنے کے سوا کامیابی اور نجات کا کوئی تصور نہیں۔ منصب نبوت کے عالی منصب حاملین _____ نوح، ہود، صالح، شعیب، لوط علیہم السلام یا کسی بھی اور نبی نے

اسلام وہ دین کامل ہے، جسے اللہ وحدہ لا شریک نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے۔ حق صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے۔ کفر کے تمام عقائد و تصورات، اقدار و قوانین اور اس پر مبنی نظام حیات _____ اس حق کے مقابلے میں بے اصل ہیں، مردود ہیں، باطل ہیں، چاہے ان کے پیچھے صدیوں کی تحقیقات، تجربات و روایات اور کتنے ہی عبقریوں کی عرق ریزیاں کیوں نہ ہوں۔ بھلا ایک حقیر سی بوند سے پیدا ہوا انسان جسے نہ دنیا میں اپنی آمد (پیدائش) پر کوئی اختیار تھا، جو نہ یہاں سے اپنی روانگی (موت) روکنے پر قادر ہے، اسے سچ کے سارے عرصے کے لیے پوری نوع انسانی کے لیے خیر و شر، فلاح و ترقی، فوز و کامرانی کے تصورات وضع کرنے پر قادر کیسے مان لیا جائے؟ یہی معاملہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مقابل انسانی وضعی قوانین کا بھی ہے۔ جب انسان خالق نہیں، رب نہیں _____ اسے الہ اور حاکم کیسے تسلیم کر لیا جائے؟

درست اور نادرست کے پہانے وہی برحق ہیں جنھیں فاطر السلوٰۃ والارض نے پیدا فرمایا ہے، جس کے قبضہ قدرت میں ہمارے دل و دماغ اور سب صلاحیتیں ہیں۔ اس نے ہی دنیا اور اس کی اشیاء کو ہمارے لیے برتنے کی چیزیں بنایا ہے، زوال ان کا مقدر ہے۔ پھر اس دنیا کو جنت کیسے مان لیا جائے؟

پس وہ لوگ جو گونگے، بہرے، اندھے ہیں، جو سب سے بڑھ کر خسارے میں رہنے والے ہیں، جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی کے لیے بھٹک کر رہ گئیں، جن کے لیے روز قیامت میزان تک قائم نہ کی جائے گی _____ اور جن کے دو ڈھائی سو سالہ علمی، تمدنی، فکری، سائنسی، عمرانی و سیاسی انقلابات و ترقیات کی کل حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ: وَقَدْ فَتَنَّا اِلٰی مَاعَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَعَلْنٰهُ هَبْءًا اَمْتًا نُّؤْوَا (الفرقان: ۲۳) ”اور دنیا میں جو یہ لوگ عمل کر گئے ہیں، ان کی طرف ہم متوجہ ہوں گے اور ان کو اس طرح رائیگاں کر دیں گے جیسے بکھری ہوئی دھول“ _____ تو ان جاہلوں کو یہ اختیار کیسے دے دیا جائے کہ وہ کامیابی کے ان اصولوں کو رد کر دیں جو اور کسی نے نہیں، خود خالق ارض و سموات نے انسان کو عطا کیے اور جنھیں کائنات کے افضل ترین انسانوں نے دنیا والوں تک پہنچایا؟

اپنی قوموں کو (اپنے مادی مسائل کے حل کے لیے) حقوق کی جدوجہد کی نہیں بلکہ (حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بابت) فرائض کی بجا آوری اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے کی دعوت دی۔ دنیا کی محبت کو انسانوں کے دلوں سے نکلنے کی سعی کی۔ لذتوں اور راحتوں کا اصل گھر دارِ آخرت کو قرار دیا۔ دنیا کی زندگی اور سامان کو ”مَتَاعُ الْغُرُورِ“ اور ”مَتَاعٌ قَلِيلٌ“ کہا ہی نہیں بلکہ دلوں میں اس کا یقین بٹھایا، اور اس یقین پر مبنی طرزِ حیات پر اپنے پیروکاروں کو کاربند کیا۔ حق کے ان رازدانوں نے فوز و فلاح کا جو تصور بنی آدم کے سامنے پیش کیا، اسے ہمارے لیے قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ الْجُودَ كَمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَن زُجِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (ال عمران: ۱۸۵)

”ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو تو جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو دراصل وہ کامیاب ہو گیا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر دھوکے کا سودا ہے۔“

اس منزل مقصود کو سب سے بڑھ کر پانے والے خود انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے کوئی آگ میں ڈالا گیا اور کامران ہوا، کسی کی گردن کاٹ دی گئی اور کامیاب ٹھہرا، کوئی جلاوطن رہا اور بامرِ اد ہوا۔ اسی طرح ان کے پیروکار جن کے جسموں پر لوہے کی کنگھیاں پھیر کر گوشت اور ہڈیاں جدا کی گئیں، جو آروں سے چیرے اور آگ کی خندقوں میں پھینکے گئے لیکن دین پر حق رہے تو وہ پورے پورے کامیاب رہے۔ لیکن وہ جو ان کے مقابل ہوئے نفع و نقصان کے پیمانے بنانے والے تو چاہے وسائل دنیا سے لدے تھے، خزانوں کے مالک تھے، ترقیات میں غرق اور اقتدار سے بہرہ مند تھے، وہ سبھی اور ان کے کاسہ لیس ناکام ہیں، نامراد ہیں اور گھلے میں ہیں۔

فلاح و خسران کا یہ عقیدہ جو ہمارا دین ہمیں دیتا ہے ہر زمانے کے انسان کے لیے ہے۔ اس کے ہدف کو حاصل کرنے والے مُقْلِحُونَ یعنی آخرت میں اپنی منزلِ مراد اور دنیا میں اس کے لیے مطلوب راہِ ہدایت کے پانے والے ہیں۔ جب کہ اسے کھونے والے خَاسِرُونَ دنیا میں سعادت اور آخرت میں نجات سے محروم ہیں۔ یہی سعادت و شقاوت انسانیت کا سب سے بڑا مسئلہ (البشو) ہے، جسے جاہلی تہذیب اپنے لائحہ عمل کی تنفیذ کے ذریعے ہماری نگاہوں سے اوجھل کرانا چاہتی ہے، جب کہ ہمارے لیے اس کی تذکیر (یاد دہانی) سے ادنی غفلت برتنا بھی موت ہے، کیونکہ اس کو فراموش کرنا عہدِ الست کے ازلی تقاضوں کو فراموش کرنا ہے۔

جہاں تک بات ہے دنیا کی نعمتوں، رزق اور وسائلِ رزق کی، تو اللہ کی کتاب ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے جب انسانوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی تو ان نعمتوں، (رزق، قوت اور ان کے وسائل) کو تقویٰ، استغفار و توبہ، آیاتِ الہی کی پیروی و اقامت، اور شریعت کی پابندی سے مشروط کیا۔ اپنی قوموں کو باور کرایا کہ اگر تم یہ سب کچھ کرو گے تو ہم نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں یہ سب نعمتیں عطا فرمائے گا۔ رحمن و رحیم رب کی یہ سنت قرآن حکیم میں مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۲-۳)

”اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے (تنگی اور مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو گا۔“

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (اعراف: ۹۶-۹۷)

”اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔“

رہا یہ سوال کہ کفار پر وسائلِ دنیا کی بارش کیوں ہے؟ تو ہمارے رزاق رب نے ہمیں بتایا ہے کہ ان ناشکروں کو جتنے وسائل اور سامانِ زندگی میسر ہیں ان کے حق میں نعمتیں سرے سے ہیں ہی نہیں بلکہ یہ آہستہ آہستہ بربادی کی طرف لے جانے والے (استدراج کے) پھندے ہیں۔ یہ ترقی نہیں بلکہ ڈھیل دینے (املاء) کی سنت ہے جو کافروں کے حق میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ اصل میں تو یہ وسائل ان کے حق میں عذاب کے ذرائع ہیں، جن کے ذریعے اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں توفیق اور نجات کے راستے سے روکتا ہے، اور مبتلائے مصیبت رکھتا ہے:

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (سورة التوبة: ۵۵)

”پس ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے سے ان کو دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور جب ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔“

مشین زندگی، ذہنی اضطراب، لاعلاج بیماریاں، اقتصادی غیر یقینی، معاشی ناہمواری، تکنیکی حوادث، خودکشی، بے انتہا جرائم، غلاظت و اخلاقِ باخنگی، خاندانی انتشار اور تنہائی! یہ سب ان کے لیے دنیاوی عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جو جسمانی و ذہنی عذاب، اولاد کے ہاتھوں ان

کفار کو جھیلنا پڑتا ہے اس کا تو تصور ہی تکلیف دہ ہے۔ کفار سے دنیاوی عذاب کے یہ وعدے دائمی ہیں۔ اہل بصیرت کو ان کا بتلائے عذاب ہونا صاف نظر آتا ہے:

وَلَا يَوَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُصِيبَهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (سورة الرعد: ۳۱)

”اور ہمیشہ کافروں پر ان کے اعمال کے بدلے آفت آتی رہے گی یا ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔“

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں بنی آدم کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ مومن کے لیے یہ اسباب نعمت اور فضل ہیں، اور ”حیوۃ طیبہ“ بسر کرنے کا ایک توشہ ہیں۔ ان کو جائز ذرائع سے حاصل کرنا اور اپنی ذات، اہل و عیال، اللہ کے بندوں پر اور فی سبیل اللہ خرچ کرنا عبادت ہے۔ دنیا کی یہ نعمتیں اگر انسان کو حاصل ہوں تو ان کے بارے میں جو رویہ اختیار کرنے کی قرآن ہدایت دیتا ہے۔ اس کی ایک جھلک یہ ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (سورة القصص: ۷۷)

”اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر، اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، تو بھی (لوگوں کے ساتھ) اسی طرح احسان کر۔“

ہمارے مالک نے دنیاوی نعمتوں کو محمود قرار دیتے ہوئے بھی انہیں زندگی کا مطلوب اصلی بنا لینے اور ان کے معاملے میں ”التَّكَاثُرُ“ ”زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی چاہت“ کا رویہ اختیار کرنے کو مذموم ٹھہرایا اور اس رویے کو غفلت کا سبب قرار دیا (اور ظاہر ہے غفلت کوئی معمولی چیز نہیں)۔ اللہ عز و جل نے حیات دنیا کو ترجیح دینا ___ اُن لوگوں کی بنیادی صفات میں سے قرار دیا جو یہاں اللہ کے تابع بن کر رہنے کے بجائے سرکشی کی زندگی اختیار کرتے ہیں:

فَأَمَّا مَنْ ظَلَمَ ۖ وَاتَّخَذَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ فَقَدْ أَلْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى (سورة الزمر: ۷۷-۷۹)

”جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، سو دوزخ (اس کا) ٹھکانا ہوگا۔“

ترجیح کہتے ہی اسے ہیں کہ خیالات کہیں مرتکز ہو جائیں۔ زبان پھر اسی کے تذکروں میں مگن رہتی ہے، توانائیاں اسی کے حصول میں صرف ہوتی ہیں، وقت وہیں کھپتا ہے، پیسہ اسی پر لگتا ہے۔ پس اگر ان سب جانی، مالی اور اوقاتی وسائل اور خود دعوت کا رخ دنیا کے اسباب کی طرف ہو تو ترجیح دنیا ہی ہوگی، اور اس کی زد کسی شے پر پڑے گی تو وہ آخرت کی تیاری (اور اس کی طرف دعوت) ہوگی:

بَنَىٰ تُؤْمِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَلْوٰى (سورة الاعلىٰ: ۱۶-۱۷) ”مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔“ بندہ مومن راہ آخرت کا مسافر ہے۔ اس کے پاس مال دنیا کا ہونا بجائے خود مذموم نہیں۔ کیونکہ یہ پاکیزہ مال اس کے لیے دست سوال سے بچاؤ، حقوق کی ادائیگی، فرائض کی بجا آوری، پاکیزہ نعمتوں کے حصول، جمعیت قلب، فراغت معاشی، پرورش اولاد، صدقہ و خیرات، فروغ دعوت، اور توفیق جہاد کا ذریعہ بنتا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

((نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْغِي الصَّالِحِ)) (احمد، مسند الشاميين)

”نیک آدمی کے لیے نیک مال کیا ہی اچھی چیز ہے۔“

لیکن نیک کمائی کی اتنی اہمیت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ زندگی کی ساری توانائیوں کو رزق کے حصول کی کوشش میں کھپانہ دیں۔ امام ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں باب ”الاقتصاد في طلب المعيشة“ کے تحت آپؐ کی یہ حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے:

((أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ۔ فَإِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ۔ خُذُوا مَا حَلَّ، وَدَعُوا مَا حَرَّمَ)) (سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات)

”اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور رزق کو اجمالاً تلاش کرو (یعنی میانہ روی سے) کیونکہ بے شک کوئی فرد اس وقت تک ہر گز نہیں مر سکتا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہیں کر لیتا، اگرچہ اس کے ملنے میں اسے تاخیر ہو جائے۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور رزق کو اجمالاً طلب کرو، جو حلال ہو اسے لے لو اور جو حرام ہو اسے چھوڑ دو۔“

مال اور اونچے اسٹیٹس کی حرص جو انسان کو دنیا میں غرق کر دیتی ہے، اور دین کو اس کی نگاہ اور اس کے عملی رویوں میں ہلکا بنا دیتی ہے، کپڑے چادر کا بندہ اور نام و نمود کا پجاری بنا دیتی ہے۔

بقیہ: جنگِ آزادی میں مسلم علماء کا مقصد

اس طرح ایک وضاحت یہ سامنے آتی ہے کہ 'آزادی کی جنگ' کے نام پر تمام علماء کو ایک فہرست میں شامل کر دینا مناسب نہیں ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی جدوجہد کے پیچھے کار فرما افکار اور مقاصد مختلف تھے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم سب سے پہلے نبوی مقصد کو سمجھیں، اور یہ دیکھیں کہ اس کسوٹی پر کون کھرا اترتا ہے؛ اور پھر ہم بھی اسی مقصد کے علمبردار بنیں۔ ہمارے لیے عمل کی بنیاد تاریخی واقعات نہیں ہو سکتے ہیں۔ ہاں جن اسلامی شخصیات نے نبوی مقصد کو اپنا ہدف ہمارے حوصلہ کا ذریعہ ضرور بن سکتے ہیں۔ لیکن جس بات سے آگاہی کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر ملت اس غلط فہمی کا شکار بن جائے کہ ہمارے اکابرین ایک آزاد سیکولر جمہوری ریاست کے قیام کی جدوجہد کر رہے تھے، تو یہ امتِ اسلامیہ کے سیاسی مستقبل کے لیے مہلک ثابت ہوگا، کیونکہ یہ سوچ ہمیں نبوی مقصد سے گمراہ کر سکتی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تاریخ کو اسلامی نقطہ نظر سے سمجھیں اور اپنے خیر امت ہونے کی بناء پر اپنے نصب العین کے لیے اسی بنیاد پر جدوجہد کرنے کے لیے گامزن ہو جائیں۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

[مستعار مضمون]

☆☆☆☆☆

بقیہ: اک نظر ادھر بھی

بھارت بھر میں مسلمانوں کی جان، مال، عزت، املاک حتیٰ کے عبادت گاہیں بھی اس ہندو توا دہشت گرد حکومت اور اس کے بلوائیوں سے محفوظ نہیں رہی ہیں۔ بابر کی مسجد تو ایک بڑا واقعہ تھا، اس کے علاوہ کتنی ہی مساجد کو قرآن پاک کے نسخوں سمیت جلایا گیا اور شہید کیا گیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس آج بھی وقت ہے کہ وہ اس حکومت اور اس کی دہشت گرد تنظیموں کی حقیقت کو پہچانتے ہوئے اپنی صفوں کو منظم کریں اور گائے اور بندر کے پجاری ان بزدلوں کو انہی کی زبان میں جواب دینے کی تیاری کریں۔

☆☆☆☆☆

اس کے بھیانک نتائج شمار سے باہر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوامع الکلم کے ذریعے امتیوں کو اس حرص کے شر سے آگاہ فرمایا، ارشاد ہے:

((مَا ذُنْبَانِ جَانِعَانِ اُزْسِلَا فِي غَنَمٍ بِاَهْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْئِي عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ)) (الترمذی، ابواب الزہد)

”دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں، وہ ان کے لیے اتنے تباہ کن نہیں ہوتے جتنی تباہ کن آدمی کی مال اور بلندی و برتری (اسٹیٹس) کی حرص اس کے دین کے لیے ہوتی ہیں۔“

ایک اور موقع پر آپؐ نے حبِ دنیا کی ہلاکت آفرینیوں کا بیان ان الفاظ میں فرمایا:

((.....قَوَّ اللَّهُ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُونا وَتُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتُمْ)) (مسلم، کتاب الزہد والرقائق)

”..... پس اللہ کی قسم مجھے تم پر فقر مسلط ہونے کا ڈر نہیں ہے بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا تم پر اسی طرح وسیع کر دی جائے جس طرح تم سے پچھلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم اس میں اسی طرح باہم مسابقت کرنے لگو جیسے کہ تم سے پچھلے لوگوں نے کی تھی، اور پھر وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح اُس نے انہیں ہلاک کیا تھا۔“

اسلام کی ان حیات آفریں تعلیمات کی پہلی مخاطب اہل ایمان کی وہ نسل تھی جس نے ایمانیات اور اعمال کا سبق براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت میں رہ کر سیکھا تھا۔ وحیِ الہی کی آیات اترتی رہیں اور انہیں ان کے اصلی گھر کی طرف متوجہ کرتی رہیں۔ وہی گھر جہاں سے بنی نوع انسان کے ماں باپ آدم و حوا کو شیطان نے نکلوا یا تھا اور ان کی نسل کو بہکانے (اور اس گھر میں واپس نہ جانے دینے) کی قسم کھائی تھی۔ صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لگاتار تیس برس تک قرآن حکیم کی آیات نمازوں میں، نشست و برخاست میں، خطبوں میں اور نزولِ وحی کے موقعوں پر سنتے رہے۔ ان کے عقائد و اعمال، عادات و اخلاق کا توازن کے ساتھ تزکیہ ہوتا رہا، کتاب اور حکمت کی تعلیم جو اول روز سے شروع ہوئی اور ”اللّٰهُمَّ الرَّحِيْقُ الْأَعْلٰی“ کے الفاظ کہنے تک جاری رہی، اس ساری سعی کا حاصل حصول اس کے سوا اور کیا تھا کہ ___ دنیا سے جو جائے جنت کو جائے، کامیاب ہو جائے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بہارِ جاں فزا کی رُت میں ڈھل جاؤ!

حضرت الامیر مولانا عاصم عمر شہید رحمہ اللہ

تک جلّ اللہ کو پکڑا نہیں جاسکتا۔ یہ جلّ اللہ کیا ہے؟ یہی شریعت ہے، یہی کتاب اللہ ہے جس کے نفاذ کے لیے آپ حضرات نکلے ہیں۔

ہر دور کے اندر مختلف نعروں سے، مختلف ناموں سے امت میں تفرقہ ڈالا گیا۔ اس دور میں جب روس کے آنے کے بعد جہاد شروع ہوا اور امت دوبارہ جہاد پر آئی، دنیا کے مختلف خطوں سے مسلمان اٹھ کر جہاد میں آنے لگے اور اللہ نے اس فریضے کو دوبارہ زندہ کر دیا، آپ دیکھتے ہیں کہ اس وقت جہاد کا ایک نعرہ تھا، امت کی بیداری کا ایک نعرہ تھا، تو سب اس پر جمع ہونے لگے۔ جیسے جیسے جہاد پختہ گیا، ویسے ویسے کفر کی تشویش بھی بڑھتی چلی گئی، چنانچہ انہوں نے وہی پرانا حربہ پھر استعمال کیا کہ مجاہدین کو، اس جہاد کو مختلف ناموں میں، مختلف دینی ناموں کے ساتھ تقسیم کرنا چاہا۔ اب اگر ہم تقسیم ہو جائیں اور اپنے اپنے علم بلند کرنے لگیں تو پھر دین کا علم پیچھے رہ جائے گا۔ دیکھیے! جہاد کے مزاج کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جہاد، جیسا کہ آپ نے جانا کہ پورے دین کا محافظ ہے، پورے دین کے احیا کا سبب ہے، تو جو دین کا مزاج ہے وہ اس جہاد کا بھی مزاج ہے۔ جس طرح دین بغیر متحد ہوئے قائم نہیں ہو سکتا، اسی طرح یہ جہاد بھی بغیر متحد ہوئے نہیں چل سکتا۔ لہذا مجاہدین اگر اس فکر میں ڈوبے ہوں، جہادی فکر ان پر غالب ہو اور امت کو امت بنانے کی فکر ان پر غالب ہو تو وہ تفرقہ بازی سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس میں کمی ہو، اس تصور میں کمی ہو تو تقسیم ہونے کے لیے چھوٹے چھوٹے نعرے بھی بہت بڑے بن جایا کرتے ہیں۔ تقسیم کا المیہ یہ ہے کہ کوئی بھی آپ تنازع کھڑا کر لیں، وہ اتنا بڑا نظر آئے گا کہ آپ کو لگے گا کہ دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ تو اس وقت یہ ہے۔ جہاد، رباط، کفر کو ختم کرنا۔۔۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں، سب سے پہلا مسئلہ تو یہ ہے۔ شیطان اس بات کو اس طرح مزین کر کے رکھ دیتا ہے کہ لوگ اور عقلیں اس کے اندر گھسٹی چلی جاتی ہیں اور امت کہیں اور رہ جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے قید لگائی کہ یہ مقصد متحد ہو کر حاصل ہو سکتا ہے، الگ الگ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مجاہدین کو اپنی صفوں میں مسلکی تعصبات کو ہوا دینے والی سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہیے

جو دشمنانِ اسلام ہیں، جو جہاد کے دشمن ہیں انہوں نے اس جہاد پر مختلف نام چسپاں کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ کسی کو کوئی نام دے دیں، کسی کو کوئی نام دے دیں، حالانکہ جہاد ایک ہی ہے۔ اس کا مقصد ایک ہے اور اس کا نتیجہ بھی ایک ہی نکلتا ہے، کفر کے غلبے کا ٹوٹ جانا اور اسلام کا غالب آجانا۔ لیکن جب اس پر مختلف لیبل چسپاں کر دیے جائیں گے تو اب یہ امت کا تصور ختم ہو جائے گا، وہ ایک طبقہ بن جائے گا۔۔۔ وہ دینی نام پر ہو، کسی طبقاتی نام پر ہو یا کسی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين، اما بعد. اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِيَعْتُهُمْ إِخْوَانًا﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

”اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔“

تفرقہ ایک مصیبت ہے!

مجاہدین کے لیے اس دور میں، اور امت کے لیے ہر دور میں، جو ایک بہت مشکل مرحلہ، جو ایک بہت بڑی تحدید رہی ہے وہ ہے تفرقہ۔ تفرقہ ایسی چیز ہے جو بنی بنائی امت کو اور بنی بنائی سلطنت کو توڑ دیتا ہے اور اس کا مسئلہ عجیب ہے کہ یہ جس نام پر بھی ہو، نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے۔ تفرقہ دنیاوی ہو، کسی دنیاوی نعرے پر ہو تو اس کا نتیجہ بھی وہی نکلے گا اور تفرقہ کسی دینی نعرے پر ہو تو اس کا بھی نتیجہ وہی نکلے گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا﴾ (سورة الانفال: ۴۶)

”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تنازع نہ کرو تو (ورنہ) تم ناکام ہو جاؤ گے۔“

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جو تنازع کرتے، وہ ناکام ہوتے۔ تنازع کرنے والا تو ظاہر ہے کہ کوئی ایک طبقہ ہوتا ہے تو ان کو ناکام ہونا چاہیے تھا، لیکن جن کا کوئی قصور نہیں ہے، جنہوں نے تنازع کیا ہی نہیں، ناکام وہ کیسے ہو رہے ہیں؟ تفرقہ ایسی ہی چیز ہے کہ صرف کرنے والوں پر اثر نہیں ڈالتا، جنہوں نے نہیں کیا، ان پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ انجام، قرآن کریم دونوں کا ایک ہی بیان کر رہا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ جو نعرہ لے کر تم نکلے ہو، جو دعوت لے کر تم نکلے ہو، اس کے لیے ایک شرط ہے۔ جیسا کہ قید لگائی ہے، وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا یہ اعتصام بحبل اللہ، جیسا ہو سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں ہو سکتا، فرداً فرداً نہیں ہو سکتا، الگ الگ رہ کر نہیں ہو سکتا۔ جب تک امت ایک امت نہیں بن جائے گی، فروعی اختلافات کو بھلا نہیں دیا جائے گا، تب

علاقائی نام پر ہو یا کسی اور نام پر ہو..... تو ہمیں اس باب میں بہت محتاط رہنا ہے۔ یہ حساسیتیں امت میں ہمیشہ رہی ہیں، ویسے بھی جو مذہبی وابستگی ہوتی ہے اس میں ایک عقیدت غالب ہوتی ہے، یہ خفی ہے، یہ سلفی ہے، یہ شافعی ہے، یہ حنبلی ہے..... اور اپنے اس خطے میں لے لیں..... امت کو مختلف ناموں سے تقسیم کیا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل کو اتنا بڑا بنا کر پیش کر دیا کہ بڑے بڑے باصلاحیت لوگ اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ جو عقائد متفقہ تھے، جو مسائل متفقہ ہیں، نہ متکلمین کا ان میں اختلاف ہو گا نہ ہی فقہاء کا اختلاف ہو گا، نہ محدثین کا اختلاف ہو گا..... اس سے دور کر دیا اور فروعی اختلافات کو اتنا بڑا بنا کر پیش کر دیا کہ گویا سب سے بڑا معرکہ تو یہ ہے۔ اس لیے آپ حضرات کو اس میں بہت کوشش کرنی ہے کہ جہادی صفوں میں کوئی دینی ایسا نعرہ جو آپ کی صفوں کو تقسیم کر دے، وہ حیات اور ممات کے نام پر ہو، وہ سلفیت اور حنفیت کے نام پر ہو، یا وہ علاقائی نام پر ہو، علاقائی کا خطرہ ذرا مجاہدین میں کم ہوتا ہے کہ وہ اس بت کو توڑ کر آتے ہیں لیکن یہ خطرات موجود رہتے ہیں اور اس کی باقاعدہ دشمن کی طرف سے کوشش کی جائے گی، آپ کی صفوں میں ایسے لوگ داخل کرنے کی کوشش کی جائے گی جو ان کو بڑا بنا کر پیش کر دیں، ان مباحث کو آپ کی صفوں میں اٹھائیں اور پھر میں نے کہا کہ ایسا بنا دیا جاتا ہے کہ امت کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہی ہے۔

دیکھیے! اپنے حالات کو سمجھنے کے لیے تاریخ ایک آئینہ ہوتی ہے۔ تاریخ آپ اٹھا کر دیکھ لیجیے، کسی بھی نام پر کسی بھی نعرے پر جب امت میں اختلاف پیدا کیا گیا تو اس سے امت کو فائدہ ہوا یا نقصان ہوا؟ غلبہ کس کا ہوا؟ کس کو فائدہ پہنچا؟..... وہ ہمارے لیے آئینہ ہے۔ چونکہ اپنے دور میں سب انہی مباحث کے اندر شامل ہو جاتے ہیں تو وہ بہت بڑی بات لگتی ہے۔ آپ حضرات نے کتب فقہ پڑھی ہیں، احناف کے زیادہ اختلافات آپ کی کتابوں میں کس سے آتے ہیں؟ شوافع سے! ایک دور جو مناظروں کا گزرا اس کی تاریخ آپ کو معلوم ہے کہ کتنا سخت رویہ ایک دوسرے کے بارے میں ہوتا تھا اور سخت زبان استعمال ہوتی تھی، بہت بہت غلط باتیں ایک دوسرے کی جانب منسوب کر دیتے تھے، لیکن آج شوافع اور احناف کا اختلاف زمین پر نہیں ہے تو آج آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شوافع کی برائی بھی نہیں کرتا کیونکہ وہ ایک دور تھا جو گزر گیا، اب ایک علمی بحث رہ گئی ہے صرف، وہ آپ جانتے ہیں کہ ان کے اپنے دلائل، احناف کے اپنے دلائل، ایک علمی چیز رہ گئی، علمی بحث رہ گئی۔ لیکن اس دور میں سلفیت اور حنفیت کو اتنا بڑا مسئلہ بنا کر پیش کر دیا کہ امت مسلمہ کا سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے، جب تک یہ حل نہیں ہو گا امریکہ کو شکست نہیں ہو گی، پہلے اس کو حل ہونا چاہیے۔ حالانکہ جتنے بھی مسائل ہوتے ہیں، جیسے ہم نے شوافع اور احناف کی مثال دی، علمی مسائل ہیں۔ طرز استدلال آپ کو معلوم ہے اصول دونوں کے آپ کو معلوم ہیں لیکن اس کو اتنا بڑا بنا کر پیش کیا گیا۔ باقاعدہ ریاستوں کی جانب سے سرمایہ کاری کی گئی، ادارے بنائے گئے مناظرہ سازی کے تاکہ یہ امت کہیں جڑ نہ جائے۔ ان اختلافات سے بٹنے کی تو پھر ظاہر ہے کہ کفر کی طرف اس کی توجہ جائے گی۔ ایسے

شواہد موجود ہیں کہ ایجنسیوں کے بڑے بڑے سربراہ علماء کے پاس باقاعدہ اس لیے جاتے ہیں کہ آپ نے تو عقیدہ چھوڑ دیا اپنا، یعنی ان کو ورغلا تے ہیں کہ آپ نے مناظرہ چھوڑ دیا گویا آپ نے اپنا عقیدہ چھوڑ دیا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنا عقیدہ کہاں چھوڑا؟ مناظرے چھوڑے ہیں! تو یہ پالیسی ہے باقاعدہ ریاستوں کی کہ وہ امت کو ان ناموں میں تقسیم کریں۔

مجاہدین کی دعوت پر کسی خاص مسلک کی چھاپ نہیں ہونی چاہیے

جہاد میں اگر ایک چیز ایسی آگئی..... مجاہدین نے اپنے اوپر اگر ایک لیبل ایسا لگا لیا..... دیکھیے! آپ کہیں سے آئے ہیں، یہ کہیں سے آئے ہیں، یہ کہیں سے آئے ہیں (حاضرین کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا)..... جتنے بھی جہادی جماعتوں کے بڑے ہوتے ہیں ان کے بارے میں اتنا تو معلوم ہوتا ہی ہے کہ ان کا مسلک یہ ہے، یہ ایک الگ چیز ہے، ایک ہے اپنی دعوت میں ان مباحث کو شامل کر لینا۔ آپ کی جہادی دعوت ہے، اس جہادی دعوت کے اندر ان مباحث کو آگے لے آنا جو اختلافی مباحث ہیں، اس سے پھر آپ پر لیبل لگتا ہے اور یہ لیبل جو لگتا ہے یہ حقیقی لیبل لگتا ہے۔ جب آپ نے ایسا لیبل اپنے اوپر لگا لیا اور دوسروں کے لیے اپنے ہاں آپ نے جگہ ہی نہیں رکھی، اپنے آپ کو صرف ایک طبقے میں آپ نے سمیٹ لیا تو بتائیں دوسرا کیوں آئے گا آپ کے پاس؟ وہ پھر اپنی جماعت بنائے گا اور اس طرح پھر مسلکوں کے نام پر اپنی اپنی جماعتیں بن جائیں گی اور جتنی دوریاں ہوں گی اتنے ہی حالات خطرناک ہوں گے اور اس کا نقصان آپ کے جہاد کو ہو گا۔ نہ آپ کا جہاد کامیاب ہو گا نہ ان کا جہاد کامیاب ہو گا، وہ (دشمن) پھر غالب آجائیں گے۔ اس لیے جہاد کی اہمیت جب آپ سمجھ گئے تو اس کے مقام کو بھی سمجھیے کہ یہ سب کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے لے، جس کے ہاتھ میں چاہے علم دے دے، اور جس کو اللہ نے دے دیا یہ امانت ہے اب اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ سب کو ساتھ لے کر چلے۔ جتنے اہل سنت والجماعت کے طبقات ہیں، ان سب کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ اپنی دعوت پر کوئی ایسی چھاپ نہ لگنے دے جس سے دوسرے متغیر ہو کر بھاگ جائیں اور اہل علم جاننے ہیں کہ یہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔

روس دور میں بھی دیکھ لیجیے شیخ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ نے جو طرز اختیار کیا دعوت کا کیا، اس میں آپ کو کوئی چھاپ نظر آتی ہے، جہاد کے علاوہ؟ اول تا آخر کسی بچے سے بھی پوچھ لیں تو وہ کہے گا کہ یہ مجاہد تھا۔ کیونکہ ان کی دعوت میں درد ہی درد ہے، امت کا درد ہے، امت کی بات ہے، امت کی بات کرتے ہیں وہ کسی ایک طبقے کی بات نہیں کرتے، وہ کسی ایک خطے کی بات نہیں کرتے، وہ کسی ایک مکتب فکر کی بات نہیں کرتے۔ اس کے بعد شیخ اسامہ رحمہ اللہ کی آپ دعوت کو دیکھیے، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا اس میں کوئی خاص چھاپ نظر آتی ہے؟ یا ان کو صرف ایک خاص مکتب فکر نے مانا اور ان کے مخالفین نے نہیں مانا؟ نہیں! ان کی دعوت میں عمومیت ہے۔ انہوں نے نظام کفر کے خلاف بات کی اور امت کو بحیثیت امت اس کے مقابلے

کھڑا ہونے کی دعوت دی تو مخاطب نے وہی سمجھا جو انہوں نے سمجھنا چاہا۔ دیکھیے مخاطب غلط نہیں سمجھتا۔ جو آپ سمجھنا چاہتے ہیں مخاطب وہی سمجھتا ہے، جو دعوت امت کو انہوں نے دی امت نے وہی سمجھا، اس کو ایک مجاہد جانا، تو سلفی ہو یا حنفی ہو، حنبلی ہو یا شافعی ہو مالکی ہو سب نے ان سے محبت کی۔ سب نے، جس کی جو استطاعت تھی، ان کے سامنے پیش کر دیا۔ اسی طرح امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا طرز آپ دیکھیے، انہوں نے سب کو ایک جان کیا۔ شریعت کو نافذ کیا اور سب کو ایک جان کیا۔ ان کے پاس سب موجود تھے۔ جو ایک افغانی کا مقام تھا وہی ایک پاکستانی کا مقام تھا، جو ایک حنفی کا مقام تھا وہی ایک سلفی کا بھی مقام تھا۔ سب کے لیے وہی آزادیاں جہاد کے بارے میں، سب کے لیے وہی سہولیات، وہی خدمت، تو امت نے بھی ان کو اسی طرح جانا، سلفیوں نے بھی ان کو اسی طرح دیکھا اور حنبلیوں نے بھی ان کو اسی طرح دیکھا۔ حنفیوں نے امیر المومنین کہا تو سلفی بھی امیر المومنین کہنے میں پیچھے نہیں رہے۔ یہ ہے میری مراد کہ جہاد کی دعوت پر آپ کی کوئی خاص چھاپ نہیں لگنی چاہیے۔ لوگ آپ کو امت کا درد رکھنے والا ایک داعی ایک مجاہد، جو امت کو جمع کرنا چاہتا ہے اس نظام کفر کے خلاف، سمجھیں گے تو ان شاء اللہ پھر ہر جگہ سے آپ کے پاس لوگ آئیں گے۔ آپ کی دعوت میں بھی اور آپ کے مراکز اور آپ کی جماعت کے اندر بھی وہی ماحول ہونا چاہیے۔ ہر مجاہد کو پتا ہونا چاہیے کہ ان اختلافات کی جماعت کے اندر گنجائش نہیں ہے۔ ان مباحث کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ تو پھر جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ کہے گا کہ ہاں! ان کا اول و آخر غم کیا ہے؟ اعلائے کلمۃ اللہ! اور یہ اعلائے کلمۃ اللہ کو کسی خاص مکتب فکر میں خاص نہیں کرتے کہ بس علم ان کے پاس ہو گا تو یہی اہل حق ہیں اور باقی سارے ایسے ہی ہیں۔ خود بخود امت آپ کو پہچان جائے گی اور اصل تو آپ کا اللہ ہے جو آپ کے دلوں سے واقف ہے، جب وہ تعصب پاتا ہی نہیں آپ کے دل میں تو آپ کی دعوت کا ضرور مخاطب پر اثر ڈالے گا۔

اگر اس چیز سے ہم بچ سکے۔۔۔۔۔ تفرقوں سے۔۔۔۔۔ اور اپنی دعوت کو ہم اپنے پہلے والوں کی طرز ہی پر لے کر چلتے رہے، اپنی جماعت کو ہم اسی طرز پر لے کر چلتے رہے تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ پھر ضرور کامیاب کرے گا۔

وہ جماعت نہیں پنپ سکتی جو ایک مکتب فکر میں اپنے آپ کو محدود کر لے

یہ بہت نازک مسئلہ ہوتے ہیں اور اس میں دشمن باقاعدہ کوشش کرتا ہے، محنت کرتا ہے آپ کو توڑنے کے لیے۔ کبھی بھی کوئی چنگاری چھوڑ دے گا، کبھی یہ بھڑک گئے کبھی وہ بھڑک گئے۔ بھڑکنا نہیں ہے۔ باقی رہے مسائل تو آپ کو معلوم ہے کہ ساری علمی باتیں ہیں۔ اور جب مناظرہ بازی شروع ہوتی ہے تو جو عدل ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی جہاں بھرا مجمع ہو، ہزاروں لوگ ہوں تو کون کس کی بات مانے گا؟ لیکن وہ جب دور گزر جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے کہا، اپنے استادوں سے ہی آپ پوچھ لیں کہ اس میں شوافع کا مسلک کیسا ہے تو وہ آپ کو صحیح صحیح

علمی دلائل کے ساتھ بات بتا دیں گے۔ لیکن اگر یہی مناظرے شروع ہو جائیں تو بالکل معاملہ بدل جاتا ہے۔ یہ دور ہمارے خطے میں مناظرہ بازی کا پیدا کیا گیا ہے۔ مدارس کے اندر ماحول بنایا گیا ہے باقاعدہ کہ طلبہ اور ان کی صلاحیتیں آپس ہی میں لڑتی رہیں، نظام کفر کی طرف ان کی توجہ بالکل نہ جائے، اس لیے آج حیات و ممات کا مسئلہ ہو، سلفیت و حنفیت کا مسئلہ ہو، لگتا ہے کہ عالم اسلام کا سب سے بڑا درد تو یہ ہے۔ ایک ساتھی تھے انہوں نے امت کے حوالے سے ایک مضمون لکھا اور اپنے مدرسے میں جہاں پرچے لکھتے ہیں (نوٹس بورڈ) وہاں لگا دیا تو اس پر ہنگامہ ہو گیا۔ تو وہاں جو ذمہ دار تھے انہوں نے کہا کہ کیا یہ سیاست پر لکھتے رہتے ہو، یہ اتنے اتنے بڑے مسئلے امت میں ہیں، (یہی فرقوں کا انہوں نے ذکر کیا کہ) ان پر نہیں لکھتے؟ یعنی امت کا مسئلہ چھوٹا ہے اور یہ جو داخلی مسائل ہیں یہ بڑے ہیں۔ تو اگر یہ ماحول بنا دیا جائے، آپ اگر دس پندرہ دن ایسی کتابوں کا مطالعہ کریں جن میں مناظرہ بازی ہوتی ہے تو دماغ خراب ہو جائے گا۔ آپ بھی اس میں پڑ جائیں گے۔ تو باقاعدہ ہمارے مدارس کو اس میں ڈالا گیا ہے۔ ایجنسیاں دونوں طرف فنڈنگ کرتی ہیں، ادھر بھی ایجنسیاں فنڈنگ کرتی ہیں اور ادھر بھی کرتی ہیں، علم طاغوت ہی کا بلند ہو رہا ہے، لیکن نام کیا ہے کہ دونوں نے حق کا علم اٹھایا ہوا ہے کہ جیسے یہ جیت گئے تو دنیا میں حق غالب آجائے گا اور وہ جیت گئے تو دنیا میں حق کو غالب کر دیں گے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو پیسہ، جو وقت اور جو صلاحیتیں امت کی لگ رہی ہیں اس سے علم کفر ہی بلند ہو رہا ہے۔ اس لیے جہادی صفوں میں۔۔۔۔۔ جہادی مزاج اس کو قبول ہی نہیں کرتا۔۔۔۔۔ ایسی جماعت کبھی پنپ نہیں سکتی۔۔۔۔۔ جہاد کا مزاج اس کے بالکل الٹ ہے، جہاد امت کو جوڑتا ہے، اس کے علاوہ کسی بھی نام پر آپ جوڑ نہیں سکتے امت کو کیونکہ اس میں جو تقسیم ہوتی ہے وہی مقدم ہوتی ہے تو دوسرا آپ کے ساتھ کیسے آسکتا ہے؟ مدارس کی بات آپ کر لیں اگر، کوئی اور میدان لے لیں آپ، سیاست کا بے شک میدان ہو اس میں بھی سب کی اپنی اپنی ہوں گی۔ اس لیے ایک بہت بڑا خطرہ اس وقت جہاد کو یہ بھی ہے کہ مجاہدین کی صفوں میں دینی نام کے ساتھ انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی وہ جس مسلک سے بھی تعلق رکھتا ہے، اہل سنت والجماعت کے کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے اب اس کو مضبوط کرنا ہے۔ دیکھیے! اتحاد کے بارے میں کیسی کیسی احادیث آئیں، وہ جو فاسق و فاجر امراء کی اطاعت کی آئی وہ اسی لیے آئی ہے کہ ان کا جو نقصان ہوتا ہے وہ انفرادی ہوتا ہے اور جڑنے کے بدلے جو فائدہ ہوتا ہے وہ امت کا اجتماعی ہوتا ہے اس لیے ناگوار چیزوں کو برداشت کرنے کی پیشین گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی اور تاکید بیان فرمائی کہ یہ امت ٹوٹ نہ جائے۔ آپ جب تاریخ پڑھتے ہوں گے پہلے تو آپ نے پڑھا ہو گا کہ محمد بن قاسم رحمہ اللہ فتوحات کرتے ہوئے جارہے تھے اور پیچھے سے پیغام آگیا امیر کا کہ واپس آجاؤ۔ اور معلوم بھی ہے کہ امیر اچھا سلوک نہیں کرے گا، ہم سوچتے تھے کہ فتح کر لیتے، بات نہ مانتے، لیکن اب سوچتے ہیں کہ اگر یہ ریت پڑ جاتی امت کے اندر کے امیر سے نکل کر ایک نئی جماعت بنا لینا، تفرقہ کا آغاز ہو جاتا تو شاید پھر اسلام آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ پھر ہر خطے کا امیر اور والی آزاد

ہو جاتا اور اسی دینی نام پر ہی آزاد ہو جاتا، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تاکہ فوائد آگے جاکر امت کو ملیں۔ تو تفرقہ کسی بھی نام پر خطرناک ہے اور جہاد کا مزاج اسے قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ جماعت نہیں پنپ سکتی جو کسی ایک کتب فکر میں اپنے آپ کو محدود کر لے اور حق کو اسی کے ساتھ خاص کر لے کہ بس! اہل حق تو یہ ہیں۔ حق کا علم بلند ہو گا تو بس میری جماعت کے ذریعے ہی ہو گا، میرے کتب فکر کے ذریعے ہو گا باقی کسی کے ذریعے نہیں ہو گا..... ایسا جہاد نہیں چل سکتا۔ یہ ساری امت ہے، اس سب نے کلمہ پڑھا ہے، فروعی اختلافات کے باوجود وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں۔ فقہی اختلافات کے باوجود نہ حنفیوں نے شوافع کو کبھی امت سے خارج کیا اور نہ شوافع نے حنفیوں کو کبھی امت سے خارج کیا۔ اس لیے اللہ جس سے چاہے اپنے دین کا کام لے لے۔ ہمیں حق کو دیکھنا ہے۔ ہم اپنے اپنے کتب فکر کے نعرے لگائیں تو دین کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ بتائیں! اور کیا دین کو ڈھانے والے ہمارے ہی کتب فکر کے لوگ نہیں ہیں بہت سے؟ یعنی کوئی بھی تصور کر لے، شافعی ہو حنفی ہو سلفی ہو..... اپنی ہی صفوں میں کیسے کیسے لوگ موجود ہیں جو کفر کے آلہ کار بن گئے۔ جہاد کے خلاف لکھتے ہیں۔ ساری زندگی انہوں نے لگائی کہ کہیں یہ امت امت نہ بن جائے اور کافروں کو کوئی خراش نہ پہنچ جائے، اتنے درد میں کافروں کے وہ گھلے جاتے ہیں۔ تو دیکھیے! حق کا علم اصل ہے۔ دین کا علم ہے اسے سب کو مل کر اٹھانا ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا..... کسی بھی نام پر تفرقہ نہیں ہونا چاہیے، کسی بھی نام پر اختلاف نہیں ہونا چاہیے ورنہ آپ کے جہاد کو، آپ کے کاز کو اس کا نقصان پہنچے گا۔ ہمیشہ اس چیز سے باخبر رہیں کہ کہیں اس کی گنجائش نہ رہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ سارے مسائل ہم ہی حل کر کے جائیں گے، علمی مسائل۔ دوسرا یہ کہ علمی مسائل حل کرنے کے لیے بہت سے لوگ موجود ہیں، ان کا کام ہی یہ ہے۔ ہم کس کام کے لیے آئے ہیں؟ ایسا بھی نہیں ہے اس دین میں الحمد للہ کہ حق چیزیں معلوم نہ ہوں۔ یعنی وہ کیا متفقہ عقائد ہیں جن پر ساری امت متفق ہے اور جو اختلاف بھی ہیں، علم کلام کے اختلاف بھی آپ دیکھیں تو وہ بھی آپ کے سامنے ہے، علماء نے اس کی وضاحت کی ہے کہ کون سے کس درجہ کے ہیں، کون سے نزاع لفظی ہیں کون سے کیسے نزاع ہیں اس کی بھی وضاحت کر دی ہے تو کوئی ایسا ابہام بھی نہیں ہے الحمد للہ دین کی ان چیزوں کے اندر۔ ٹھنڈے دل سے سوچیں تو یہ چیزیں پھر بہت آسان ہیں۔ اس چیز کی ہمیں بالکل گنجائش نہیں دینی ہے۔ ویسے تو الحمد للہ مجاہد عموماً جہاد ہی کی نیت سے آتا ہے، اور جہادی فکر ہی اس پر غالب ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھی مثلاً مناظرے کے میدان سے آگیا ہو، اور بعض دفعہ مزاجوں کا بھی مسئلہ ہوتا ہے، کسی کے مزاج میں سختی ہوتی ہے بعض چیزوں کے اندر تو وہ اس طرح کی چیزیں کرنے لگتے ہیں۔ تو ان کو سمجھانا ہے۔ اگر سمجھ دار ہوں تو علمی بات ان سے کرنی ہے اور اس کے نقصانات ان کو سمجھانے ہیں کہ ان چیزوں کی اجازت بالکل نہیں ہے۔ ورنہ تو بڑا ہانپنے کے لیے میں چھوٹا سا مسئلہ آپ سے بیان کروں اولیٰ اور غیر اولیٰ میں، دس منٹ میں وہ ایسا مسئلہ بن جائے گا کہ دنیا کا سب سے بڑا اور

امت کا سب سے بڑا مسئلہ وہی بن جائے گا، اولیٰ اور غیر اولیٰ کا..... عقائد تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ ایسی چیز ہوتی ہے۔

اس لیے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک مجاہد سمجھیں اور اس پوری امت کو اپنا سمجھیں۔ اہل سنت والجماعت کے جتنے بھی طبقات ہیں، جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ان کو اپنا سمجھیں اور ہمیشہ سب کو لے کر چلنے کی تڑپ ہونی چاہیے سب کو ساتھ لے کر چلنے کی فکر ہونی چاہیے پھر اللہ تعالیٰ اس جہاد کے اثرات بہت تیزی کے ساتھ اس دنیا میں پھیلانے گا۔ کفر یہ کوشش کرے گا کہ آپ کو مختلف ناموں میں تقسیم کر دے، یہ چھاپ ہم پر لگا دے، اپنی دعوت میں بھی اور اپنی جہادی صفوں کے اندر بھی ان چیزوں کی ہمیں کوشش کرنی ہے۔ حساسیتیں ہیں یہ، نزاکتیں ہیں، جلدی ان میں تنازعات پیدا ہو جاتے ہیں، جذباتیت آ جاتی ہے لیکن سمجھ داری سے کام لیا جائے تو ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھا جاسکتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین!

☆☆☆☆☆

بقیہ: چند یادیں

اسی طرح کا ایک واقعہ میرے سامنے پیش آیا، وہ بھی آپ لوگوں کو سنائے دیتا ہوں۔ 'سرحدی' ہمارا ایک انصار تھا جس کا گھر افغانستان کی ولایت (صوبے) پکتیکا میں تھا۔ ساتھی اکثر اس کے گھر آیا جایا کرتے تھے، اپنا سامان بھی ہم اس کے پاس رکھواتے تھے کیونکہ ان دنوں ڈرون بہت زیادہ ہوتا تھا، اس لیے اپنا اسلحہ جو ضرورت سے زائد ہوتا تھا وہ ہم انصاروں کے گھروں میں رکھواتے تھے۔ سرحدی کے گھر میں ایک دفعہ قاسم بھائی (کماندان خرم سعید کیانی) نے ایک کلاشنکوف رکھوائی اور اس کلاشنکوف کو وہ بھی بھول گئے کیونکہ کلاشنکوفیں صرف ایک نہیں تھی پہلے بھی ہماری کچھ کلاشنکوفیں اس کے گھر میں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تو ساتھیوں نے اٹھالیں لیکن ایک کلاشنکوف رہ گئی تھی، جو کماندان خرم سعید کیانی نے رکھوائی تھی۔

تقریباً ایک سال بعد میں کماندان خرم سعید کیانی کے ساتھ سرحدی کے گھر گیا تو وہ کھانے کے بعد وہی کلاشنکوف لے کے آگیا اور کماندان خرم سعید کیانی سے کہنے لگا کہ میں نے بہت انتظار کیا کہ آپ لوگ اس کا مطالبہ کریں گے لیکن خود اس لیے نہیں کہتا تھا کہ آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں چھاپے سے گھبراتا ہوں اور اس لیے کلاشنکوف سے جان چھڑانا چاہتا ہوں۔ لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ لوگ یہ کلاشنکوف بھول گئے ہیں اس لیے آج یہ لے کے آیا ہوں۔ اور حقیقت یہی تھی کہ ہم میں سے کسی کو بھی یہ کلاشنکوف یاد نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆

مغربی تہذیب کے دو افکار: مسلمانوں کے ایمان کے لیے نہایت خطرناک

محمد حذیفہ نوری (مستعلم: شعبہ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند)

بازو تیر اتو حید کی قوت سے قوی ہے

اسلام تیر ادیس ہے، تو مصطفوی ہے

یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ دشمنانِ اسلام نے انہیں دو فلسفوں کے ذریعے مسلمانوں کی اجتماعیت اور شیرازہ بندی میں رخنہ ڈالا تھا۔ تاریخ کے صفحات اس بات پر شاہد ہیں کہ خلافتِ عثمانیہ کے زوال میں وطن پرستی کا مرکزی رول رہا ہے۔ عربوں کو عجمیوں کی حکومت کا طعنہ دے کر ترکوں سے کاٹ دیا گیا، جس کا نتیجہ مسلمانوں کی عظیم الشان خلافت کے زوال کی شکل میں ظاہر ہوا۔

بہر حال! یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ان دو افکار و فلسفوں کی ظاہری چمک سے اس قدر متاثر ہے اور اس قدر غلو کرنے لگتا ہے کہ جس سے بسا اوقات ایمان کے زائل ہونے اور کفر کی طرف مائل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

خیر اب ہمیں بے فائدہ اور لا حاصل بحثوں میں نہ پڑ کر ان افکارِ تہذیبِ مغرب کی تردید میں لکھنے، بولنے، عوام کے ذہن میں اس کی نفرت پیدا کرنے اور ان پر مواد فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب فتنوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

[مستعار مضمون]

☆☆☆☆☆

مغربی تہذیب و افکار، اپنے ظاہری ملمع سازی اور چمک پن کے ذریعے باستانائے اسلام تمام ادیان و مذاہب کو مات دے چکا ہے۔ اس طوفانِ بلائیز کے سامنے کوئی بھی مذہب باستانائے اسلام اپنی فرسودہ تعلیمات کی بنیاد استوار نہیں کر سکتا اور نہ ہی لوگوں کو اپنے نظریات سے ہم آہنگ کر سکتا ہے؛ اسی لیے موجودہ دور میں مذہبِ اسلام کا تقابل جس فکر و فلسفہ کے ساتھ ہے، وہ مغربی تہذیب ہے۔ ہم مسلمانوں کو جس تہذیب کے افکار و نظریات کو رد کرنے کی یا جن نظریات کے خلاف محاذ قائم کرنے کی ضرورت ہے، وہ صرف مغربی تہذیب ہے۔ جس کے فلسفے اور تعلیمات کی بناء پر، الحاد، مساواتِ مرد و زن، لبرل ازم، سیکولر ازم، فیمین ازم، ہم جنس پرستی، جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام جیسے بے بنیاد افکار پیدا ہوتے ہیں، جو بظاہر اپنے اندر چمک رکھتے ہیں؛ لیکن ان کے پس پردہ جو خرابیاں ہیں، جو خرابیاں ان فلسفوں میں پنہاں ہوتی ہیں، ان کا نتیجہ فقط ”دین سے بیزاری“ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ نہ صرف اس تہذیب کے افکار کا حامل ہے، بلکہ ان افکار کے مخالفین کو متشدد اور دنیائے گروہ دانتا ہے اور ان کو دنیائی معاملات میں بالکل کور اور اناڑی سمجھتا ہے۔

موجودہ دور میں مغربی تہذیب کے افکار کے حامل مسلمانوں کو دین سے بیزار کرنے اور الحاد کی طرف مائل کرنے میں دو افکار و فلسفوں نے مرکزی رول ادا کیا ہے۔ ان میں پہلی فکر ”انسانیت پرستی“ (Humanism) ہے اور دوسری فکر ”وطن پرستی“ (Nationalism) ہے۔

یہی دو فلسفے ہیں، جس نے مسلمانوں کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ ”میں پہلے انسان ہوں، پھر بعد میں مسلمان ہوں“ یا ”میں پہلے ہندوستانی ہوں پھر بعد میں مسلمان ہوں“۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان جملوں کا قائل مدائن فی الدین، اسلامی تعلیمات سے یکسر ناواقف اور مغربی تہذیب سے پورے طور پر مرعوب ہے۔ کیونکہ اگر مذہبِ اسلام کی تعلیمات اور اس پہلی فکر یعنی ”انسانیت پرستی“ کے نظریات کا موازنہ کرے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبِ اسلام میں، جس قدر انسانی حقوق کے تعلق سے تعلیمات موجود ہیں، ان تعلیمات کا عشرِ عشر بھی اس پہلی فکر میں نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مذہبِ اسلام کا دوسرا نام انسانیت نوازی ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ مزید برآں کہ مذہبِ اسلام میں خالق کا تصور موجود ہے، جبکہ انسانیت پرستی اس تصور سے خالی ہے، جو اس کی احسان فراموشی اور بطلان کی واضح دلیل ہے۔

اور دوسری فکر یعنی ”وطن پرستی“، تو اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس فکر کو ختم کرنے کے لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ

جمہوری نظام میں شرکت کی جھوٹی امیدوں کا پردہ چاک کرتی ہوئی تحریر محمد ابراہیم لڈوک

محمد ابراہیم لڈوک (زید مجاہد) ایک نو مسلم عالم دین ہیں جنہوں نے عالم عرب کی کئی جامعات میں علم دین حاصل کیا۔ موصوف نے کفر کے نظام اور اس کی چالوں کو خود اسی کفری معاشرے اور نظام میں رہتے ہوئے دیکھا اور اسے باطل جانا، ثم ایمان سے مشرف ہوئے اور علم دین حاصل کیا اور حق کو علی وجہ البصیرۃ جانا، سمجھا اور قبول کیا، پھر اسی حق کے داعی بن گئے اور عالم کفر سے نبرد آزما مجاہدین کے حامی اور بھرپور دفاع کرنے والے بھی بن گئے (نحسبہ کذلک واللہ حسبیہ ولا نزکی علی اللہ أحد)۔ انہی کے الفاظ میں: ”میرا نام محمد ابراہیم لڈوک ہے (پیدائشی طور پر الیگزانڈر نیو لینی لڈوک)۔ میں امریکہ میں پیدا ہوا اور میں نے علوم تاریخ، تنقیدی ادب، علم تہذیب، تقابلی ادیان، فلسفہ سیاست، فلسفہ بعد از نوآبادیاتی نظام، اقتصادیات، اور سیاسی اقتصادیات امریکہ اور جرمنی میں پڑھے۔ یہ علوم پڑھنے کے دوران میں نے ان اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جو دنیا کو متاثر کیے ہوئے ہیں اور اسی دوران اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک سیاسی اور اقتصادی نظام ہے جو حقیقتاً اور بہترین انداز سے ان مسائل کا حل لیے ہوئے ہے اور یوں میں رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسلمان ہو گیا، اللہ پاک ہمیں اور ہمارے بھائی محمد ابراہیم لڈوک کو استقامت علی الحق عطا فرمائے، آمین۔ جدید سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرزم، جمہوریت، اقامت دین و خلافت کی اہمیت و فریضیت اور دیگر موضوعات پر آپ کی تحریرات لائق استفادہ ہیں۔ مجلہ ”نوائے غزوہ ہند“ شیخ محمد ابراہیم لڈوک (حفظہ اللہ) کی انگریزی تالیف ’The Democracy Trap‘ کا اردو ترجمہ بطور مستعار مضمون پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

ہیں۔ ’ضرورت‘ کے نعرے تلے گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے جانا اس قدر آسان ہو جاتا ہے کہ بالآخر دل گناہوں کی سیاہی سے اٹ جاتے ہیں اور انہیں ان کی سیاہی محسوس ہی نہیں ہوتی۔

جب (مغرب سے آئے) یہ طور طریقے اور رواج مسلمانوں میں اس قدر پھیل جاتے ہیں اور انہیں عام مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجے میں یہ فکر رائج ہو جاتی ہے کہ ”زمانہ بدل گیا ہے“۔ اور یہ کہ کچھ اسلامی قوانین اور اصول و ضوابط پر اب عمل نہیں کیا جاتا۔ یہ بات دین کی بنیادوں کو کمزور کرتی ہے، کیونکہ یہ دین کی آفاقیت کو چیلنج کرتی ہے۔ مسلمان دین کے بنیادی اصولوں کے درمیان تفریق کرنا شروع کر دیتے ہیں اور مخصوص مواقع پر نازل ہونے والے احکام الہی کو عارضی سمجھنے لگتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (سورة آل عمران - ۷)

”(اے رسول) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے) سب کچھ ہمارے

ذرائع ابلاغ

چونکہ جمہوری نظام کے خدوخال مقبول عوامی رائے سے تشکیل پاتے ہیں، لہذا جو کوئی بھی رائے عامہ ہموار کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہی جمہوری نظام کو بھی کنٹرول کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ میڈیا کی اثر پذیری سیدھی سیدھی مال و سرمایہ پر منحصر ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اصحاب ثروت کی دولت و طاقت برقرار رہے۔

یہی وجہ ہے کہ عالمی برادری میں شامل ہونے کے لیے کسی بھی ملک کے لیے جو بنیادی ترین شرط عائد کی جاتی ہے وہ ’آزادی صحافت‘ ہے۔ اگر کسی ملک میں موجود ادارے بیرونی امداد حاصل کرنے اور پھر یہ امداد فراہم کرنے والوں کے ایجنڈے اور منشا کے مطابق اپنے صحافتی وسائل استعمال کرنے کے لیے آزاد ہوں تو وہ اس ملک کے سیاسی مباحث کو باسانی امداد فراہم کرنے والوں (آج کی دنیا کے اصحاب اقتدار جو کافر ہیں یا منافق) کی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کم سرمائے کے حامل لوگ ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے جو سرمائے کے اعتبار سے ان سے افضل ہیں۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ دولت مند لوگ قانون سازی کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہوئے ایسی قانون سازی کروا سکتے ہیں جس کے ذریعے جمہوری نظام کے اصولوں کے مطابق ان کے مفادات کا تحفظ بھی ہو سکے اور انہیں دیگر لوگوں پر یک گونہ برتری بھی حاصل رہے۔

مزید یہ کہ اس سطح پر آکر کفار کا مقابلہ کرنا کئی طرح کے پھندوں میں پھنسا دیتا ہے۔ مثلاً کفار سادہ و وٹروں کے جذبات کو ممیز دینے کے لیے اپنی سیاسی مہم میں بے حجاب عورتوں اور موسیقی سے بھرے ہوئے اشتہارات استعمال کرتے ہیں، اور جب مسلمان ان کے مقابلے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر وہ بھی بتدریج اسی قسم کے فسادات کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے

پروردگار ہی کی طرف سے ہے، اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔“

کریں گے، نتیجتاً طاقت، اثر و رسوخ اور رائے دہندگان کی ذہن سازی کے میدانوں میں ان کی واضح برتری بہر حال قائم رہے گی۔

معیشت

جمہوریت ایک نسبتاً مہنگا نظام حکومت ہے۔ یہ یورپ میں بھی صرف اقتصادی ترقی کے عرصے میں یا پھر ان معاشروں میں قائم رہا جہاں غلاموں کی تعداد زیادہ تھی جیسا کہ روم اور یونان۔ معاشی تنزلی کے عرصے میں جمہوریت ترک کر کے زیادہ آمرانہ طریق حکومت اپنائے گئے۔ جمہوریت کی نسبت آمریت کئی گنا زیادہ مؤثر طرز حکومت ہے، اگرچہ اس میں ظلم و زیادتی کا احتمال زیادہ ہے، کیونکہ اس میں مختلف گروہوں کے حقوق کا احترام کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہوتی، اور معاشی فیصلے تیزی اور بے رحمی کے ساتھ نافذ کیے جاسکتے ہیں۔

یہ حقیقت آج کے دور میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ جب دنیا میں شدید مالی بحران آیا تو جرمنی اور اٹلی نے فاشزم کو اپناتے ہوئے جمہوریت کو مکمل طور پر ترک کر دیا، کیونکہ آمرانہ طرز حکومت ان حالات کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ حتیٰ کہ امریکہ میں بھی کئی آمرانہ اقدامات اٹھائے گئے جیسے شہریوں سے زبردستی سونا ضبط کر لینا، اشیائے ضروریہ کی تقسیم، اور جاپانی نژاد امریکیوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں۔

جمہوریت کیوں دولت پر منحصر ہے؟ اس کے لیے طویل بحث و مباحثہ کی ضرورت ہے، اور مخالفین سے پالیسیوں پر عملدرآمد کروانا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ عوام کی تعلیم جتنی بہتر ہوگی، جمہوریت اتنی ہی فعال ہوگی اور اس تعلیم کے لیے وقت اور وسائل دونوں درکار ہوتے ہیں۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو سیاسی عمل میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔ اور جب وہ ان سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں تو وہ معاشی پیداوار میں حصہ نہیں لے پاتے۔

جمہوریت کے اخراجات کا مشاہدہ خصوصاً الیکشن اور اس دوران چلنے والی مہم کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ سیاستدان اپنی مہم چلانے کے لیے، تشہیری مواد کی چھپائی اور تقسیم، جلسوں، اور طاقتور حلقوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر رقم اکٹھی کرتے ہیں۔ کسی حکمران کو

جمہوریت میں حصہ لینے والے افراد ضروری نہیں کہ ہمیشہ کفار کے میڈیا کے طریقوں کی مماثلت اختیار کرنے جیسے کاموں کی حمایت کرتے ہوں، بلکہ وہ اکثر محض اس کا ضرورت کی پرانی دلیل کے تحت جواز ہی پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان سے حسن ظن کرتے ہوئے ان کے عمل کی یہ تاویل کریں تو بھی وہ ان طور طریقوں کو عوام میں رائج کرنے، انہیں معمول کی (نارمل) شے بنادینے اور مسلمانوں میں ان کے خلاف حساسیت ختم کر دینے کے ذمہ دار ہیں۔ اور اگر ایسی 'اسلامی' سیاسی تحریکوں کے قائدین خود کو دیندار بھی بنا کر پیش کرتے ہیں تو یہ اور بھی زیادہ مہلک و تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ عام مسلمان عوام جن کا علم و فہم محدود ہوتا ہے بے حد آسانی سے ان گناہوں کو معمولی اور اپنی زندگیوں کا نارمل حصہ سمجھ سکتے ہیں۔^۱

ایک مسلمان جب میڈیا کے میدان میں کفار کے مقابلے پر، مگر اسی راستے پر چل پڑتا ہے تو بہر حال شکست ہی اس کا مقدر بنتی ہے اللہ یہ کہ وہ اپنے اصولوں سے مکمل طور پر دستبردار ہو جائے۔ میڈیا کے ذریعے رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے لوگوں کی سفلی خواہشات اور جذبات کو ابھارنے سے ہمیشہ ہی زیادہ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اور ایک کافر یا منافق جس کو بددیانتی، موسیقی اور عریاں و فحش مواد کے استعمال میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی، وہ اس صورت میں آپ پر واضح برتری حاصل کیے ہوئے ہے۔ یہ ایک اور زاویہ ہے جس سے جمہوریت مسلمانوں کو مزید فساد اور پستی کی طرف دھکیلتی ہے۔^۲

برائی اور فساد کو محض اس سوچ اور امید کے تحت قبول کرتے اور اپناتے چلے جانا کہ بالآخر حتمی نتیجہ جو نکلے گا، اس کے فوائد و ثمرات ان تمام مفاسد پر بھاری ہوں گے ایک غلط فہمی ہے۔ قومی و بین الاقوامی ہر دو سطح پر جمہوریت کے ضوابط اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ اقتدار میں موجود لوگوں کو اقتدار میں آنے کے لیے کوشاں لوگوں کی نسبت بڑے بجٹ ملتے رہیں۔ مزید یہ کہ میڈیا کے میدان میں مقابلے کے لیے جو آلات و سامان اور ضروری وسائل درکار ہیں ان کی خریداری سے انہی سرمایہ داروں اور اصحابِ ثروت کو منافع ہو گا جن کے خلاف مسلمان جدوجہد کر رہے ہیں، اور پھر اس حاصل شدہ منافع کو وہ دوبارہ اپنی میڈیا جنگ میں استعمال

^۱ ہمارے سامنے مصر و پاکستان کی مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح مذہبی سیاسی جماعتیں اس میڈیا جنگ میں دشمن کے کھینچے خطوط کے مطابق دشمن ہی کے میدان میں اتریں اور انہوں نے بے حجاب عورتوں کو اپنی دعوتی مہمات اور ویڈیوز میں ڈالا، تیونس اور ترکی میں مذہب کے علم بردار سیاست دانوں نے بعینہ کفار کا طریقہ اختیار کیا، کیا چند ماہ قبل (۲۰۲۳ء) ہونے والے ترکی کے انتخابات کے اشتہارات پر وگرمات میں موجود عورتوں کے ظاہر کو دیکھ کر کوئی یہ بھی دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں۔ بہر کیف یہ ہماری مسلمان بہنیں ہیں اور ہم ان کے عفت و عافیت کی دعا اپنے رب سے کرتے ہیں۔ (ادارہ)

اشیخ لڈوک کی اس بات کی ایک حسی مثال ملاحظہ ہو۔ کراچی میں جہاد سے وابستہ ایک منشد ساتھی ترانے پڑھا کرتے تھے (اور اب بھی پڑھتے ہیں) اور ساتھ ہی جمہوریت میں شریک ایک مذہبی سیاسی جماعت کے کارکن بھی تھے۔ بوجہ یہ بھائی رفتہ رفتہ جہاد سے دور ہوتے گئے اور پھر ان کا اپنی مذہبی سیاسی جماعت سے وابستہ ایک ترانہ نشر ہوا جس میں ڈھول کی تھاپ تھی (beats)۔ ان ساتھی کے جہادی تنظیم (القاعدہ) سے وابستہ امیر نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ بھائی یہ کیا کام کیا آپ نے؟ تو ان بھائی نے جواباً اپنے مرکزی سطح کے قائد کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے کہا یہ جائز ہے۔ سبحان اللہ آج نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ یہ منشد بھائی پورے ڈھول ڈھمکے کے ساتھ، مکمل ساز کے ساتھ ترانے پڑھتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں اور ان بھائی کو ہدایت سے نوازے۔ (ادارہ)

اقتدار میں لانا ایک بڑی سرمایہ کاری ہے جس پر علاقے کے وسائل کی ایک بڑی مقدار خرچ ہو جاتی ہے۔

یہاں اس نظام کی منافقت کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے۔ پھلے مسلمان اپنے وسائل کا بڑا حصہ خرچ کر کے کسی ایسے مسلمان امیدوار کو اقتدار میں لے آئیں جو دین پر اس درجہ سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہ ہو جتنا کہ اس سے مطالبہ کیا جا رہا ہے، تو اس کو طاقت کے بل بوتے پر عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ یعنی مسلمانوں کی یہ تمام تر سرمایہ کاری پلک جھپکنے میں ضائع ہو گئی۔ مصر و الجزائر میں مسلمانوں کے ساتھ یہی کچھ ہوا تھا جب انہوں نے جمہوریت کے ذریعے اقتدار حاصل کیا۔

مسلمانوں کے وسائل کا رخ لا حاصل جمہوری سلسلوں کی طرف موڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے وسائل کا کم تر حصہ بھی ہماری مجموعی قوت بڑھانے پر خرچ نہیں ہوتا، جس میں ہماری عسکری اور استخباراتی صلاحیت بھی شامل ہے۔ مسلمان اپنا سرمایہ ایسے علاقوں کی مسلم افواج پر جہاں حقیقی معنوں میں شریعت نافذ ہے، لگانے کے بجائے انتخابی مہمات میں جھونک دیتے ہیں۔ وہ اپنی صلاحیتیں ان علاقوں میں اداروں کی تعمیر و ترقی پر صرف کرتے ہیں جہاں ایسی حکومتیں اور نظام قائم ہیں جن کا حقیقی زور اصل اسلامی تعلیمات دبانے پر ہے۔

اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی سیاسی حیثیت و قوت کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے ہجرت لازمی ہے، تو جمہوری پارلیمانوں میں شامل ہو کر جو چھوٹی چھوٹی رعایتیں حاصل کی جاتی ہیں وہ درحقیقت دارالاسلام کے قیام اور اس کی توسیع میں تاخیر کا سبب بنتی ہیں۔ مسجدوں کی تعمیر، سکولوں و یونیورسٹیوں میں حجاب اوڑھنے کی اجازت اور اسلامی سکولوں کی تعمیر جیسے چھوٹے چھوٹے حقوق مل جانے سے مسلمان ایسے علاقوں میں رہائش اختیار کرنے کے حوالے سے مطمئن ہو جاتے ہیں جہاں وہ اپنے اموال سے ایسی حکومتوں اور قانونی نظام کی حمایت و نصرت کر رہے ہوتے ہیں جو اسلام کے عین متضاد ہیں۔

جوں جوں مسلمان سیاست میں آگے بڑھنا شروع ہوتے ہیں، سیکولر افراد اور کفار میں ان کے خلاف رد عمل بڑھتا چلا جاتا ہے۔ چونکہ ان تمام ممالک میں سودی معاشی نظام رائج ہیں، لہذا جلد یا بدیر ان کو معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑے گا، اور جب یہ ہو گا تو پیچھے پیچھے تنازع اور تصادم بھی چلا آئے گا۔ ایسے موقع پر، جمہوریت بالعموم آمریت میں بدل جاتی ہے، اور فوجی طاقتیں، خواہ اندرونی ہوں یا بیرونی..... یاد دہانوں اکٹھی..... بے خبر مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیں گی اور ان کے اموال پر قابض ہو جائیں گی۔ اخوان المسلمین کے ساتھ بھی مصر میں یہی کچھ ہوا تھا، اپنا بہت سا سرمایہ کھو دینے کے بعد فوجی بغاوت کے نتیجے میں اقتدار سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اور ان کی اکثر املاک ضبط کر لی گئیں۔

اس کے برعکس اگر مسلمان ان مسلم ممالک کی طرف ہجرت کر جائیں جو شریعت کے نفاذ کے قریب تر ہوں اور ان کی مقامی معیشت کو مستحکم کریں تو اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ ان کی دولت طویل عرصے تک مسلمانوں کے زیر انتظام رہے۔ جمہوری نظام میں عدم شرکت کے باعث سیکولر و مغرب زدہ ممالک میں اگر مسلمانوں کے لیے حالات خراب ہوتے ہیں تو عام طور پر مسلمانوں کو ہجرت کے لیے مزید دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہجرت اگرچہ شروع میں زیادہ مشکل نظر آتی ہے، لیکن یہ مستقبل میں انہیں اس سے کہیں بدتر صورت حال سے بچالے گی۔

کمزوری کی حالت میں معاشی یا سیاسی طور پر مرکزی نیٹ ورک بنانا سمجھ سے بالاتر ہے، بالکل اسی طرح جیسے میدان جنگ میں اپنے سے کہیں زیادہ طاقتور حریف کا براہ راست سامنا کرنا سمجھ سے بالا ہے۔ مرکزی نیٹ ورک ان ممالک میں بنانے چاہئیں جہاں طاقت کا خلا موجود ہو اور کفار کا اثر و سوج کمزور ترین ہو۔

جن لوگوں کے لیے ہجرت کر جانا ممکن نہیں، ان کے لیے ڈی سینٹر یا نژد، بنیادی سطح کے نیٹ ورک قائم کرنا زیادہ معقول ہے۔ ان کو تبلیغ، تحائف کے تبادلے، اور باہمی پشت پناہی کے ذریعے بنایا جاسکتا ہے، اور جمہوریت سے مکمل آزادانہ طور پر الگ سے مضبوط نیٹ ورک بنا سکتے ہیں۔ اس طرح کے نیٹ ورکس کو ختم کرنا کہیں زیادہ مشکل ہوتا ہے بنسبت ان بڑے اور مرکزی نیٹ ورکس کے جو انتخابات کے لیے ضروری ہوتے ہیں، اور یہ تب واضح ہو گیا تھا کہ جب مصر میں سیسی نے کس آسانی کے ساتھ اخوان المسلمین کے نیٹ ورکس کو ختم کیا۔ اس طرح کے ڈی سینٹر یا نژد نیٹ ورکس کو شدید مخالف حکومت یا قبضے کے خلاف غیر متوازن جنگ میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فوج

ریٹڈ کارپوریشن جیسے عسکری و انٹیلی جنس تحقیقی اداروں کی مسلم دنیا پر شائع ہونے والی رپورٹوں میں، مغربی تجزیہ نگار (اپنی نظر میں) ان مسلمانوں کو بہترین قرار دیتے ہیں جو جمہوریت کو کھلے دل سے تسلیم کرتے اور اپناتے ہوں، اور ان کو بدترین قرار دیتے ہیں جن کا رویہ اس کے برعکس ہو۔ پس جب بھی وہ کسی ملک کو کنٹرول کرنا یا اس پر قابض ہونا چاہتے ہیں، تو وہ اس معاشرے کے صرف اس ہی طبقے کی حمایت کرتے ہیں جو سب سے بڑھ چڑھ کر جمہوریت کو اپنانے کا خواہاں ہو۔

میڈیا، انتخابی چکر، اور معاشی تسلط قائم کرنے کے طریقوں مثلاً فلاحی امداد اور معاشی پابندیوں کے ذریعے کفار کسی بھی حکمران پر دباؤ ڈال سکتے ہیں، اور اگر وہ تعاون نہ کریں تو ان کو باآسانی معاشی دباؤ اور پروپیگنڈہ کے ذریعے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ یوں کفار بڑے مؤثر انداز میں مسلم ممالک کی باگ ڈور اسی طرح سنبھالتے ہیں جیسے آپ کسی گاڑی کا سٹیرنگ و ہیل۔

ایک دفعہ جب کوئی تعاون کرنے والا حکمران اقتدار میں آجائے، تو جب تک وہ ملکی ترقی کو لبرل ورلڈ آرڈر کی منشا کے مطابق لے کر چلے، یہ اس کو معاشی فوائد (جو اس کو اقتدار میں رکھنے کے لیے مددگار ہو سکتے ہیں) کی پیشکش کرتے رہیں گے۔ یعنی ایسی پالیسیوں کی تفیذ جو معاشرے کی مزاحمت کی صلاحیت کو ختم کر دیں، جیسے ٹیلی ویژن کا متعارف کرایا جانا، جو مغربی طاقت اور ثقافت کی چکاچوند کی ایک جھوٹی تصویر لوگوں کے ذہنوں میں بٹھاتا ہے۔

یہ عورت کو گھر سے باہر نکل کر کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بانجھ پن اور طلاق کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے، اور خاندان کی اکائی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے سماجی و ذہنی صحت بگڑتی چلی جاتی ہے، جو لوگوں کو مادہ پرستی کی گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے، اور مادہ پرستی کا عروج یہ ہے کہ آپ لبرل ورلڈ آرڈر کے لیے اتنے کارآمد بن جائیں کہ یورپ و شمالی امریکہ کے طاقت کے مراکز کی طرف ہجرت کر جائیں یا کم از کم ان کی مصنوعات خریدیں اور ان کے فیشن کی پیروی کرتے رہیں۔

یہ ”منظورِ نظر“ حکمران ملک کے زرعی اور صنعتی شعبوں کی تنظیم نو کر کے ان ممالک کی معیشت کو درآمدات پر انحصار کرنے والا بنادیتے ہیں۔ جتنا زیادہ مسلم ممالک مغربی درآمدات پر منحصر ہوں گے، مزاحمت کا امکان اتنا ہی کم ہوتا چلا جائے گا، کیونکہ ان کو بغیر کسی فوجی مداخلت کے محض پابندیوں کے ذریعے ہی لائن پر لایا جاسکتا ہے۔

یوں، جمہوریت بڑی حد تک مسلم ممالک پر قبضے کے دوران ہونے والے عسکری اخراجات کو کم کر سکتی ہے۔

تعلیم

کسی بھی سرگرمی میں مشغول ہونے کا ایک پہلو علم اور مہارت کی ترقی بھی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنا وقت ٹیلی ویژن پر مختلف پروگرام یا کھیلوں کو دیکھتے ہوئے برباد کرتا ہو، تو بھی اتنا ضرور ہو گا کہ وہ اپنے پسندیدہ پروگرام کے کرداروں یا اپنے پسندیدہ کھلاڑیوں کے بارے میں معلومات اور اعداد و شمار کے بارے میں آگاہی حاصل کر لے گا۔

اگر کوئی شخص لکڑیاں تراشنے میں مشغول رہتا ہے، تو وہ ایک بہتر کارگر بن جائے گا۔ اگر کوئی تدریس کے شعبہ سے منسلک ہے، تو وقت کے ساتھ ساتھ ایک بہتر استاد بن جائے گا۔ اگر کوئی جنگ میں مشغول رہتا ہے تو وہ ایک اچھا جنگجو بن جائے گا۔

ایسے ہی جمہوریت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بھی کچھ خاص صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں۔ ان صلاحیتوں میں سفارتکاری اور اتحاد قائم کرنے کی سماجی مہارت، عوامی جذبات کا صحیح اندازہ

لگانے کی صلاحیت، خطرات کا صحیح ادراک رکھنا، اور سیاسی نظام کے تحت قانونی سیاق و سباق کو سمجھنا شامل ہیں۔

پوری دنیا میں جمہوری حکومتوں کے سیاست دانوں کو چال باز اور دھوکے باز سمجھا جاتا ہے، یہ خیال تقریباً پوری دنیا میں عام ہے۔ کیونکہ عوامی حمایت حاصل کرنے کے لیے وہ مسلسل اپنے بہروپ بدلتے رہتے ہیں۔ امریکہ میں ہونے والے چند سرویز میں یہ بات سامنے آئی کہ لوگ استعمال شدہ گاڑیوں کی خرید و فروخت کے کاروبار (ایک ایسا کاروبار جو دھوکے اور فریب کے لیے بدنام ہے) سے منسلک لوگوں کو سیاست دانوں سے زیادہ ایماندار سمجھتے ہیں۔

دھوکہ دہی جمہوریت میں ایک عمومی خصلت ہے، کیونکہ یہ جمہوریت میں آگے بڑھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ رائے دہندگان کسی بھی امیدوار کو ووٹ اس لیے دیتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات اور ارمان پورا کرے گا، فلہذا وہ امیدوار جو اپنی استطاعت سے بڑھ کر نعرے لگاتے اور وعدے کرتے ہیں، اور اس سب کے سبز باغ دکھاتے ہیں جو وہ نہیں کر سکتے، وہی ہمیشہ فتح یاب ہوتے ہیں۔ جو مسلمان جمہوریت میں حصہ لیتے ہیں وہ عموماً جھوٹ بولنے کا کوئی نہ کوئی جواز پیش کرتے ہیں، کیونکہ یہ جمہوریت میں آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ صِدْقًا وَإِنَّ الْكُذْبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذِبًا (صحیح مسلم- ۲۶۰۷)

”سچ نیک اور اچھائی کے راستے پر لے جاتا ہے اور نیک جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور (جہنم) کی آگ کی طرف لے جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔“

جمہوری سیاست میں وسیع پیمانے پر ہونے والی دھوکے بازی کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جمہوری عمل سے بے اعتنائی اور مایوسی پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ انتخابی مہم کے دوران کیے جانے والے وعدوں کو بار بار توڑا جاتا ہے، اور اکثر لوگ تمام سیاستدانوں کو بد عنوان اور غیر مخلص سمجھنے لگتے ہیں۔ تاریخی طور پر بھی جمہوریت ہمیشہ بالآخر ناکام ہی ہوئی ہے، اور ہر مرتبہ اس کی جگہ مزید آمرانہ طرز حکومت نے لی ہے۔

جمہوریت میں شرکت سے جو صلاحیتیں پیدا کی جاتیں ہیں وہ کسی ایسے ملک میں جہاں نظام حکومت آمریت کی طرف منتقل ہو رہا ہو، کسی کام کی نہیں ہیں۔ جب مشکل حالات آتے ہیں تو طاقت کی زبان ہی سب سے کارآمد ثابت ہوتی ہے، لہذا ایسی صلاحیتیں، علم اور تعلقات پیدا کرنا جو پرتشدد تصادم میں انسان کی مدد کر سکیں کہیں زیادہ کارآمد ہیں۔

بیچتی

عموماً، جتنا زیادہ مغربی سامراجی بیانیہ کسی ملک میں سرایت کرے گا، اتنا ہی وہ ملک پوری طرح جمہوری ہوتا جائے گا۔ کسی ملک میں ہونے والی معاشی سرگرمی اس کی قوت میں حصہ ڈالتی ہے، اور انتخابی مہمات پر خرچ کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

تقریباً ہر جگہ جہاں مسلمانوں نے جمہوریت کے ذریعے اقتدار حاصل کرنا چاہا، وہ وہاں اقلیت میں ہیں۔ حتیٰ کہ ترکی میں اسے کے پی، جو دنیا کی بڑی ”اسلامی“ پارٹیوں میں سے ایک ہے، وہ بھی پارلیمان میں اقلیت میں ہیں۔ یعنی ایک نام نہاد ”اسلام پسند“ صدر ہونے کے باوجود بھی ملک بڑی حد تک سیکولر قوانین ہی کے تابع ہے۔ مطلب یہ کہ مخلص مسلمانوں کی طرف سے ملک کو ”اسلامی“ بنانے کے لیے کی جانے والی تمام تزکوششیں بھی دراصل اس سیکولر ایجنڈے کو ہی فائدہ پہنچاتی ہیں جو اتاترک کے زمانے سے حکومتی میکانزم کے اندر کا حصہ بن چکا ہے۔

اس کے برعکس ان ممالک کو دیکھیے جو شریعت کے نفاذ کے قریب تر ہیں، اور جہاں نفاذ شریعت کی حمایت سب سے زیادہ ہے۔ افغانستان، صومالیہ، یمن، مالی، پاکستان وغیرہ۔ تقریباً ان تمام مثالوں میں یہ ممالک شدید مالی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کفار ان پر اپنے ”انسانی حقوق“ کے جھوٹے اور مسخ شدہ تصورات کے بت کے آگے سجدہ ریز نہ ہونے کی وجہ سے دباؤ ڈال رہے ہیں۔

ان ممالک کو مدد کی اشد ضرورت ہے۔ ان ممالک کی طرف سفر کرنے اور وہاں اسلامی نظام کے قیام کے کام میں مدد کرانے سے وہاں رہنے والے مسلمانوں کو ٹھوس سماجی و معاشی فوائد حاصل ہوں گے، بالکل اسی طرح جیسے انتخابی مہمات کی تائید و حمایت سے جمہوری معاشروں کو ٹھوس سماجی و معاشی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اپنے وسائل کو انتخابات میں لگانا کفار کی معیشت کو ترقی دیتا ہے، کیونکہ یہ سارا پیسہ ان ممالک اور ان صنعتوں کے پاس جاتا ہے جو پہلے ہی کسی نہ کسی درجے میں ان کے کنٹرول اور اختیار میں ہیں۔ یوں اس سے مسلمان کمزور اور ہمارے دشمن مضبوط ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف اپنے اموال جہاد میں لگانا مسلمانوں کو مضبوط اور کفار کو کمزور کرتا ہے، کیونکہ اس طرح سرمایہ کفار کی معیشت سے نکل کر ان علاقوں میں آ جاتا ہے جو ان کے زیر تسلط نہیں ہیں۔

اگر براہ راست عسکری مدد ممکن نہ بھی ہو، پھر بھی ان علاقوں میں جہاں فعال مزاحمت جاری ہو وہاں فلاحی امداد بھیجنا بھی بڑے فوائد کا حامل ہو سکتا ہے۔ فلاحی امداد جنگ کا ایک اہم حصہ ہے، اور اسلام کے خلاف جنگ کا ایک بڑا حصہ اسی پر مشتمل ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دشمن عام مسلم عوام کو غذائی اور طبی امداد فراہم کرتے ہیں، لیکن اس امداد کو ترک شریعت اور جمہوریت کو قبول کرنے سے مشروط کرتے ہیں۔ یوں ان مسلمان علاقوں کی مدد کرنا جو شریعت سے قریب تر ہیں، اور جو امداد کے سب سے زیادہ مستحق بھی ہیں، ان کی حمایت کرنا براہ راست کفار کی اس قوت کو کم کرتا ہے جو کفار اپنی انسانی امداد کے ذریعے مسلم علاقوں پر قائم کر سکتے ہیں۔

بیشتر مسلمان اس طرح کی حمایت سے ہچکچاتے ہیں کیونکہ وہ اس کے قانونی نتائج سے گھبراتے ہیں۔ ظاہر ہے! آپ کے خیال میں کفار ایسی سرگرمیوں کی اجازت دیں گے جو مسلمانوں پر ان کے غلبے کو ختم کرنے کا باعث بن سکتی ہوں؟ مگر جتنے زیادہ مسلمان ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے، اتنا ہی ان کاموں کے کرنے والوں کو پکڑنا اور سزا دینا مشکل ہوتا جائے گا۔ مزید یہ کہ، ہر دفعہ جب کوئی ان سرگرمیوں میں ملوث پکڑا جائے گا، تو اس سے دیگر لوگوں کے علم میں اضافہ ہو گا کہ مستقبل میں پکڑے جانے سے کیسے بچا جاسکتا ہے اور یوں یہ علم آگے بھی پھیلتا جائے گا۔

یہ خوف جو انسان اُن کاموں کے کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے جس سے کفار ناخوش ہوں، درحقیقت ایک آزمائش ہے۔

وَلَتَجِدَنَّ كُمْ بِشَىءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ
وَالْقُرْبَىٰ وَالْبَطْنِ وَالْظُّلُمِ ۖ (سورۃ البقرہ: ۱۵۵)

”اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنا دو۔“

جتنا ہمارا ایمان مضبوط ہو گا، اتنا ہی ہم قربانی دینے کو تیار ہوں گے، لیکن یہ قربانیاں ہر گز بھی کوئی نقصان نہیں ہیں۔ جو چیز بھی ہم اللہ کی خاطر چھوڑنے پر تیار ہوں گے، اللہ اس کے بدلے اس سے بہتر عطا فرمائیں گے۔

(باقی صفحہ نمبر 28 پر)

امارت اسلامیہ کو حاصل ہونے والی کامیابیاں

میوندرہ افغان

ذیل میں افغانستان میں مقیم ایک خاتون کا مضمون بطور مستعار مضمون کے پیش کیا جا رہا ہے جس میں امارت اسلامیہ افغانستان کو حاصل ہونے والی چند انتظامی کامیابیوں کا ذکر ہے۔ یہ دنیا مومن کے لیے جائے قرار نہیں بلکہ جائے امتحان ہے اور جائے قرار دراصل جنت ہے۔ البتہ جو اس دنیا میں اللہ کے بتائے احکامات پر عمل کرتا ہے اور عملاً شریعت کو نافذ کرتا ہے تو انعام کے طور پر اللہ جل جلالہ اس کو اس دنیا میں بھی باسعادت روحانی حیات طیبہ کے ساتھ مادی نعمتوں سے بھی نوازتا ہے۔ امارت اسلامیہ کو حاصل ہونے والے مادی کامیابیوں میں بھی اصل جوہر اس کے حکمرانوں کا شریعت اسلامی کا نفاذ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ امارت اسلامیہ اور اس کے حکمرانوں کی حفاظت فرمائے اور اس کے امراء کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور صلاح و فلاح دنیا و آخرت ان کا مقدر فرمائے، آمین! (ادارہ)

تعمیر و ترقی

مختلف صوبوں میں اور بالخصوص کابل میں درجنوں تعمیراتی منصوبوں پر کام جاری ہے۔ میدان وردگ، کنڑ، قندھار، بلخ اور ننگرہار میں سڑکوں کی تعمیر، سکولوں کو سہولیات بہم پہنچانے کا کام اور زراعت کو فروغ دینے کے لیے نہروں اور آبپاشی کا نظام بہتر بنانے پر کام ہو رہا ہے۔

امارت اسلامیہ کے اقتدار میں آنے کے ساتھ ہی ملک بھر کو اپنی جاگیر سمجھنے والے مشہور و معروف بلکہ بدنام زمانہ جنگی سردار بزدلوں کی طرح ملک چھوڑ کر فرار ہوئے۔ ان کی زندگیوں کا مقصد و محور معصوم افغان عوام کو تکلیفیں دینا، قتل و غارت گری کرنا، زمینیں چھیننا اور رشوت ستانی جیسے غیر قانونی کاموں میں ملوث رہنا ہی تھا۔

یہاں یہ ذکر بھی بر محل ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ان جنگی لیڈروں کی حویلیوں سے بہت بڑی مقدار میں شراب برآمد کی اور ایک نالے میں ۳۰۰۰ لیٹر شراب بہائی۔

رواں سال ماہ اگست کی ۱۵ تاریخ کو امارت اسلامی افغانستان کے افغانستان پر مکمل فتح و تسلط کو دو سال مکمل ہو جائیں گے۔ یہ وہ روشن دن ہے جس دن امارت اسلامی نے افغانستان کو اس پر قابض مغرب اور اس کی کٹھ پتلیوں کے تسلط کی زنجیروں سے آزاد کرایا۔

آئیے ۲۰۲۱ء کے وسط سے لے کر آج تک امارت اسلامی کی افغانستان میں چند کامیابیوں پر نظر ڈالتے ہیں۔



امن و امان کی صورت حال

ملک کے طول و عرض میں سیوری کی حالت پہلے کی نسبت بہت بہتر ہو گئی ہے اور پورے ملک میں امن قائم کیا گیا ہے۔ امریکی قبضے کے دوران لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں، اگرچہ آج بھی ہمارے ملک کی سالمیت کو داعش کی جانب سے خطرہ لاحق ہے، لیکن پچھلے کچھ عرصے میں داعش کے بھی بہت سے ٹھکانے GDI (امارت اسلامیہ کی انٹیلی جنس) نے ختم کیے ہیں۔

NRF (نیشنل ریزرٹ سنس فرنٹ) اور ملک سے بھاگے ہوئے جنگی کمانڈر ان فتنہ پرور عناصر کی مالی امداد کرنے میں ملوث پائے گئے ہیں۔

پوست کی کاشت پر پابندی

افغانستان وہ ملک تھا جو دنیا بھر کی ۹۰ فیصد افیون کی پیداوار کا ذمہ دار تھا۔ اقتدار میں آنے کے ساتھ ہی امارت اسلامی نے پوست کی کاشت پر سخت پابندی لگائی۔ افغانستان کے صوبہ بلند کی وچہ شہر ہی پوست کی کاشت تھی، لیکن اب یہ کاشت ۹۹ فیصد سے بھی کم ہو گئی ہے۔

بھکاریوں کے لیے اقدامات

سڑکوں پر بھیک مانگنے والے بچوں کو اب تعلیم فراہم کی جا رہی ہے اور وہ بھکاری جو فی الواقع اسٹنہ مجبور ہیں کہ کوئی کام کرنے کے بھی قابل نہیں، انہیں ماہانہ بنیادوں پر وظائف جاری کر دیے گئے ہیں۔

ایسے بھکاری جو مزدوری کے قابل ہیں، انہیں بائیو میٹرک سسٹم سے گزارنے کے بعد مناسب کام دیے گئے ہیں اور ان سے آئندہ بھیک نہ مانگنے کا عہد لیا گیا ہے۔ (گوکہ گداگری اب بھی بڑے پیمانے پر موجود ہے)

میگا پروجیکٹس

۱. قوش ٹیپا کینال

اس کینال کی لمبائی متوقع طور پر ۲۸۵ کلومیٹر ہوگی، اور اس سے توقع ہے کہ ساڑھے پانچ لاکھ (۵۵۰,۰۰۰) ایکڑ صحرائی زمین ہری بھری فصلوں میں تبدیل ہو جائے گی، جس کے نتیجے میں لاکھوں افغانوں کو روزگار کے مواقع میسر آئیں گے۔



۲. TAPI پائپ لائن پروجیکٹ:

مولوی یعقوب مجاہد نے ملٹی بلین ڈالر کی مالیت کے TAPI (ترکمانستان، افغانستان، پاکستان اور انڈیا) گیس پائپ لائن پروجیکٹ کی

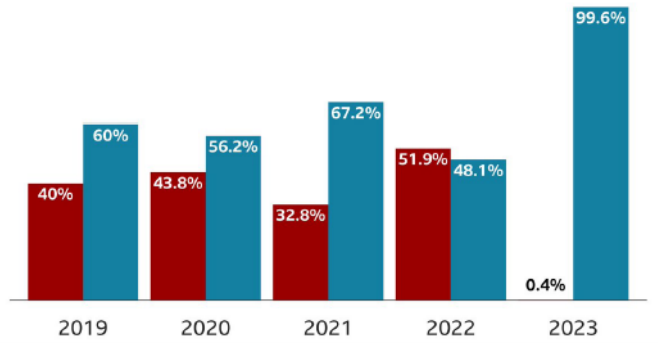


سیکورٹی کی بلا واسطہ ذمہ داری قبول کی ہے۔ توقع ہے کہ افغانستان کو اس پروجیکٹ کے ذریعے ۵۰۰ ملین ڈالر کی سالانہ آمدن ہوگی۔ ایک دوسرے پروجیکٹ (TAP-500) سے بھی متوقع طور پر ۱۱۰ ملین ڈالر کی آمدن ہوگی۔

How poppy cultivation in Helmand has fallen

Percentage of agricultural land area by crop

■ Poppy ■ Other



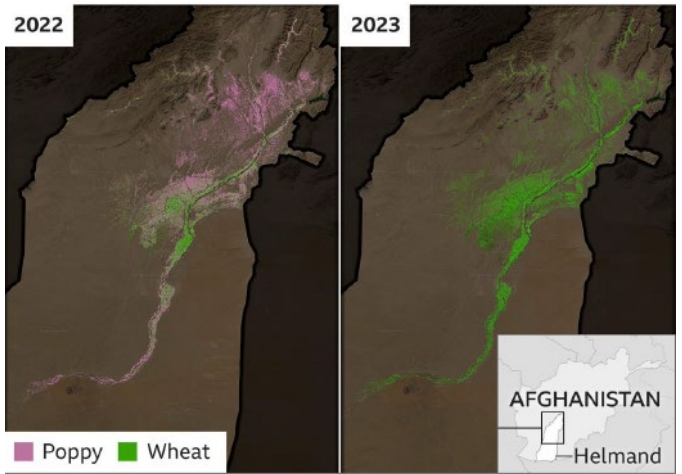
Source: Alcis

BBC

(ٹیبیل میں دیکھا جاسکتا ہے کہ پوسٹ کی کاشت ۱۱۰۰۰ ایکڑ سے بھی کم پر آگئی ہے جبکہ گزشتہ سال یہ ایک لاکھ انتیس ہزار (۱۲۹۰۰۰) ایکڑ پر محیط تھی)۔

Helmand poppy production has collapsed

Areas of poppy and wheat cultivation



Source: Alcis/ESRI

BBC

بعض کاشتکاروں نے اونچی دیواروں میں گھرے پچھواڑوں میں پوسٹ کاشت کرنے کی کوشش کی لیکن امارت اسلامی کے متعلقہ اداروں نے معلوم ہونے پر ان کو بھی ختم کر دیا۔



افغانستان نے ازبکستان اور پاکستان کے ساتھ سہ فریقی ریلوے لائن پروجیکٹ پر بھی معاہدہ کیا ہے، اس پروجیکٹ کی تکمیل ۲۰۲۷ء کے اواخر تک متوقع ہے۔ سال ۲۰۳۰ء تک توقع ہے کہ یہ ٹرینیں سالانہ ۱۵ ملین ٹن کا سامان نقل و حمل کرنے کے قابل ہو جائیں گی۔

خواتین کے لیے اقدامات

امارت اسلامی افغانستان کاروباری خواتین کے لیے سہولیات فراہم کرنے کے معاملے میں نہایت سنجیدہ ہے۔ کچھ ہی عرصہ قبل ملک بھر کی خواتین کاروباری شخصیتوں کے لیے ۸۰۰۰ لائسنس جاری کیے گئے۔ بعض صوبوں جیسے ہرات اور کابل میں ایسے بازار تعمیر کیے گئے ہیں جو فقط خواتین کے لیے مخصوص ہیں۔

امارت اسلامی کے اقتدار میں آنے کے بعد، امیر المومنین نے اپنے ایک فرمان میں جبری شادیوں کو ناجائز قرار دیا اور شادی کے لیے خاتون کی رضا حاصل کرنے کو لازم کیا۔ فرمان میں یہ صراحت کی گئی کہ: کوئی بھی خواتین کو زبردستی یا دباؤ ڈال کر شادی کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ بیوہ خاتون اپنے شوہر کی وفات کے ۷۱ ہفتوں بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اور نئے شوہر کا انتخاب کرنے کے لیے آزاد ہے۔

فرمان میں اس بات کی بھی تاکید کی گئی کہ عورت کو جاگیر نہ سمجھا جائے، بلکہ اسے اس کا جائز حق وراثت و ملکیت دیا جائے۔ افغانستان کے بعض دور افتادہ علاقوں میں، جاگیر دارانہ مسائل اور جھگڑوں کے حل کے لیے لڑکیوں کی شادیاں کر دی جاتی تھیں۔ امارت اسلامی نے اس قسم کی فرسودہ رسومات پر بھی سخت پابندی عائد کی ہے۔

اگرچہ دنیا میں حقوق نسواں کے حوالے سے بہت زیادہ شور و غوغا ہے لیکن ہمیں یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ حقوق نسواں کا پرچم لہرانے والے آخر اس وقت کہاں تھے جب عام پولیس اور دیگر ملیشیاں عورتوں کو اپنی جاگیر سمجھ کر برتاؤ کرتی تھیں۔ عورتیں خود اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں تھیں۔ اپنے ہی گھرانے کے افراد کے سامنے اپنے گھر میں ایک پولیس مین کے ہاتھوں زیادتی کا شکار ہونے والی لڑکی کی ویڈیو انٹرنیٹ پر آسانی دستیاب ہے۔ اور اس جیسی درجنوں کہانیاں افغان معاشرے میں بکھری پڑی ہیں۔ حیرت ہے، نجانے عالمی میڈیا اس وقت کیوں مہو خواب تھا؟

اب الحمد للہ، امارت اسلامی کے سائے تلے خواتین ایسی غلاظت سے مکمل طور پر محفوظ ہیں۔

منشیات کے عادی افراد کے لیے اقدامات

اقتدار میں آنے کے بعد ایک مسئلہ جس کا امارت اسلامی کو سامنا کرنا پڑا، وہ منشیات کا کاروبار کرنے والے اور نشے کے عادی افراد کا تھا، جو کہ ملک بھر میں ۵ ملین کے لگ بھگ تعداد میں موجود تھے۔ مستقل جنگ اور بے روزگاری کے سبب، قابل اور باصلاحیت افغان بھی نشے کی لعنت میں پڑ جاتے اور اپنی زندگیاں تباہ کر لیتے۔



کابل شہر میں موجود پل سوختہ، جس کا مطلب ہے 'جھلتا ہوا پل'، سالوں سے ہزاروں نشیوں کی آماجگاہ تھا۔ نشے کے عادی ان افراد کو اب بحالی مراکز میں داخل کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد پل کے نیچے کے حصے کی مکمل صفائی اور بحالی کا کام کیا گیا ہے۔ صفائی ستھرائی کا کام مکمل ہونے کے بعد اس پل کو پل خوش بختی کا نیا نام دیا گیا ہے۔



عوام کے ساتھ ہم آہنگی

۲۰۲۲ء میں خوست اور پکتیا میں آنے والے زلزلوں کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے سبب ہزاروں خاندانوں کے گھر تباہ ہوئے اور بہت سے لوگوں سے ان کے پیارے چھین گئے۔ اس موقع پر وزیر داخلہ سراج الدین حقانی خود وہاں پہنچے اور متاثرہ لوگوں کو فوری امداد کی یقین دہانی کرائی۔

(باقی صفحہ نمبر 31 پر)

امریکہ کی اصلیت ظاہر کرتی خفیہ پاکستان کیبل دستاویزات

’دی انٹرسپٹ‘ کی نشر کردہ تحریر اور ’سائفر‘ کے اقتباس کا ترجمہ

پاکستان میں پچھلے سال (مارچ ۲۰۲۲ء) میں عمران کو عدم اعتماد کے ووٹ کے ذریعہ اقتدار سے الگ کر دیا گیا تھا۔ خود عمران خان نے اس زمانے میں اقتدار سے ہٹائے جانے سے قبل ایک خفیہ دستاویز (سائفر) کے ہونے کا انکشاف کیا تھا اور کہا تھا کہ اس کو امریکی ’آرڈر پر اقتدار سے الگ کیا جا رہا ہے۔ اس وقت مجھے ہذا کے اپریل مارچ ۲۰۲۲ء کے شمارے کے ادارے میں ہم نے اس موضوع پر کچھ تبصرہ ضبط تحریر میں لایا تھا جو دیکھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اگست ۲۰۲۳ء کی ۹ تاریخ کو امریکی خبر رساں ادارے ’دی انٹرسپٹ‘ کو اسی سائفر کا متن ایک ذریعے سے موصول ہوا، جس پر دی انٹرسپٹ سے وابستہ صحافی ریان گرم اور مرتضیٰ حسین نے ایک تجزیاتی مضمون تحریر کیا، ذیل میں مضمون اسی کا ترجمہ ہے۔ مجھے نوائے غزوہ ہند کی انٹرسپٹ کے اس مضمون کو فقط ایک مقصد کے تحت یہاں شائع کر رہا ہے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ یہ وضاحت کی جائے کہ اس دنیا میں فساد کی جڑ اور عالمی بد معاش نظام کو نافذ کرنے اور چلانے والی اصل قوت امریکہ ہے اور پاکستان میں اصل مقتدر قوت پاکستان فوج اور آئی ایس آئی یعنی فوجی اسٹیبلشمنٹ ہے جو اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر بڑے درجے کی پالیسی سازی میں مکمل طور پر امریکہ کی تابع ہے۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ۲۰۱۸ء میں عمران خان کو اقتدار میں لانے والی قوت بھی یہی فوجی اسٹیبلشمنٹ تھی۔ قارئین کو اس ’دانا‘ صحافی کا ڈی جی آئی ایس پی آر سے سوال نمائندہ رہا کہ مطالبہ یاد ہو گا جس میں اس صحافی نے اس مفہوم کی بات کی تھی کہ ’آپ نے نواز شریف اور زرداری کو تو لگام ڈال دیا ہے، اس عمران خان کا بھی کچھ کر لیں یہ بھی بڑا سوراخ ثابت ہونا ہے‘۔ ایسا نہیں ہے کہ پاکستانی سیاست دان اسٹیبلشمنٹ کے غلام ہوتے ہیں اور ان کا اپنا کوئی نظریہ ہوتا ہی نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سبھی سیاست دان کوئی نہ کوئی ٹھوس سیاسی نظریہ رکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی جانتے ہیں کہ پاکستان میں اصل مقتدر قوت فوج ہے اور چونکہ سیاسی نظریے سے زیادہ اقتدار کی ہوس ان سیاست دانوں پر غالب ہوتی ہے [بے نظیر، زرداری، نواز شریف، شہباز شریف تا عمران خان (فی الحال بے پیندے کے لوٹوں شیخ رشید اور پرویز الہی قبیل کی بات نہیں ہو رہی)] تو وہ اس ہوس اقتدار کی خاطر اپنے سیاسی نظریے کو قربان کر دیتے ہیں، فوجی اسٹیبلشمنٹ کی جی حضوری کرتے ہوئے وہ منہ پر اقتدار پر بیٹھتے ہیں اور پھر اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کی کرسی اب مضبوط ہو گئی ہے اور سولین اداروں کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ساتھ میں خدمت ملک کی کچھ کوشش بھی کر پٹن کے ساتھ کرتے ہیں اور ہر ایک کا اس کرپشن میں اپنے حساب سے فیصدی حصہ ہوتا ہے۔ پھر جیسے ہی یہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہوتے ہیں، جیسا کہ ماضی میں بے نظیر، نواز شریف ہوئے تو انہیں اقتدار سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ یہی معاملہ عمران خان کے ساتھ ہوا۔ عمران خان نے بین الاقوامی پالیسی میں دو معروف اقدامات اسٹیبلشمنٹ کی خواہش کے برخلاف کیے، پہلا امریکہ کو پاکستان میں فوجی اڈے دینے سے انکار (Absolutely not!) اور دوسرا یوکرین کی جنگ میں معتدل بلکہ روس کی طرف جھکاؤ والا رویہ (دینی و شرعی لحاظ تو الگ معاملہ ہے لیکن مستقبل بعید میں شاید پاکستانی سیاست کے لحاظ سے یہ فیصلہ پاکستان کے حق میں جاتا)، اس دعوے کے حق میں یہ دو حقائق بھی جاتے ہیں کہ عمران خان کو ہٹائے ہوئے اور ہٹانے کے بعد پاکستان کا یوکرین کی جنگ میں رویہ بدل گیا پورٹوں کے مطابق پاکستان آرڈیننس فیکٹریز (POF) کا اسلحہ یوکرین استعمال کر رہا ہے، ساتھ ہی معتد زرائع کے مطابق اس وقت افغانستان کی فضاؤں میں محو پرواز ڈرون طیارے پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں موجود خفیہ امریکی ہوائی اڈوں سے اڑ رہے ہیں جہاں امریکی ہینگر موجود ہیں اور ان کی حفاظت کو پاک فوج کے جوان تعینات ہیں (اور ’عہد وفا‘ خوب ’نچا‘ یا ’گھرے‘ ہیں)۔ بہر کیف، اس سب کا نتیجہ وہ سائفر نکلا جو ذیل کے مضمون کا سبب بنا۔ یہاں یہ امر واضح کرنا بھی اہم ہے کہ عمران خان پر اس وقت بھی اقتدار ہی کی ہوس غالب ہے، جس ہوس کی خاطر اس نے دین و دنیا اور اعلیٰ و سفلی ہر عمل کیا ہے، اور اس کی دلیل یہ بات ہے کہ اقتدار سے الگ ہونے سے عین قبل اور بعد عمران خان امریکہ کو اقتدار سے ہٹائے جانے کا سبب کہتا رہا، پھر جس اس کی پاکستانی اسٹیبلشمنٹ سے ڈیل نہ ہو سکی اور اس نے اقتدار کی ہوس میں حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا تو وہ اپنے پہلے کے بیانات سے مکر گیا اور کہنے لگا کہ میری اس وقت کی معلومات غلط تھیں مجھے امریکہ نے نہیں باجوہ نہ ہٹوایا، ہائے ری عالمی سیاسی منڈی میں پاکستان کی گندی سیاست میں اقتدار کی ہوس جس میں گدھے کو باپ اور باپ کو گدھا بنانا پڑتا ہے۔ اللہ پاک اہل دنیا کو امریکی نظام اور اہل پاکستان کو فوجی اسٹیبلشمنٹ سے نجات عطا کرے اور دنیا بھر میں اقامت خلافت کی کوششوں کو کامیاب فرمائے، آمین! (مدیر)

پاکستانی حکومت کی لیک ہونے والی خفیہ دستاویز میں مذکور امریکی حکام سے ملاقات کے ایک ماہ بعد، پارلیمنٹ میں عدم اعتماد کا ووٹ ڈالا گیا، جس کے نتیجے میں عمران خان کو اقتدار سے ہٹا دیا گیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ووٹ، پاکستان کی طاقتور فوج کی پشت پناہی سے منعقد کیے گئے تھے۔ اس وقت سے عمران خان اور اس کے حامی، فوج اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ ایک جدوجہد میں مصروف ہیں، جنہوں نے، عمران خان کے دعوے کے مطابق، اسے امریکہ کے کہنے پر اقتدار سے ہٹانے کا منصوبہ تیار کیا۔

پاکستانی کیبل کا متن، جو سفیر کی ملاقات سے تیار کیا گیا اور پاکستان منتقل کیا گیا، پہلے شائع نہیں کیا گیا تھا۔ کیبل جسے داخلی طور پر ’سائفر‘ کے نام سے جانا جاتا ہے، دونوں دھونس اور لالچ کے حربوں کو ظاہر کرتا ہے، جو محکمہ خارجہ نے عمران خان کے خلاف اپنے دباؤ میں استعمال کیے تھے، وعدہ کیا گیا کہ اگر عمران خان کو ہٹا دیا گیا تو زیادہ گرجو شی والے تعلقات ہوں گے اور نہ ہٹایا تو تنہا کر دیا جائے گا۔

’دی انٹرسپٹ‘ کی حاصل کردہ پاکستانی حکومت کی ایک خفیہ دستاویز کے مطابق، امریکی محکمہ خارجہ نے ۷ مارچ ۲۰۲۲ء کی ایک ملاقات میں پاکستانی حکومت کو، یوکرین پر روسی حملے پر غیر جانبداری دکھانے کی وجہ سے، عمران خان کو وزیراعظم کے عہدے سے ہٹانے پر ابھارا۔

امریکہ میں پاکستانی سفیر اور محکمہ خارجہ کے دو اہلکاروں کے درمیان ہونے والی یہ ملاقات گزشتہ ڈیڑھ سال سے پاکستان میں شدید تنازعات، مویشی گائیوں اور قیاس آرائیوں کا موضوع رہی ہے، جبکہ عمران خان کے حامیوں اور اس کے فوجی اور سولین مخالفین کے درمیان طاقت کے حصول کی خاطر رسہ کشی ہوتی رہی۔ سیاسی کشمکش ۱۵ اگست ۲۰۲۳ء کو اور بڑھ گئی جب عمران خان کو بدعنوانی کے الزام میں تین سال قید کی سزا سنائی گئی اور معزولی کے بعد اسے دوسری بار حراست میں لے لیا گیا۔ عمران خان کے مدافعتی اس الزام کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس سزا نے پاکستان کے مقبول ترین سیاست دان عمران خان کو اس سال کے آخر میں پاکستان میں متوقع انتخابات میں حصہ لینے سے بھی روک دیا ہے۔

’خفیہ‘ کے لیبل والی یہ دستاویز محکمہ ’خارجہ‘ کے عہدے داروں کے درمیان ہونے والی ملاقات کی روداد پر مشتمل ہے، جس میں جنوبی و وسطی ایشیائی امور کے بیورو کے اسسٹنٹ سیکریٹری آف سیٹ ڈائمنڈ لو (Donald Lu) اور اسد مجید خان شامل ہیں جو اس وقت امریکہ میں پاکستانی سفیر تھے۔

یہ دستاویز ’دی انٹرسیٹ‘ کو پاکستانی فوج کے ایک گمنام ذریعے نے فراہم کی تھی، جس کے بقول اس کا عمران خان یا عمران خان کی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ ’دی انٹرسیٹ‘ اس کیبل کے متن کو ذیل میں شائع کر رہا ہے، اس میں ٹائپنگ کی معمولی غلطیوں کو درست کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح کی تفصیلات کو، دستاویز کو ’واٹر مارک‘ کرنے اور اس کے پھیلاؤ کو ٹریک کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

’دی انٹرسیٹ‘ کو حاصل شدہ دستاویز کا مواد پاکستانی اخبار ’ڈان‘ اور دیگر جگہوں کی رپورٹنگ سے مطابقت رکھتا ہے، جس میں ملاقات کے حالات اور کیبل کی ہی اپنی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، بشمول درجہ بندی کے نشانات جنہیں ’دی انٹرسیٹ‘ کی اس پیشکش سے خارج کر دیا گیا ہے۔ کیبل میں بیان کردہ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کے محرکات آگے چل کر واقعات سے ظاہر ہوئے۔ کیبل میں، امریکہ نے خان کی یوکرین جنگ کے حوالے سے خارجہ پالیسی پر اعتراض کیا۔ ان مواقف کو خان کی برطرفی کے بعد فوری طور بدل دیا گیا، جس کے بعد ملاقات میں کیے گئے وعدے کے مطابق، امریکہ اور پاکستان کے درمیان گرمجوشی پیدا ہو گئی۔

یہ ملاقات یوکرین پر روسی حملے کے دو ہفتے بعد ہوئی، اس وقت جب عمران خان ماسکو جا رہے تھے، وہ دورہ جس نے واشنگٹن کو مشتعل کر دیا۔

۲ مارچ کو، اس ملاقات سے صرف چند دن قبل، ’لو‘ سے سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی میں انڈیا، سری لنکا اور پاکستان کی یوکرین تنازع کے حوالے سے غیر جانبداری کے بارے میں سوال کیا گیا۔ سینیٹر ’کرس وان ہولن‘ کی اقوام متحدہ کی قرارداد، جس میں اس تنازع میں روس کے کردار کی مذمت کی گئی تھی، سے پاکستان کے باز رہنے کے حوالے فیصلے کے بارے میں سوال کے جواب میں لو نے کہا:

”وزیر اعظم خان نے حال ہی میں ماسکو کا دورہ کیا ہے، اور اس لیے مجھے لگتا

ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس فیصلے کے بعد خاص طور

پر وزیر اعظم کے ساتھ کس طرح تعامل کیا جائے۔“

وان ہولن اس بات پر ناراض نظر آئے کہ محکمہ خارجہ کے اہلکار اس مسئلے میں خان کے ساتھ رابطے میں کیوں نہیں تھے۔

اس ملاقات سے ایک دن قبل، عمران خان نے ایک ریلی سے خطاب کیا اور یورپی مطالبے، کہ پاکستان یوکرین کی پشت پر کھڑا ہو جائے، کا براہ راست جواب دیا۔ ”کیا ہم تمہارے غلام ہیں؟“ عمران خان جوم کے سامنے گرج کر بولا۔ ”ہم آپ کے سامنے کیا ہیں؟ کیا ہم کوئی غلام ہیں کہ جو آپ کہیں گے ہم کر لیں؟“ اس نے پوچھا۔ ”ہماری روس سے بھی دوستی ہے، ہماری امریکہ سے بھی دوستی ہے۔ ہماری چائنہ سے بھی دوستی ہے روس سے بھی ہے۔ ہم کسی کیمپ میں نہیں ہیں۔“

دستاویز کے مطابق ملاقات میں لو نے واضح الفاظ میں تنازع میں پاکستان کے موقف سے واشنگٹن کی ناراضگی کے بارے میں بات کی۔ دستاویز میں لو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ”یہاں اور یورپ کے لوگ اس بات پر کافی متفکر ہیں کہ پاکستان (یوکرین پر) اس قدر جارحانہ طور پر غیر جانبدارانہ موقف کیوں اختیار کر رہا ہے، اگر ایسی پوزیشن ممکن بھی ہے تب بھی۔ یہ ہمیں اتنا غیر جانبدارانہ موقف نظر نہیں آتا۔“ لو نے مزید کہا کہ اس نے امریکی قومی سلامتی کونسل کے ساتھ داخلی گفت و شنید کی ہے اور یہ کہ ”یہ بالکل واضح ہے کہ یہ وزیر اعظم کی پالیسی ہے۔“

لو پھر دو ٹوک انداز میں عدم اعتماد کے ووٹ کا مسئلہ اٹھاتا ہے۔ دستاویز کے مطابق لو نے کہا: ”میرے خیال میں اگر وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ کامیاب ہو جاتا ہے، تو واشنگٹن میں سب کچھ معاف کر دیا جائے گا، کیونکہ روس کے دورے کو وزیر اعظم کے فیصلے کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔“ اس نے مزید کہا، ”ورنہ، مجھے لگتا ہے کہ آگے بڑھنا مشکل ہو گا۔“

لو نے خبردار کیا کہ اگر صورتحال کو حل نہ کیا گیا، تو پاکستان کے مغربی اتحادی اسے غیر اہم بنا کر رکھ دیں گے۔ ”میں نہیں بتا سکتا کہ یورپ اسے کیسے دیکھے گا لیکن مجھے شبہ ہے کہ ان کا رد عمل بھی اسی جیسا ہو گا“، لو نے مزید کہا کہ اگر خان اپنے عہدے پر رہے گا تو اسے یورپ اور امریکہ کی طرف سے ”تنبہ کر دیے جانے“ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

پاکستانی کیبل میں لو کے اقتباسات کے بارے میں پوچھا جانے پر، سیٹ ڈپارٹمنٹ کے ترجمان میتھیو ملرنے کہا، ”ان مبینہ تبصروں میں کچھ بھی ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ امریکہ نے اس حوالے سے کوئی موقف اختیار کیا ہو کہ پاکستان کا لیڈر کسے ہونا چاہیے۔“ ملرنے کہا کہ وہ نجی سفارتی بات چیت پر تبصرہ نہیں کریں گے۔

پاکستانی سفیر نے امریکی قیادت کی طرف سے تعامل کے فقدان پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا: ”اس ہچکچاہٹ نے پاکستان میں یہ تاثر پیدا کر دیا تھا کہ ہمیں نظر انداز کیا جا رہا ہے، یا یہاں تک کہ ہمیں معمولی سمجھا جا رہا ہے۔ ایک احساس یہ بھی پایا جاتا تھا کہ جبکہ امریکہ ان تمام معاملات میں جو امریکہ کے لیے اہم ہیں پاکستان کی مکمل حمایت کی توقع کرتا ہے لیکن وہ خود بدلے میں توقعات پوری نہیں کرتا۔“

دستاویز کے مطابق، بحث کا اختتام پاکستانی سفیر کی طرف سے اس امید کے اظہار کے ساتھ ہوا کہ روس یوکرین جنگ کا مسئلہ ”ہمارے دو طرفہ تعلقات کو متاثر نہیں کرے گا“۔ لو نے اسے بتایا کہ نقصان حقیقی تھا لیکن مہلک نہیں، اور عمران خان کے جانے کے بعد تعلقات معمول پر آ سکتے ہیں۔ ”میرا استدلال یہ ہے کہ ہمارے نقطہ نظر سے اس نے پہلے سے ہی ہمارے تعلقات میں دراڑ ڈال دی ہے“، لو نے پاکستان میں ”سیاسی صورتحال“ کا معاملہ دوبارہ اٹھاتے ہوئے کہا، ”چلیں چند دن انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا سیاسی صورتحال بنتی ہے، جس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس معاملے میں ہمارا کوئی بڑا اختلاف نہیں ہو گا اور یہ دراڑ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ دوسری صورت میں، ہمیں اس مسئلے کا براہ راست سامنا کرنا پڑے گا اور فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اسے کیسے سنبھالا جائے۔“

ملاقات سے اگلے دن، ۸ مارچ کو، پارلیمنٹ میں خان کے مخالفین عدم اعتماد کے ووٹ کی طرف اہم طریقہ کار کے ساتھ آگے بڑھے۔

مڈل ایسٹ انسٹی ٹیوٹ کے ایک غیر رہائشی اسکالر اور امور پاکستان کے ماہر عارف رفیق نے کہا، ”اس ملاقات کے وقت عمران خان کی قسمت پر مہر نہیں لگائی گئی تھی، لیکن اس کی حالت کمزور تھی۔“ آپ کے سامنے یہ ہے کہ بائڈن انتظامیہ پاکستانی عوام کو پیغام بھیج رہی ہے جنہیں وہ پاکستان کے حقیقی حکمران کے طور پر دیکھتی ہے، اور انہیں اشارہ دے رہی ہے کہ اگر اسے اقتدار سے ہٹا دیا گیا تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔“

’دی انٹر سیپٹ‘ نے دستاویز کی تصدیق کے لیے جامع کوششیں کی ہیں۔ پاکستان میں سکیورٹی کے ماحول کو دیکھتے ہوئے، پاکستانی حکومت میں موجود ذرائع سے آزادانہ تصدیق حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ واشنگٹن ڈی سی میں پاکستانی سفارت خانے نے تبصرہ کرنے کی درخواست کا جواب نہیں دیا۔

محکمہ خارجہ کے ترجمان، ملرنے کہا، ”ہم نے یوکرین پر روس کے حملے کے دن اس وقت کے وزیر اعظم عمران خان کے ماسکو کے دورے پر تشویش کا اظہار کیا تھا اور اس اختلاف کو عوامی سطح پر بھی اور نجی سطح پر بھی بتایا تھا۔“ اس نے مزید کہا کہ ”امریکہ کی جانب سے پاکستان کی قیادت کے بارے میں اندرونی فیصلوں میں مداخلت کے الزامات غلط ہیں، وہ ہمیشہ سے غلط تھے اور اب بھی غلط ہیں۔“

امریکی انکار

محکمہ خارجہ نے پہلے بھی اور متعدد مواقع پر اس بات کی تردید کی ہے کہ لو نے پاکستانی حکومت پر زور دیا کہ وہ وزیر اعظم کو معزول کرے۔ ۸ اپریل ۲۰۲۲ء کو عمران خان کے اس الزام کے بعد کہ ایک کیبل موجود ہے جو امریکی مداخلت کے ان کے دعوے کو ثابت کرتی ہے، محکمہ

خارجہ کی ترجمان جلینا پورٹر سے اس کی صداقت کے بارے میں پوچھا گیا۔ پورٹر نے کہا، ”مجھے دو ٹوک الفاظ میں صرف یہ کہنے دیں کہ ان الزامات میں قطعی طور پر کوئی صداقت نہیں ہے۔“

جون ۲۰۲۳ء کے اوائل میں، خان ’دی انٹر سیپٹ‘ کے ساتھ ایک انٹرویو کے لیے بیٹھے اور دوبارہ ان الزامات کو دہرایا۔ اس وقت محکمہ خارجہ نے تبصرے کی درخواست کے جواب میں سابقہ تردیدوں کا حوالہ دیا۔

خان پیچھے نہیں ہٹا، اور محکمہ خارجہ نے جون اور جولائی کے دوران دوبارہ الزام کی تردید کی، کم از کم تین بار پریس کانفرنسوں میں اور ایک بار پھر پاکستان کے لیے ایک ڈپٹی اسسٹنٹ سیکریٹری آف اسٹیٹ کی تقریر میں، جس نے ان دعووں کو ”پروپیگنڈہ، غلط معلومات، اور غلط معلومات“ کہا۔ تازہ ترین موقع پر محکمہ خارجہ کے ترجمان ملرنے اس سوال کا مذاق اڑایا۔ ملرنے کہا، ”مجھے لگتا ہے کہ مجھے صرف ایک نشانی لانے کی ضرورت ہے جو میں اس سوال کے جواب میں اٹھا سکوں اور کہہ سکوں کہ یہ الزام درست نہیں ہے۔“ ملرنے ہنستے ہوئے کہا اور جواب میں پریس کی جانب سے بھی قہقہے بلند ہوئے۔ ”میں نہیں جانتا میں اسے کتنی بار کہہ سکتا ہوں..... امریکہ پاکستان میں یا کسی بھی اور ملک میں کسی ایک سیاسی امیدوار یا پارٹی کے مقابلے میں دوسرے کے حوالے سے کوئی موقف نہیں رکھتا۔“

جبکہ کیبل پر ڈرامہ عوام اور پریس میں چل رہا ہے، پاکستانی فوج نے پاکستانی سول سوسائٹی پر ایک بے مثال حملہ شروع کیا ہے تاکہ ملک میں ماضی میں جو اختلاف رائے اور آزادانہ اظہار اپنا وجود رکھتا تھا اسے خاموش کرایا جاسکے۔

حالیہ مہینوں میں، فوج کی زیر قیادت حکومت نے نہ صرف اختلاف کرنے والوں کے خلاف، بلکہ اپنے اداروں کے اندر مشتبہ لیک کرنے والوں کے خلاف بھی کریک ڈاؤن کیا، گزشتہ ہفتے ایک قانون پاس کیا جو بغیر وارنٹ تلاشیوں اور راز افشا کرنے والوں کے لیے جیل کی طویل سزاؤں کی اجازت دیتا ہے۔ عمران خان کی حمایت کے عوامی مظاہروں سے متزلزل، جس کا اظہار اس مئی میں بڑے پیمانے پر مظاہروں اور ہنگاموں کے ایک سلسلے میں کیا گیا تھا، فوج نے اپنے لیے آمرانہ اختیارات بھی متعین کیے ہیں جو شہری آزادیوں کو بڑی حد تک کم کرتے ہیں، فوج پر تنقید کو جرم کا درجہ دیتے ہیں، ادارے کے ملک کی معیشت میں پہلے سے وسیع کردار کو مزید وسعت دیتے ہیں اور سیاسی قیادت کو ملک کے سیاسی اور سول معاملات پر مستقل ویٹ دیتے ہیں۔ جمہوریت پر یہ بڑے بڑے حملے ہوئے اور امریکی حکام کے کانوں پر جوں تک نہ رہنکی۔ جولائی کے آخر میں، امریکی سینیٹر ل کمانڈ کے سربراہ، جنرل مائیکل کوریلانے پاکستان کا دورہ کیا، پھر ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ان کا دورہ ”فوج سے فوج کے تعلقات کو مضبوط بنانے“ پر مرکوز تھا، جبکہ پاکستان کی سیاسی صورتحال کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس موسم

گرما میں ٹیکساس سے کانگریس کے نمائندے گریگ کیمر نے نیشنل ڈیفنس آتھرائزیشن ایکٹ میں ایک اقدام شامل کرنے کی کوشش کی جس میں محکمہ خارجہ کو پاکستان میں جمہوری انحطاط پذیری کا جائزہ لینے کی ہدایت کی گئی، لیکن ایوان میں اس پرووینٹ منع کر دی گئی۔

پیر کو ایک پریس بریفنگ میں، اس سوال کے جواب میں کہ آیا عمران خان کا منصفانہ ٹرائل ہوا، محکمہ خارجہ کے ترجمان ملرنے کہا، ”ہم سمجھتے ہیں کہ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔“

سیاسی افراتفری

پاکستانی فوج کے ساتھ اختلافات کے بعد خان کو اقتدار سے ہٹائے جانے سے، اسی ادارے نے جس نے اس کے سیاسی عروج تو تشکیل دیا، تنہا کروڑ کی قوم کو سیاسی اور اقتصادی بحران میں ڈال دیا ہے۔ خان کی برطرفی اور اس کی پارٹی کو دبانے کے خلاف مظاہروں نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اس کے اداروں کو مفلوج کر دیا ہے، جبکہ پاکستان کے موجودہ رہنما ایک ایسے معاشی بحران کا مقابلہ کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں جو جزوی طور پر یوکرین پر روس کے حملے کے نتیجے میں توانائی کی عالمی قیمتوں پر پڑنے والے اثرات سے پیدا ہوا تھا۔ موجودہ افراتفری کے نتیجے میں ملک میں مہنگائی کی اور سرمائے کے ملک سے باہر جانے کی شرح حیران کن ہے۔

عام شہریوں کے لیے بگڑتی ہوئی صورتحال کے علاوہ، پاکستانی فوج کی ہدایت پر شدید سنسرشپ کا نظام بھی نافذ کیا گیا ہے، جس میں خبر رساں اداروں کو عمران خان کے نام کا ذکر کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے، جیسا کہ دی انٹرنیٹ نے پہلے رپورٹ میں کہا تھا۔ سول سوسائٹی کے ہزاروں ارکان، جن میں زیادہ تر عمران خان کے حامی ہیں، کو فوج نے حراست میں لے لیا ہے، ایک کریک ڈاؤن، جس میں اس سال کے شروع میں عمران خان کی گرفتاری اور چار دن تک حراست میں رکھنے کے بعد شدت آگئی، اس سے ملک بھر میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سکیورٹی فورسز کی جانب سے تشدد کی مصدقہ اطلاعات سامنے آئی ہیں، جن میں حراست میں متعدد افراد کی ہلاکت کی اطلاعات ہیں۔

پاکستان میں کبھی بے قابو رہنے والے پریس کے خلاف کریک ڈاؤن نے خاصا تاریک موڑ لیا ہے۔ ملک سے فرار ہونے والے نامور پاکستانی صحافی ارشد شریف کو گزشتہ اکتوبر نیروبی میں ایسے حالات میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا جو متنازع ہیں۔ ایک اور معروف صحافی عمران ریاض خان کو سکیورٹی فورسز نے اس مئی میں ایک ہوائی اڈے سے حراست میں لے لیا تھا اور اس کے بعد سے اسے دیکھا نہیں گیا۔ دونوں اس خفیہ کیبل پر رپورٹنگ کر رہے تھے، جس نے پاکستان میں تقریباً افسانوی حیثیت اختیار کر لی ہے، اور خان کی برطرفی سے قبل ان مٹھی بھر صحافیوں میں شامل تھے، جنہیں اس کے مواد کے بارے میں بریفنگ دی گئی تھی۔ پریس پر ان

حملوں نے خوف کا ماحول پیدا کر دیا ہے جس نے پاکستان کے اندر رپورٹرز اور اداروں کی طرف سے دستاویز پر رپورٹنگ مکمل طور پر ناممکن بنا دی ہے۔

گزشتہ نومبر میں، عمران خان خود بھی قتل کی کوشش کا نشانہ بنا تھا، جب اسے ایک سیاسی ریلی کے دوران ایک حملے میں گولی ماری گئی تھی، جس میں وہ خود زخمی ہوا اور اس کا ایک حامی جاں بحق ہو گیا تھا۔ اس کی قید کو پاکستان کے اندر بڑے پیمانے پر، بشمول اس کی حکومت کے بہت سے ناقدین کے، فوج کی جانب سے اس کی پارٹی کو آئندہ انتخابات میں حصہ لینے سے روکنے کی کوشش کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ رائے عامہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انہیں انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی تو غالباً عمران خان جیت جائے گا۔

مڈل ایسٹ انسٹی ٹیوٹ کے سکالر عارف رفیق کہتے ہیں: ”عمران خان کو ایک مقدمے کی سماعت کے بعد جھوٹے الزامات پر سزا سنائی گئی تھی جہاں اس کے دفاع کو گواہ پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس سے پہلے وہ ایک قاتلانہ حملے میں بچ گیا تھا، اس کے ساتھ منسلک ایک صحافی کو قتل کیا گیا تھا، اور اس نے اپنے ہزاروں حامیوں کو قید ہوتے دیکھا ہے۔ اگرچہ بائینڈن انتظامیہ کہتی ہے کہ انسانی حقوق کو ان کی خارجہ پالیسی میں سب سے اوّلین حیثیت حاصل ہو گی، لیکن اب وہ نظریں چرا رہے ہیں جبکہ پاکستان ایک مکمل فوجی آمریت بننے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ آخر کار پاکستانی فوج کا معاملہ ہے کہ جو ملک پر اپنی بالادستی برقرار رکھنے کے لیے بیرونی قوتوں کو استعمال کر رہی ہے۔ جب بھی کوئی بڑی جغرافیائی سیاسی دشمنی ہوتی ہے، چاہے وہ سرد جنگ ہو، یا دہشت گردی کے خلاف جنگ، وہ (پاکستانی فوج) جانتی ہے کہ امریکہ کو اپنے حق میں کیسے استعمال کرنا ہے۔“

خان کے بارے میں کیبل کا حوالہ دینے نے بھی ان کی قانونی مشکلات میں اضافہ کیا ہے، استغاثہ نے اس بات کی علیحدہ سے تحقیقات شروع کر دی ہیں کہ آیا اس نے ریاستی رازوں کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔

جمہوریت اور فوج

برسوں سے، امریکی حکومت کے پاکستانی فوج کے ساتھ سرپرستی کے تعلقات ہیں۔ جس (پاکستانی فوج) نے طویل عرصے سے ملکی سیاست میں طاقت کے حقیقی دلال کے طور پر کام کیا ہے۔ بہت سے پاکستانی ان تعلقات کو ملک کی معیشت کو ترقی دینے، مقامی کرپشن کے ساتھ لڑنے اور ایک تعمیری خارجہ پالیسی اپنانے کے راستے میں ناقابل تسخیر رکاوٹ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یہ احساس کہ اس تعلق کی وجہ سے پاکستان میں با معنی آزادی کا فقدان ہے، جس نے جمہوریت کے پھندے کے باوجود، ملکی سیاست میں فوج کو ایک قابو سے باہر قوت بنا دیا ہے، ایک مقبول وزیر اعظم کی برطرفی میں امریکہ کے ملوث ہونے کے الزام کو اور بھی آتش انگیز بنا دیتا ہے۔

’دی انٹریپٹ‘ کے ذرائع نے، جنہوں نے فوج کے ایک رکن کے طور پر اس دستاویز تک رسائی حاصل کی تھی، ملک کی فوجی قیادت سے ان کی بڑھتی ہوئی مایوسی، عمران خان کے خلاف سیاسی لڑائی میں اس کی شمولیت کے بعد فوج کے مورال پر پڑنے والے اثرات، حالیہ فوجی پروپیگنڈہ میں مرے ہوئے فوجیوں کی یادوں کا سیاسی مقاصد کے لیے استحصال اور کریک ڈاؤن کے دوران مسلح افواج کے ساتھ وسیع پیمانے پر عوام میں فوج سے محبت کے خاتمے کے بارے میں بتایا۔ ان کے خیال میں فوج پاکستان کو ۱۹۷۱ء جیسے بحران کی طرف دھکیل رہی ہے جس کی وجہ سے بنگلہ دیش کی علیحدگی ہوئی تھی۔

ذرائع نے مزید کہا کہ انہیں امید ہے کہ لیک ہونے والی دستاویز آخر کار اس بات کی تصدیق کر دے گی، جو عوام لوگوں کے ساتھ ساتھ مسلح افواج کے عام سپاہی کو پاکستانی فوج کے حوالے سے شکوک تھے، اور ادارے کو داخلی محاسبہ پر مجبور کرے گی۔

اس جون میں، عمران خان کی سیاسی جماعت پر فوج کے کریک ڈاؤن کے دوران، خان کے سابق پرنسپل سیکریٹری، اعلیٰ بیورو کریٹ اعظم خان کو گرفتار کر کے ایک ماہ کے لیے قید حراست میں لے لیا گیا۔ دوران حراست اعظم خان نے مبینہ طور پر عدلیہ کے ایک رکن کے سامنے ریکارڈ کیا گیا ایک بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا تھا کہ یہ کیبل واقعی اصلی تھی، لیکن سابق وزیر اعظم نے سیاسی فوائد کے لیے اس کے مواد کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا۔

کیبل میں بیان کی گئی ملاقات کے ایک ماہ بعد، اور خان کو عہدے سے ہٹائے جانے سے چند دن قبل، اس وقت کے پاکستانی آرمی چیف قمر باجوہ نے عوامی سطح پر خان کی غیر جانبداری کو توڑتے ہوئے ایک تقریر کی اور روسی حملے کو ایک ”بہت بڑا المیہ“ قرار دیا اور روس پر تنقید کی۔ اس تبصرے نے عوامی تصویر کو کیبل میں درج لو کے نجی مشاہدے کے ساتھ جوڑ دیا، کہ پاکستان کی غیر جانبداری عمران خان کی پالیسی تھی، لیکن فوج کی نہیں۔

عمران خان کی برطرفی کے بعد پاکستان کی خارجہ پالیسی میں نمایاں تبدیلی آئی ہے، اور پاکستان یوکرین تنازع میں زیادہ واضح طور پر امریکہ اور یورپی فریق کی طرف جھک رہا ہے۔ اپنی غیر جانبداری کا موقف ترک کرتے ہوئے، پاکستان اب یوکرین فوج کو ہتھیار فراہم کرنے والے کے طور پر ابھر رہا ہے۔ پاکستان کے تیار کردہ گولوں اور گولہ بارود کی تصاویر میدان جنگ کی تصاویر میں باقاعدگی سے نظر آتی رہتی ہیں۔ اس سال کے شروع میں ایک انٹرویو میں یورپی یونین کے ایک اہلکار نے یوکرین میں پاکستانی فوج کی پشت پناہی کی تصدیق کی تھی۔ دریں اثناء، یوکرین کے وزیر خارجہ نے اس جولائی میں پاکستان کا دورہ کیا جس کے بارے میں وسیع پیمانے پر سمجھا جاتا ہے کہ وہ فوجی تعاون کے بارے میں تھا، لیکن عوامی طور پر اسے تجارت، تعلیم اور ماحولیاتی مسائل پر توجہ دینے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

امریکہ کی طرف دوبارہ جھکاؤ سے پاکستانی فوج کو منافع حاصل ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ۳ اگست کو ایک پاکستانی اخبار نے رپورٹ کیا کہ پارلیمنٹ نے امریکہ کے ساتھ ایک دفاعی معاہدے پر دستخط کی منظوری دی ہے، جس میں مشترکہ مشقیں، کارروائیاں، تربیت، اڈے اور آلات شامل ہیں۔ اس معاہدے کا مقصد دونوں ملکوں کے درمیان گزشتہ ۱۵ سالہ معاہدے کی جگہ لینا تھا جو ۲۰۲۰ء میں ختم ہو گیا تھا۔

پاکستانی ”تشخیص“

پاکستان کی داخلی ملکی سیاست پر لو کے دو ٹوک تبصروں نے پاکستان کے لیے خطرے کی گھنٹی بجائی۔ دی۔ رپورٹ کے نچلے حصے میں ایک مختصر ”تشخیص“ سیکشن میں کہا گیا ہے: ”ڈان (ڈانلڈ لیمنی) وائٹ ہاؤس کی واضح منظوری کے بغیر پالیسی میں اتنی قوی تبدیلی نہیں بیان کر سکتا تھا، جس کا اس نے بار بار حوالہ دیا تھا۔ واضح طور پر ڈان نے پاکستان کے اندرونی سیاسی عمل کے حوالے سے جو بات کی وہ مناسب نہیں تھی۔ کیبل ایک سفارش کے ساتھ اختتام پذیر ہوتی ہے کہ ”اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اسلام آباد میں امریکی سی ڈی اے آئی اے کو ایک مناسب سرکاری نقطہ نظر پیش کیا جائے، سی ڈی اے آئی اے کا حوالہ سفارتی مشن کے ایک قائم مقام سربراہ کے لیے ہے جبکہ اصلی سربراہ غیر حاضر ہو۔ بعد میں عمران خان کی حکومت کی طرف سے سفارتی احتجاج جاری کیا گیا۔

۲۷ مارچ ۲۰۲۲ء کو، اسی مہینے جس میں لو سے ملاقات کی گئی تھی، عمران خان نے عوامی سطح پر اس کیبل کے بارے میں بات کی، ایک رییلی میں اس کی تہہ شدہ کاپی ہوا میں لہرائی۔ عمران خان نے مبینہ طور پر پاکستان کی مختلف سکیورٹی ایجنسیوں کے سربراہوں کو قومی سلامتی کے اجلاس میں اس کے مندرجات سے بھی آگاہ کیا۔

یہ واضح نہیں کہ کیبل میں بتائی گئی اس ملاقات کے بعد آنے والے ہفتوں میں پاکستان امریکہ روابط میں کیا ہوا تھا۔ تاہم اگلے مہینے تک سیاسی ہوائیں اپنا رخ بدل چکی تھیں۔ ۱۰ اپریل کو، عمران خان کو عدم اعتماد کے ووٹ میں معزول کر دیا گیا۔

نئے وزیر اعظم، شہباز شریف نے بالآخر کیبل کے وجود کی تصدیق کی اور تسلیم کیا کہ لو کی طرف سے دیا گیا کچھ پیغام نامناسب تھا۔ اس نے کہا کہ پاکستان نے باضابطہ طور پر شکایت کی تھی لیکن خبردار کیا کہ کیبل خان کے وسیع تر دعووں کی تصدیق نہیں کرتی ہے۔

خان نے عوامی سطح پر بار بار کہا ہے کہ ٹاپ سیکریٹ کیبل سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے انہیں اقتدار سے ہٹانے کی ہدایت کی تھی، لیکن بعد میں اس نے اپنی اس رائے پر نظر ثانی کی کیونکہ اس نے امریکہ پر زور دیا کہ وہ اس کے حامیوں کے خلاف انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی

مذمت کرے۔ اس نے جون میں انٹرویو دیوتے ہوئے دی انٹرویو کو بتایا کہ امریکہ نے اس کی بے دخلی پر زور دیا ہوگا، لیکن ایسا صرف اس لیے کہ اس کے ساتھ فوج نے ہیرا پھیری کی۔ خان کے معزول ہونے کے ایک سال بعد اور اس کی گرفتاری کے بعد کیبل کے مکمل متن کا انکشاف، آخر کار ایک دوسرے سے الٹ دعووں کا جائزہ لینے کی اجازت دے گا۔ عدل کی بات یہ ہے کہ سائفر کا متن شدت سے ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ نے عمران خان کو ہٹانے پر ابھارا۔ کیبل کے مطابق، اگرچہ لو نے عمران خان کو عہدے سے ہٹانے کا براہ راست حکم نہیں دیا، لیکن اس نے کہا کہ اگر عمران خان وزیراعظم کے عہدے پر برقرار رہے تو پاکستان کو بین الاقوامی طور پر تنہائی سمیت سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، اور ساتھ ہی ساتھ ان کی برطانی پر انعامات کا شمار بھی دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تبصرے پاکستانی فوج کو کارروائی کرنے کے اشارے کے طور پر دیے گئے تھے۔

اپنے دیگر قانونی مسائل کے ساتھ ساتھ، خان خود بھی نئی حکومت کی جانب سے خفیہ کیبل سے معاملہ کرنے کے حوالے سے مسلسل نشانہ بنتے رہے ہیں۔ گزشتہ ماہ کے آخر میں وزیر داخلہ رانا ثناء اللہ نے کہا تھا کہ عمران خان کے خلاف کیبل کے سلسلے میں آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کارروائی کی جائے گی۔ رانا ثناء اللہ نے کہا، ”عمران خان نے ریاست کے مفادات کے خلاف سازش کی ہے اور ریاست کی جانب سے ان کے خلاف ایک سفارتی مشن سے خفیہ سائفر رابطے کو بے نقاب کر کے آفیشل سیکرٹ ایکٹ کی خلاف ورزی پر مقدمہ چلایا جائے گا۔“

خان اب پاکستانی سیاست دانوں کی ایک طویل فہرست میں شامل ہو گئے ہیں جو فوج کے ساتھ تصادم کی وجہ سے اپنے عہدے کی مدت پوری کرنے میں ناکام رہے۔ جیسا کہ سائفر میں نقل کیا گیا ہے، یوکرین کے تنازع کے دوران پاکستان کی عدم اتحاد کی پالیسی کے بارے میں، لو کے مطابق، خان کو امریکہ کی طرف سے ذاتی طور پر مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ عدم اعتماد کا ووٹ اور امریکہ اور پاکستان کے تعلقات کے مستقبل پر اس کے اثرات پوری گفتگو میں نمایاں رہے۔

لو نے دستاویز میں خان کے عہدے پر رہنے کے امکان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا، ”ایمانداری سے، میرے خیال میں یورپ اور امریکہ کی طرف سے وزیراعظم کو تنہا کرنا بہت سخت ہو جائے گا۔“

☆☆☆☆☆

بقیہ: آزاد جہاد

یہ اٹل حقیقت ہے کہ ہمارے مال و جان اور ہماری ماں، بہن اور بیٹی کی عزت و عصمت کی حفاظت تب ہی ممکن ہے جب ہمارا جہاد یعنی ہمارے جہاد کی پالیسی آزاد ہوگی اور آزاد جہاد کی

پالیسی صرف سیاست شریعہ کی پابند ہوگی نہ کہ فارن پالیسی اور بارڈر ایسکیلیشن کا مسئلہ۔ ہمارا جہاد تبھی اپنے ثمرات دے سکتا ہے جب اس کو پاکستان اور اس کی فوج کے شیطانی منصوبوں سے مکمل آزاد کرایا جائے گا اور شریعت مطہرہ کا نفاذ بھی تبھی ممکن ہے جب ہمارا جہاد تمام طواغیت سے آزاد اور صرف شریعت مطہرہ کے تابع اور علمائے حق کی رہنمائی میں آگے بڑھے گا۔ المختصر، اس تحریر کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مسلح تحریک جہاد کو اب چونیتس سال گزر گئے ہیں، مسلمانان کشمیر کو عموماً اور نوجوانان کشمیر کو خصوصاً اب اس بات کو سمجھ جانا چاہیے کہ ہمیں کوئی طاغوتی قوت استعمال نہ کرے، بلکہ اب ہمارے جہادی فیصلے اور جہاد کی حکمت عملی ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہو، اور اب ہم اپنے اس مقدس جہاد کو ایجنسیوں سے آزاد کروا کر علمائے حق اور علمائے جہاد کی رہنمائی میں آگے بڑھائیں۔ اور یاد رکھیے جب مومن حق راستے کے لیے کوشش کرتا ہے، اللہ رب العزت اس کے لیے ضرور راستے کھولتا ہے۔ اللہ ذوالجلال قرآن عظیم الشان میں فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾
(سورۃ العنکبوت: ۶۹)

”جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے۔“

اللهم اجعلنا من المجاہدین الذین یجاہدون فی سبیلک

☆☆☆☆☆

اموات کی کثرت اور معاشی خوشحالی

”اگر ہم مسلم امت میں شرح اموات کا تقابل کریں، تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب امت جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف تھی تو اموات کی تعداد بہت کم تھی، لیکن جب امت نے جہاد کو چھوڑ دیا، تو یہ تعداد لاکھوں تک جا پہنچی۔ اگر ہم امت کی معاشی حالت کا تقابل کریں، تو پھر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جہاد کے زمانہ میں امت پر خوش حالی کا دور دورہ تھا، اور جب ہم جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے بیٹھ رہے تو ہم مفلس ترین اقوام میں شامل ہو گئے۔“

(شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ)

آزاد جہاد

میر محمد اللہ

بے شمار حربے ایسے ہیں جو ان مکار ایجنسیوں نے کشمیری مجاہدین کو اپنے تابع رکھنے کے لیے استعمال کیے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ان ایجنسیوں نے کشمیری مجاہدین کو ریوٹ کنٹرول بنانے کا دورہ کروایا اور کشمیری مجاہدین بڑے زور و شور سے یہ کہتے پھرتے تھے کہ اب ہم ریوٹ کنٹرول کے حوالے سے خود کفیل ہو گئے ہیں۔ ابھی ہمارے کئی ساتھی اس کام کے استاد بن جائیں گے۔ لیکن میں اُس وقت انتہائی حیران ہوا جب وہ ساتھی فارغ ہو کر آئے، ان میں میر ایک قریبی ساتھی بھی تھا۔ جب میں نے اس سے ریوٹ کنٹرول دورے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ کام سیکھنے کے باوجود ایجنسیوں نے ہمیں اپنا محتاج ہی رکھا۔ وہ اس طرح کہ جتنے پرزہ جات اس کام میں استعمال ہوتے تھے وہ تمام پرزہ جات ہمیں اس حالت میں ملتے کہ ان کے اوپر سے نام اور نمبر صاف کیے ہوتے اور جب ان استادوں میں سے کسی کو لانچ کرنا ہوتا تھا تو اس کو ایک بکس دیا جاتا تھا جس میں تقریباً پچاس سے سو ریوٹ کنٹرول بنانے کے لیے پرزہ جات ہوتے تھے جن کے اوپر سے نام اور نمبر صاف کیے ہوتے تھے، تاکہ مجاہدین خود یہ پرزہ جات حاصل نہ کر سکیں۔ اور جب ایجنسیوں چاہیں تب یہ مجاہدین ریوٹ کنٹرول بنا سکیں، اور مزید کوئی اور مجاہد یہ کام نہ سیکھ سکے۔ اللہ پاک ان مکار ایجنسیوں کو برباد کرے۔ جب ان ایجنسیوں کا اپنا مفاد تھا، تو انہوں نے اس تحریک جہاد کو گرم رکھا، اور جب ان کو اس تحریک کو ٹھنڈا کرنے میں مفاد تھا تو انہوں نے اس تحریک کو سرد کر دیا۔ غرض کشمیری مجاہدین کبھی اس پوزیشن میں نہیں رہے کہ وہ اپنے جہاد کے فیصلے خود کر سکیں، اور نہ ہی کبھی جہادی پالیسی بنانے میں آزاد رہے۔ حالانکہ کشمیری مجاہدین، جہاد اس مقصد کے لیے کر رہے تھے کہ کشمیر کو قابض ہندوؤں سے آزاد کیا جائے، لیکن افسوس کہ یہ جہاد کبھی خود آزاد نہ ہو سکا کہ تو کشمیر کو کیا آزاد ہونا تھا۔ شہید شیخ افضل گورو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’سینہ‘ میں ایجنسیوں کے ماتحت جہاد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”آئی ایس آئی اور پاکستانی حکمران جو عملی طور پر امریکہ کے غلام ہیں، ان پر تحریک جہاد کا انحصار تو بین جہاد ہے۔ جہاد تقاضوں کے ساتھ ہوتا ہے، جہاد کے اپنے اصول، شرائط، قوانین اور حکمت عملی ہوتی ہے، جن کا سرچشمہ دین الہی ہے، ان پر عمل کرنے سے ہی جہاد مطلوبہ نتائج و ثمرات دیتا ہے، جہاد کا انکار گناہ عظیم ہے لیکن تو بین جہاد اور جہاد کی بے حرمتی کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔“

(باقی صفحہ نمبر 54 پر)

اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

کفار و مشرکین کو قتل کرنا رت ذوالجلال کا حکم ہے، اور جب یہ ظالم، جابر اور نجس مشرک قتل ہوتے ہیں تو مومنین کے قلوب ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصے میں مقبوضہ جموں و کشمیر میں مجاہدین نے بھارتی قابض فوج پر کئی کاروائیاں کیں اور حال ہی میں مقبوضہ جموں و کشمیر کے ضلع پونچھ میں مجاہدین نے قابض ہندوستانی فوج کی ۴۹ راشٹریہ راکفلز کی گاڑی پر گھات لگا کر حملہ کیا جس میں پانچ فوجی واصل جہنم ہوئے اور ایک اہلکار شدید زخمی ہوا۔ یقیناً اس کارروائی پر بھی مومنین کے دل ٹھنڈے ہوئے ہیں۔ جہاد کشمیر کے ضمن میں میرے ذہن میں چند باتیں تھیں، سوچا قرطاس پر منتقل کر دوں۔ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔ کشمیر میں مسلح جہاد کو تقریباً تینتیس، چونتیس سال ہو گئے ہیں۔ ان چونتیس سالوں میں یہی دیکھنے میں آیا کہ کشمیر کے مخلص اور سادہ لوح مجاہدین کو ایجنسیوں نے اپنے ملکی مفادات کے لیے استعمال کیا۔ اس دوران ان ایجنسیوں نے بعض حلقوں سے کشمیر کے دانشور، ڈاکٹر اور علماء تک قتل کروائے، ریاست کی ایسی املاک کو تباہ کر دیا جن کا فائدہ براہ راست کشمیری مسلمان عوام کو ہوتا تھا، مثلاً بجلی کے ٹرانسمارمر تباہ کر دئے گئے، دیواروں کے پل تباہ کر دئے گئے، مکاتب جلانے لگے وغیرہ۔ چونکہ پہلے میرا تعلق بھی ایک ایسی کشمیری تنظیم کے ساتھ رہا جو ان ایجنسیوں کے ماتحت جہاد کرتی تھی، اس لیے ان ایجنسیوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان ایجنسیوں نے ہمیشہ ہی مجاہدین کشمیر کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنے کے لیے (تقسیم کرو اور راج کرو) فارمولا استعمال کرتے ہوئے کشمیری مجاہدین کو درجن سے زیادہ تنظیموں میں تقسیم کیا۔ جس کا نقصان یہ ہوا کہ ان تنظیموں میں تنظیمی تعصب پیدا ہوا، اس وجہ سے ایجنسیوں اپنی بات منوانے میں کامیاب رہیں، جبکہ کشمیری مجاہدین اپنی بات نہیں منوا سکے۔ مزید کمزور کرنے کے لیے ان تنظیموں کو وقتاً فوقتاً کشمیر کے محاذ پر بھی اور پاکستان میں بھی لڑوایا گیا۔ جب کسی خطے میں مختلف امراء اور مختلف جھنڈوں کے تحت جہاد ہوتا ہے اور پیچھے ایجنسیوں کا ہاتھ ہو تو وہاں فتح بعید سے بعید تر ہوتی جاتی ہے اور اگر فتح مل جائے تو بعد میں نہ صرف یہ کہ شریعت نافذ نہیں ہو پاتی بلکہ آپس میں جنگیں شروع ہو جاتی ہیں۔ جب افغانستان میں روس کو شکست ہوئی تو جن مجاہدین کو علمائے کرام کی رہنمائی حاصل تھی اور جن پر اللہ پاک کا رحم ہوا وہ بچے رہے، لیکن باقی آپس میں لڑتے رہے۔ اس طرح نہ صرف شریعت کا نفاذ نہ ہو سکا بلکہ عوام الناس بھی ظلم و ستم کا شکار ہوئے۔

جنگِ آزادی میں مسلم علماء کا مقصد: اسلام یا کچھ اور؟

ڈاکٹر عبدالغفار مہکری

کتاب آج بھی سری رنگا پٹنم میں ٹیپو سلطان کے محل میں موجود ہے۔ ٹیپو سلطان اور ان کے والد حیدر علی کا مقصد غلبہ اسلام تھا اس لیے انہوں نے کبھی انگریزوں سے ہاتھ نہیں ملایا۔ اس کے علاوہ عثمانی خلافت کے اس وقت کے خلیفہ سے ان کے روابط تھے جن کو وہ امیر المومنین تسلیم کرتے تھے۔

جب انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا پرچم لہرا دیا تو یہ تسلط ساری قوم نے قبول کر لیا سوائے مسلمانوں کے۔ ہمارے علماء نے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کی بحالی کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ سید احمد شہید اٹھارویں صدی کے بڑے عالم، مجدد و مفکر رہے ہیں جنہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی کوششیں کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا نقطہ نظر اور تحریک کے مقاصد کی وضاحت علماء و مشائخ و امراء کو لکھے گئے خطوط سے ہوتی ہے۔ آپ کے مطابق سلطنت و مذہب جڑواں ہیں۔ اگرچہ یہ قول جہت شرعی نہیں لیکن مدعا کے موافق ہے کہ دین کا قیام سلطنت سے ہے اور وہ دینی احکام جن کا تعلق سلطنت سے ہے، سلطنت کے نہ ہونے سے صاف ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اور مسلمانوں کے کاموں کی خرابی اور سرکش کفار کے ہاتھوں ان کی ذلت و نکبت اور شریعت مقدسہ کے شعائر کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی مساجد و معابد کی تخریب جو ہوتی ہے وہ بخوبی ظاہر ہے۔ بقول آپ کے میں لوگوں کو اتباع شریعت کی طرف دعوت دینے میں دن رات کوشش و جان فشانی میں مشغول تھا، لیکن چونکہ زبانی دعوت و تبلیغ بغیر شمشیر و سنان کے جہاد مکمل نہیں ہوتی اور رسول اللہ ﷺ بھی آخر کار اسی پر مامور ہوئے اور دینی شعائر کی عزت اور شریعت کی سر بلندی و ترقی اسی رکن جہاد کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی۔ اس کے آگے آپ نے مزید تاکید سے کہا کہ میں خدائے علام الغیوب کو گواہ بناتا ہوں کہ کفار اور دشمنوں کے ساتھ جو جذبہ جہاد میرے دل میں موجزن ہے اس میں رضائے الہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد کے سوا عزت و جاہ، مال و دولت، شہرت و ناموری، امارت و سلطنت، برادران و معاصرین پر فضیلت و برگزیدگی یا کسی اور چیز کا فاسد خیال ہرگز دخیل نہیں ہے۔

۱۸۳۱ء میں حضرت سید احمد شہید، حضرت شاہ اسماعیل شہید اور ان کے جان نثاروں کی شہادت کے بعد یہ تحریک جہاد ختم نہیں ہوئی اور ہندوستان میں اسلامی قیادت کی فراہمی اور انقلاب امامت کی جدوجہد بکھرے ہوئے انداز میں جاری رہی۔ سید احمد شہید کی غلبہ اسلام کے لیے شروع کی گئی تحریک اور آپ سے متعلق دیگر تفصیل مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب کی آپ پر لکھی ہوئی کتاب (مختصر سیرت سید احمد شہید) میں مل جائیں گی۔

آج سے ۷۵ سال پہلے انگریز تسلط کے راست خاتمہ کے بعد انڈین یونین کو قائم کیا گیا تھا۔ اس موقع پر سارے ملک میں اہل ہندوستان ۷۵ سال پورے ہونے کا جشن منارہے ہیں۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی ملک کے مسلمان سے وطن کے تئیں اپنی وفاداری ثابت کرنے کا سڑی و جبری مطالبہ زوروں پر ہے جیسا کہ پچھلے سات دہوں سے ہوتا آیا ہے۔ اس حقیقت کے پس منظر میں مسلمانان ہند اس مطالبہ کے جواب میں انگریزوں کے خلاف اپنے آباء و اجداد اور خاص طور پر علماء کی جانب سے کی گئی جدوجہد کا تذکرہ ہر ایک پلیٹ فارم پر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ آتی ہے کہ وہ مسلمان حکمران، دانشوران اور علماء ہی تھے جنہوں نے برصغیر ہند پر انگریز تسلط کے خلاف سب سے پہلے جدوجہد شروع کی؛ یہ بات بھی ذکر کی جاتی ہے کہ کیسے مسلمانوں نے موہن داس گاندھی کا ساتھ دے کر انگریزوں کو ہند سے نکالنے میں مدد فراہم کی؛ یہ بھی تذکرہ کیا جاتا ہے کہ انڈین یونین کے قیام اور دستور کی اجرائی میں مسلمانوں کا کردار رہا۔ بہر حال عموماً گفتگو یہ ہوتی ہے کہ مسلمانان ہند جنگِ آزادی میں پیش پیش تھے۔ اس بحث کے ذریعہ زمین کے اس خطے پر اپنے برابر حق کو بھی جتایا جاتا ہے۔

اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بڑی وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کی بناء پر یہ مضمون تشکیل دیا گیا ہے۔ آج کی تاریخ میں چونکہ مسلمانان ہند کا سیاسی مستقبل صرف سیکولر نظام حکومت کے تحت ممکن دیکھا جا رہا ہے، اس لیے عموماً مندرجہ بالا حقائق کو ملا جلا کر ایک بحث کو غالب کر دیا جاتا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں سیکولر ہندوستان کے قیام کے لیے ہمارے علماء اور آباء و اجداد نے ۱۹ویں اور بیسویں صدی میں بڑی قربانیاں دیں۔ لیکن جو حقیقت وضاحت کی محتاج ہے وہ یہ کہ کیا ۱۸ویں اور ۱۹ویں صدی میں مسلمانوں کی جانب سے اٹھنے والی تحریکوں کا ایک ہی مقصد تھا کہ ایک سیکولر ریاست قائم کی جائے؟ یا پھر ٹیپو سلطان، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، مولانا قاسم نانوتوی، شیخ الہند محمود حسن، عبید اللہ سندھی، محمد علی جوہر، شوکت علی جوہر وغیرہ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ، غلبہ اسلام اور نفاذ شریعت تھا؟ اگر اس گہرائی کو بھانپ کر حقیقت سامنے نہ لائی گئی تو بڑی خیانت ہوگی اور مسلمانان ہند ہمیشہ باطل نظام کے غلبہ کے تحت ہی اپنی بقاء کو مقصد بنائے رکھیں گے۔

ہندوستان پر انگریزوں کے مکمل قبضہ سے قبل دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جب سے مسلم حکمران آئے تمام مسائل کا حل شریعت کی بناء پر ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے اس میں کچھ کوتاہی ہوئی ہو، مگر مجموعی طور پر اسلامی نظام ہی نافذ تھا، جس کا سلسلہ ٹیپو سلطان نے بھی جاری رکھا اور ان کی انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کو جہاد ہی تصور کیا گیا، علماء کے ذریعہ شریعت اسلامی کے آئین میں اپنی فوج کے لیے جہاد کے شرعی احکام کی اجرائی کی گئی، اس سے متعلق

غدر ۱۸۵۷ء کے مطالعہ سے بھی معلوم ہو گا کہ اس میں بھی ہمارے علماء نے زبردست قائدانہ رول ادا کیا تھا اور اسی لیے انگریزوں کا قہر و عتاب بھی انہیں پر سب سے زیادہ ٹوٹا۔ اٹھارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ نے ہندوستان میں جو ذہنی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی تھی اس کے مثبت نتائج سامنے آرہے تھے۔ دہلی کے مفکر و مدبر شاہ عبدالعزیز نے ۱۸۰۶ء میں دہلی پر انگریزی اقتدار کے بعد وہ مشہور فتویٰ صادر کیا جو بعد میں علماء اور تمام مذہب پرست طبقہ کے لیے نشان راہ بنا۔ جب میرٹھ چھاؤنی سے فوجیوں نے بغاوت کا اعلان کیا اور بہادر شاہ ظفر کو سربراہ حقیقی بنایا تب دہلی میں ۳۳ علماء و مفتیان نے جہاد کا فتویٰ دیا۔ ملک کے مختلف حصوں میں علماء انگریزوں کے نظام ظلم و فساد سے ملک کو نجات دلانے اور اسلام کی سر بلندی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جن میں مولانا سید نذیر حسین، مفتی محمد صدر الدین، مولانا سرفراز علی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ شامل ہیں۔ دہلی میں نامور علماء و فضلا اس موقع پر سرفروشی کے جذبہ کے ساتھ سامنے آئے۔ علماء کی جماعت کے ایک ممتاز گروہ نے شبلی میں انگریزوں سے جہاد کیا، اس محاذ میں نمایاں طور پر مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید گنگوہی وغیرہ شریک تھے۔ ان میں سے سب کو سخت سزائیں دی گئیں اور بہت سے حضرات کو غدر کے بعد ملک سے ہجرت کرنی پڑی۔ شکست ہونے کے باوجود ان بزرگوں نے اسلام کے غلبہ کے لیے کوششیں جاری رکھیں اور تحریک نشاۃ ثانیہ کے لیے دارالعلوم دیوبند، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ قائم کیے۔

علماء کی کاوشوں کی بناء پر بیسویں صدی کے ابتدائی عشرے میں مسلمانوں میں اجتماعی معاملات میں جوش و ولولہ کے ساتھ مغرب کے خلاف ایک عام بیداری کی لہر اور عالمگیر اتحاد کا تصور اجاگر ہو رہا تھا، جس کے نتیجے میں نئی تحریکیں وجود میں آتی شروع ہو گئیں، اسی کی کڑی کے طور پر ۱۹۰۷ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نے ریشمی رومال کی تحریک کا آغاز کیا، جس کی نوعیت راز دارانہ تھی اور جس کا بعد میں انکشاف عبید اللہ سندھی کی سرگرمیوں سے ہوا، جب وہ پہلی عالمی جنگ کے دوران عثمانی خلافت کے لیے حمایت حاصل کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ تحریک کا راز فاش ہونے پر ۱۹۱۳ء میں مولانا محمود حسن، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہ کو سزائیں ہوئیں اور مالٹا میں اسیر بھی رہے۔

مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی اور دوسرے علماء نے ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء میں خلافت کی برقراری کے لیے خلافت تحریک کی بناء رکھی، یہ تحریک مسلمانوں کے دیندار طبقے کے جوق در جوق سیاست میں داخل ہونے کا ذریعہ بنی۔ تحریک خلافت کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے ساتھ دوسرے ممالک کے مسلم بھائیوں کو یورپ کی غلامی سے بچایا جائے اور اسی سلسلے میں مسلم لیگ، تحریک خلافت اور جمیعہ العلماء کی بڑی بڑی کانفرنسیں ملک کے مختلف حصوں میں ہو رہی تھیں، جن میں بڑی تعداد میں علماء پیش پیش تھے۔ اس تحریک کے علاوہ خاکسار تحریک، تحریک تبلیغ اور تحریک ندوۃ العلماء، جمیعہ العلماء، امارت شرعیہ اور جماعت اسلامی منصرہ شہود

پر آئیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال اور مولانا شبلی نعمانی کے مسلم گزٹ کی تحریریں مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئیں اور اسی کے ذریعہ قرآن کی بنیاد پر مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس کے ساتھ شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شرف علی تھانوی، مولانا محمد الیاس، علامہ اقبال اور مولانا مودودی کی تحریروں نے بھی زبردست ذہنی انقلاب کی راہ ہموار کی۔ ایک وقت پر ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ ہندوستان میں ملت پھر ایک بار جسد واحد بن کر خیر امت کے منصب کے تقاضے پورے کرے گی لیکن جب ۱۹۲۲ء میں ترکی میں یہودی النسل مصطفیٰ کمال نے خلافت کی منسوخی کا اعلان کر دیا تو یہ تحریک بھی شعلہ مستعجل ثابت ہوئی اور ایک مستقل ادارہ کی شکل اختیار نہ کر سکی۔

یہ تمام تاریخی شواہد اور اس وقت کی تحریریں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ۱۹ویں صدی میں انگریزوں کے خلاف جنگ کا بیڑہ جن علماء نے اٹھایا تھا، ان کی جدوجہد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ تھا یعنی دین اسلام کی شریعت کا نفاذ، دین اسلام کا غلبہ اور عالم اسلام سے ہندوستان کے برادرانہ تعلقات استوار رہیں۔ یہ مقصد وہی نبوی مقصد تھا جس کے ساتھ اللہ رب العزت نے نبی آخر الزماں خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (سورة
الصف: ۱۲)

”وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے
تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے۔“

ان تمام کاوشوں سے ہٹ کر ایک اور حقیقت جو ہمارے مد نظر ہے وہ یہ کہ ۱۹۲۰ء کے دہے سے لے کر ۱۹۴۷ء اور اس کے مابعد ملت کے دانشور طبقہ کا رجحان زیادہ تر انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد ایک سیکولر ریاست کے قائم کرنے کی جانب نظر آیا اور آگے چل کر آنکھ بند کر کے قومی سیاست کی شاہراہ پر چل پڑے اور ملت کے اندر کوئی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش نہ کر سکے۔ قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ایک طبقہ وہ بھی تھا جس نے اسلامی نظام کے قیام کی نیت کے ساتھ ہجرت کی اور پاکستان میں شریعت کے نفاذ کی کوشش کو جاری رکھا۔

مندرجہ بالا گفتگو میں تین طبقات کا ذکر آیا ہے، پہلا وہ جس نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کی شروعات کی اور اس حکومت کا خاتمہ کرنے کے بعد شریعت اسلامی کا قیام کرنے کا عزم کیا، اسی طبقہ کا سلسلہ بعد میں خلافت تحریک کا علمبردار بنا۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جس نے برصغیر ہند میں ایک سیکولر حکومت کے قیام کے کام میں تعاون کیا، اور تیسرا وہ جس نے ہجرت کی تاکہ اسلامی نظام کے تحت زندگی گزار سکیں۔

(باقی صفحہ نمبر 35 پر)

ایک خبر، ایک پیغام!

استاد اسامہ محمود

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أما بعد

خبر یہ ہے کہ..... بیس سال پہلے، شہر کراچی سے جو بہن 'لاپتہ' ہو گئی تھیں، وہ جنہیں 'اپنوں' نے خود ہی 'غیروں' کے ہاتھ بیچ دیا تھا..... آج اُن 'لاپتہ' بہن کا ایک دفعہ پھر 'پتہ' معلوم ہوا ہے، اور وہ یہ کہ وہ آج بھی امریکہ میں ہیں..... ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑی ہوئی..... لاغر جسم، تھکی ہوئی آنکھوں، زخمی چہرے، ٹوٹے دانتوں اور پھٹے کپڑوں کے ساتھ..... وہاں کے ایک انتہائی بدنام زمانہ جیل میں زندگی کی شائیں گزار رہی ہیں اور اس حال میں کہ روزمرتی ہیں اور روز جیتی ہیں۔ ان کی بہن محترمہ فوزیہ صدیقی صاحبہ اور محترم مشتاق احمد خان صاحب نے ان کی یہ کیفیت خود دیکھی اور ان کی فریاد بھی براہ راست ہی ان سے سنی۔ فریاد کس کی ہے اور کس قسم کی ہے؟ کن کن ظالموں اور دشمن کے خلاف ہے اور کن تک پہنچانے کے لیے ہے؟! یہ سب سوالات دل دہلانے، خون کھولنے اور روح تڑپانے والے ہیں۔ آج ہماری سوچ بطور امت 'پرانی' نہیں رہی..... سود و زیاں کے پیانے ترقی کر گئے اور عزت و ذلت کے معیار اب پہلے والے نہیں رہے، ورنہ یہ فریاد اگر اس دور میں بھجوائی جاتی جب ایمانی غیرت اور اسلامی اخلاق مسلمانوں کی شناخت ہوا کرتے تھے تو پوری کی پوری امت میں کھرام مچ جاتا، باپ اپنی بیٹیوں اور بھائی اپنی بہنوں کے ساتھ نظریں نہ ملا پاتے، یہ واقعہ ہی امت کی زندگی و موت کا سوال بن جاتا اور کیا حکام اور کیا رعایا، کیا خواص اور کیا عوام سب اپنی بہن کا انتقام لینے اور اسے واپس لانے کے لیے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے..... جس امت کے نبی ﷺ اپنے ایک صحابی کے انتقام کی خاطر اُس وقت موجود پوری امت سے موت پر بیعت لیتے ہیں اور صرف یہ نہیں، پھر سات آسمان اوپر سے خود اللہ رب العزت بھی اس کی تعریف میں کتاب اللہ کی آیات بھیجتے ہیں..... یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اُس نبی ﷺ کی پیروی کرنے والے اپنی بہن کی ایسی فریاد سنتے اور کوئی ٹس سے مس نہ ہوتا!! تصور کیجیے، اپنے دین پر فخر کرنے والی اس بہن پر، جو قرآن کی حافظہ ہے اور امت کا درد رکھنے والی ہے..... کیا کیا مظالم ڈھائے جا رہے ہیں؟ پھر ایک دن، یا ایک ہفتہ اور ایک ماہ نہیں، ایک سال یا دو تین سال بھی نہیں، بیس سال سے یہ ظلم کی اس چکی میں پس رہی ہے، اور آج بھی اتنا سارا عرصہ زیر ظلم رہ کر اور اپنی یہ فریاد ہم مسلمانوں کے نام بھجوا کر..... وہ محفوظ نہیں ہوئی، اسے چین نہیں ملا..... بلکہ دکھ درد، آنسوؤں اور جکڑیوں کے ساتھ ایک

بار پھر اُسے اُس عقوبت خانے میں لوٹا دیا گیا کہ جو خود امریکیوں کے ہاں بھی ظلم کے لحاظ سے معروف زمانہ ہے۔

عافیہ بہن کی اس فریاد کا آج ایک بار پھر اس طرح منظر عام پر آنے پر وجہ نہیں، اللہ کے ہاں اس کی یقیناً کوئی حکمت ہوگی کہ وہ حکیم و قدیر رب بعض اوقات اپنے ایک بندے کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے مگر اُس ایک کے ذریعے دیگر سب لوگوں کا امتحان لے لیتا ہے، آزمائش میں مبتلا وہ بندہ فی الحقیقت اللہ کا محبوب ولی ہوتا ہے، اس آزمائش سے اللہ اس کو اپنی قربت و محبت عطا کرتا ہے مگر دوسرے اس مظلوم کو دیکھ کر کیا موقف اپناتے ہیں، ظلم روکنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ ذرائع استعمال کرتے ہیں جن سے مظلوم کی واقعی مدد ہو سکے یا اپنی زندگی میں مگن رہ کر محض تبصروں پر اکتفا کرتے ہیں، اسی سے ان دوسروں کا اللہ کے ہاں نجات یا پکڑ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اللہ شکور اور دود ذات ہے، وہ اپنے ساتھ محبت و اخلاص اور اپنی خاطر اعمال و قربانی کی قدر کرتا ہے اور ایسی کہ جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا ہے، لہذا عافیہ کامیاب ہے، اسے اللہ دنیا و آخرت دونوں میں ان شاء اللہ بہت کچھ دیں گے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ 'اگر کوئی مومن روزِ پیدائش سے لے کر (بڑھاپے کی) آخری عمر تک اللہ کی اطاعت میں منہ کے بل گھسیٹا گیا ہو تو روزِ محشر اللہ کے ہاں اپنا اکرام و انعام دیکھ کر وہ اپنی اُس خطرناک ترین آزمائش کو بھی حقیر سمجھ گا'..... پریشانی ہماری ہے، خطرناک آزمائش ہم ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی ہے کہ یہ ہمارے ایمان و اخلاص کا امتحان ہے، ہم سے جب اللہ اپنی اس محبوب بندی اور اپنے رسول ﷺ کی اس عظیم امتی کی عزت و ناموس کے متعلق پوچھے گا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

ایسا بھی نہیں کہ پاکستان سے عافیہ بہن کی رہائی کے لیے کوششیں نہیں ہوئیں..... ریلیاں نکلیں، قراردادیں پاس ہوئیں، امریکی حکام کو خطوط لکھے گئے، قانونی چارہ جوئی بھی ہوئی..... غالباً کوئی ایک بھی ایسا جمہوری، قانونی اور پر امن ذریعہ نہیں چھوڑا گیا کہ جس سے امریکیوں تک اپنا غم و غصہ یا منت سماجت نہ پہنچائی گئی ہو، مگر سب بے سود رہا، ظالم کے کان پر جوں تک نہیں رینگے، اناس کے ظلم، عناد اور تکبر میں اضافہ ہوا، ایسے میں اب کیا کیا جائے؟ کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا جائے کہ جو ذمہ داری تھی وہ ہم نے پوری کر دی ہے اور آگے اب ہمارے ذمہ کچھ نہیں؟ ظلم ہوتا رہے اور ہم مطمئن ہو جائیں کہ ہم تو اپنا فرض ادا کر چکے ہیں؟ یا مصلحت پسندی، عیش

¹ «لَوْ أَنَّ رَجُلًا يُجَرُّ عَلَى وَجْهِهِ مِنْ يَوْمٍ وَلَدَ إِلَى أَنْ يَمُوتَ هَرَمًا فِي مَرْضَاةِ اللَّهِ لَحَقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

کوشی اور وہن کو ایک طرف رکھتے ہوئے ایمانی غیرت کی پکار پر لبیک کہی جائے اور بٹانگ دہل پکارا جائے کہ نہیں! اصل فرض کی ادائیگی ابھی قرض ہے ہم پر اور وہ یہ کہ ظالم اگر صرف قوت کی زبان جانتا ہے اور عقل و دلیل کی زبان نہیں سنتا، حق دار کو حق نہیں دیتا تو پھر اس کے سامنے منت سماجت کرنا، مطالبات کی تکرار کرنا اور عدل و انصاف کی بات سمجھانا مسئلے کا حل نہیں، بلکہ اس ظالم کا ہاتھ مروڑنا اور قوت ہی کی زبان بول کر اس کا تکبر توڑنا مظلوم کی مدد کا اصل طریق ہوا کرتا ہے۔ یہی اس دنیا کا اصول ہے اور یہ ہر اُس جگہ کا اصول ہے جہاں غیرت و حمیت نامی جس مردہ نہیں، زندہ ہو اور یہی وہ راستہ ہے کہ جس پر قدم رکھنا محض مستحب نہیں ہے کہ اس پر ہم چلے تو ثواب ملے گا اور نہیں گئے تو عقاب نہیں ہوگا، نہیں یہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کیا ہے، اللہ کی تنبیہ ہے کہ اگر مظلوم کی مدد نہیں کرو گے، کفر و ظلم کا راستہ اگر زورِ ایمان سے نہیں روکو گے تو دنیا میں فتنہ و فساد ہوگا اور زمین پر یہ زندگی عذاب بن جائے گی۔

اللہ رب العزت نے اس امت پر جہاد و قتال کے میدان میں اتنا فرض کر دیا ہے، فرمایا، اگرچہ طبیعتوں کے لیے یہ آسان نہیں، تمہیں یہ ناگوار ہے، مگر ضروری نہیں کہ جو تمہیں ناگوار ہو، وہ حقیقت میں بھی باعثِ خیر نہ ہو، اور جو تمہیں اچھا لگتا ہو وہ انجام میں بھی اچھا ہو، نہیں! دنیا سے ظلم و عدوان کو ختم کرنا اور عدل و انصاف رائج کرنا، غیر اللہ کی قوت و شوکت کو توڑ کر اللہ رب العزت کے کلمے کو سر بلند کرنا اور شیطان کی حکمرانی کے مقابلِ رحمان کی رست قائم کرنا..... یہ سب ضروری ہیں اور یہ سب کام باطل کے دانت کھٹے کیے بغیر نہیں ہو سکتے ہیں۔ حق غالب کرنے کے لیے اہل حق کو باطل کی طاقت کے خلاف لڑنا پڑے گا۔ پھر سبحان اللہ! اللہ کی حکمت دیکھیے کہ جو امر اللہ نے شرعی طور پر فرض کیا ہے، نیکوئی طور پر بھی اللہ نے نظام حیات ایسا بنایا ہے کہ اُس امر پر عمل کیے بغیر متعلقہ مقصد و منزل نہیں ملا کرتی۔ فتنہ و فساد اور ظلم و استبداد کا خاتمہ کوئی لاکھ نام نہاد 'پرامن' راستوں سے کرنا چاہے، نہیں کر سکتا۔ اس دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ کا دین غالب اگر ہوا اور کفر و فساد کا قلع قمع اگر ہوا ہے تو یہ جہاد و قتال کے میدان میں اترنے سے ہوا ہے، نہ محض دعوت و تبلیغ سے یہ مقصد حاصل ہو سکا اور نہ ہی جہاد و قتال کو باہر رکھتے ہوئے کسی اور 'پرامن' راستے سے یہ ہوا۔ باطل کے خلاف حق کی تلواریں چلی ہیں تو تب ہی جا کر بڑے بت گرے ہیں اور 'جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا' ارشاد ہوا ہے۔

یہی اصول آج عافیہ صدیقی کے قصبے میں بھی اللہ ہمیں دکھا رہا ہے، وقت کے امام کفر نے ہماری بہن و بیٹی کو اغوا کیا، وہ آخری حد تک مظالم اس پر ڈھا رہا ہے اور ان مظالم کی روداد بھی خفیہ نہیں، پوری امت تک پہنچ رہی ہے، پھر امت کی طرف سے اس کی رہائی کے لیے کوششیں بھی ہوئیں، مگر جس کوشش کی ماحضہ ضرورت ہے، جو بطور فرد بھی اور بطور امت بھی ہم پر فرض

^۱ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾

ہے اور جس کو قرآن میں باقاعدہ نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اہل ایمان کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی خاطر نہیں لڑتے ہو جبکہ وہ کمزور و مظلوم مرد، خواتین اور بچے چیخ چیخ کر اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! نکال ہمیں اس ہستی سے کہ جس کے باسی ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کسی مدد و نصرت کرنے والے کو بھیج تاکہ ہمیں اس ظلم سے نجات ملے، افسوس ہے کہ اس فرض کی طرف نہ صرف یہ کہ ہم متوجہ نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اس سے انکار کر کے ایسے راستوں کو مستقل حل سمجھ بیٹھے ہیں جن سے مظلوم پر ظلم میں اضافہ اور ظالم مزید قوی ہو رہا ہے۔

دکھ تو یہ ہے کہ اس فرض کی طرف جب بلایا جاتا ہے اور عرض کیا جاتا ہے کہ یہ راہ اپنائے بغیر ظالم کو ظلم سے نہیں روکا جاسکتا ہے، اللہ کا دین زمین پر حاکم نہیں ہو سکتا ہے اور دوسروں کو خیر و فلاح دینے والی ذمہ داری نبھانا تو دور کی بات خود مسلمان قوم کا بھی بطور مسلمان رہنا مشکل ہو جاتا ہے اور یہ بات بتانے سے بھی پہلے..... جب بصد احترام عرض کیا جاتا ہے کہ شریعت کا حکم ہے، اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور فقہائے امت کا سیکڑوں سالہ علمی ذخیرہ کہتا ہے کہ اس نظام ظلم اور اس کو چلانے والے ائمہ کفر کے خلاف میدانِ جہاد میں اتنا فرض ہے اور اس فرض کو ترک کرنے سے قوم مسلم کی غلامی، رسوائی اور گمراہی لازم آتی ہے، تو ان شرعی، عقلی اور تاریخی حقائق پر مبنی موقف کو جذباتیت کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ جہاد یقیناً فرض ہے، کتاب اللہ اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں بھی اس کے احکام بلاشبہ موجود ہیں، کون اس سے انکار کر سکتا ہے؟ مگر اب کا زمانہ تبدیل ہو گیا ہے، اب سروں کے کاٹنے کا نہیں گننے کا دور ہے، اب مسائل جنگ سے نہیں مذاکرات اور افہام و تفہیم سے حل ہوتے ہیں، اب اپنے حقوق جمہوری اور قانونی راستوں سے لیے جاتے ہیں، جبکہ یہ لڑنے جھگڑنے کی باتیں اب پرانی ہو گئی ہیں، یہ باتیں آج جہاد نہیں دہشت گردی سمجھی جاتی ہیں..... یہ سن کر ہمیں یہ کہنے میں تردد نہیں رہتا کہ اس انداز سے فرضِ جہاد کی تاویل، بلکہ مخالفت کرنے میں یا تو خود ان اختلاف کرنے والوں کے ہاں ہی محض جذبات سے کام لیا جاتا ہے، خود یہ حضرات ہی نہ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچتے ہیں، تحقیق و عمل کی نیت سے پڑھتے ہیں اور نہ ہی سر کی آنکھوں سے نظام دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں، یاد دوسری صورت میں یہ سوچتے، پڑھتے اور مشاہدہ بھی کرتے ہیں مگر تباہ عارفانہ سے کام لے کر آنکھیں بند کرتے ہیں اور ایک ایسے راستے پر اصرار کرنے لگتے ہیں کہ جس کے بارے میں خود اس کی طرف دعوت دینے والوں کے علم میں بھی ہے کہ اس کا انجام اظہارِ دین (اسلام کا غلبہ) اور ظلم کا خاتمہ نہیں ہے، اس لیے کہ شرعاً، عقلاً اور تاریخی طور پر کسی ایک لحاظ سے بھی یہ بات ماننے والی نہیں کہ اسلام کفر کے 'رجسٹرڈ' اور طواغیتِ عالم کے 'منظورِ نظر' راستوں سے کبھی غالب ہوا ہے، اور خود

ظالموں ہی کے کھینچے گئے خطوط پر چل کر ظلم سے کبھی نجات ملی ہے۔ جن راستوں سے یہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے خیر لانے کی بات کرتے ہیں اور شرعی نصوص کی تاویل کر کے انہیں عین مطلوب شریعت ثابت کرتے ہیں، یہ راستے شرعاً کیسے جائز ہوئے جبکہ ان پر چل کر خیر و شر کی تعریف ہی بدل جاتی ہے اور کھلم کھلا دینی ثوابت اور شرعی مفاہیم کی قربانی دینی لازم ہو جاتی ہے۔

ہم تسلیم کریں کہ اللہ کا یہ دین غلبہ چاہتا ہے، ہم اپنی جان، اولاد اور تحریک پر بھی اس کو غالب کریں اور پھر بند گان خدا کو اللہ کے ساتھ جوڑنے اور ان کے اوپر سے غیر اللہ کی حاکمیت ختم کرنے کی خاطر دشمنان دین کا زور توڑنا بھی اپنے لیے لازم سمجھیں، اور یہ وہ مقصد ہے کہ جس کے لیے میدان قتال و جہاد میں اتنا شریعت نے فرض کیا ہے۔ پس اس فرض کو ہم کسی نہ کسی درجہ میں ادا کریں، اپنی دعوت و تحریک سے اس کو ادا کرنے والوں کی تائید کریں اور میدان جہاد میں اس کو تقویت دیں۔ مگر اس فرض کو ناقابل عمل بنا کر ہم ایسے کسی راستے کو متبادل نہ بنائیں جو باطل کے مقابل اہل حق کی قوت کو کمزور کر تا ہو، انہیں قدم قدم پر شرعی احکامات چھوڑنے پر مجبور کر تا ہو اور جس کا مغربی استعمار کی آمد سے پہلے تک پوری اسلامی تاریخ میں کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ ہمیں ماننا چاہیے کہ عافہ صدیقی جیسے مظلومین کی رہائی کا فرض صرف اُس وقت ہی ادا ہو سکتا ہے جب امریکہ کے ساتھ اُسی زبان میں بات کی جائے جس کا وہ حق دار ہے، وہ زبان کہ جس پر عمل کر کے ”فُكُّوا الْعَاثِيَةَ“ کے امر پر عمل ہو سکے اور نتیجے میں ہمارے اسیران اسلام کی زنجیریں واقعی توڑی جاسکیں۔ بے شک فراعنہ عصر کی طاقت بڑی ہے اور امت مسلمہ مغلوب ہے، مجاہدین امت بھی کمزور ہیں مگر اسی میں تو آزمائش ہے کہ اسی سے اللہ نے کھرے کھوٹے کو جدا کرنا ہے۔ اللہ رب العزت کفر کی طاقت کا زور توڑنے کے لیے اہل ایمان کو لڑنے کا امر دیتا ہے اور دلا سے دیتا ہے کہ اگر تم میدان میں اترتے ہو، جہاد و قتال کے مصائب پر صبر کرتے ہو تو متکبرین کا کبر و زور توڑنا پھر میرے ذمہ ہے کہ میں (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) سخت قوت والا اور شدید انتقام لینے والا ہوں۔ فرمایا: ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسُكَ وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا﴾۔

احتجاج اور مظاہروں کے ہم مخالف نہیں، بالخصوص جب یہ ظالموں کے خلاف نفرت کے اظہار اور مزاحمت کی تحریک اٹھانے کا ایک وسیلہ ہوں، مگر ضروری ہے کہ ان مظاہروں کو قوم کو اٹھانے اور بیدار کرنے کے لیے ہی استعمال کیا جائے، نہ کہ ان کے ذریعے الظالموں سے ان کی توجہ پھیر دی جائے اور عوام کو دوبارہ سربالوں کے پیچھے لگا کر ایک اور ظلم ڈھایا جائے۔ قوم

کو بتانے کی ضرورت ہے کہ ہمارا یہ ملک آزاد نہیں، غلام ہے، یہ ان جرنیلوں کے زیر تسلط ہے جو اس قوم کے محافظ اور خیر خواہ نہیں، بلکہ سات سمندر پار عالم کفر کے امام امریکہ کے غلام ہیں اور ان کی اس غلامی ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہماری بہن بیٹی امریکیوں کی جیل میں بدترین مظالم سہہ رہی ہے۔ ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ اقوام تب ہی بیدار ہوتی ہیں جب دوست و دشمن اور غم خوار و غدار میں تمیز شروع کریں، اگر آج بھی ہم اس نظام کا دجل و فساد نہ سمجھ سکیں اور نظام کی جگہ چہروں کی تبدیلی سے ہی دھوکہ کھانے لگیں تو یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ اس قوم کی قسمت میں ابھی مزید ٹھو کریں اور مظالم بھی ہیں، اس لیے کہ ہم اب بھی بیدار نہیں ہیں، بلکہ ہم بیدار ہونا ہی نہیں چاہتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں یہ حقیر مگر مکار دنیا لسی دکھائے جیسی کہ یہ ہے اور اس کے خوف و محبت کو ہمارے دلوں سے نکال باہر کرے، اللہ ہمیں اپنے جنود میں شامل فرمائے اور اپنے دشمنوں کو نشان عبرت بنانے میں ہمیں استعمال کرے۔ اے اللہ! اس امت کی ہر اسیر بیٹی اور بیٹے کو رہائی عطا فرما اور مجاہدین کی مدد فرما کہ تیرے نبی ﷺ کی کمزور و مظلوم امت کی وہ مدد کر سکیں، آمین یا رب العالمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

[بشکریہ: ادارہ السحاب برصغیر]

☆☆☆☆☆

امت کو محبت کرنے والے لوگ درکار ہیں!

”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے لوگوں سے محبت کرنے والا فرد ہونا چاہیے، ایسا فرد جس کا ظرف بڑا اور زبان پاک ہو، وہ جو جب کسی مسلمان کو برائی کرنا دیکھے تو یہ نہ کہے کہ ”میں تجھ سے اللہ کے لیے نفرت اور دشمنی رکھتا ہوں، کیونکہ تم یہ اور یہ برائی کرتے ہو“ خدا کے لیے میرے بھائی ایسا نہ کرو! یہ کیوں نہیں کہتے ہو کہ ”میرے بھائی میں تجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں مگر آپ میں یہ ایک مسئلہ ہے، اس کی اصلاح کیجیے۔“

(مجدد جہاد، شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ)

”لہذا (اے پیغمبر) تم اللہ کے راستے میں قتال کرو، تم پر اپنے سوا کسی اور کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہاں مومنوں کو ترغیب دیتے رہو، کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے۔ اور اللہ کا زور سب سے زیادہ بردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت۔“ (سورۃ النساء: ۸۴)

۱ ”قیدیوں کو چھڑاؤ!“ (صحیح بخاری)

اس تحریر میں چند ایسے واقعات ہیں جو مجھے کبھی نہیں بھولنے ان میں سے چند تو میرے ساتھ پیش آئے یعنی میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور چند دوسروں سے سنے۔ یہ واقعات کسی خاص موضوع سے تعلق نہیں رکھتے: ان میں مجاہدین کے ایثار، بہادری، تقویٰ وغیرہ کے واقعات ہیں، چند انصار کے مہاجر مجاہدین کے ساتھ محبت کے قصے ہیں اور چند کافروں کے مظالم کی داستانیں بھی۔ بس ملے جلے واقعات ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنے حضور قبول فرمائے، آمین۔ (ابرار احمد)

یہ واقعہ استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے مجاہدین کی ایک محفل میں وزیرستان کے ایک انصار کی تعریف کرتے ہوئے سنایا تھا۔

یہ شیخ احسن عزیزؒ کے دور کا وقت تھا۔ وزیرستان کے اندر مجاہدین کے لیے عوام نے اپنے گھروں کے اندر جگہیں بنائی تھیں تاکہ دشمن کے جاسوسوں سے بچا جاسکے۔ اس طرح مجاہدین کئی کئی سال اپنے خاندان کے ساتھ انصاروں کے گھروں کے اندر بنے علیحدہ حصے میں رہتے تھے جہاں پر پردے کا انتظام بھی اچھا ہوتا تھا، مگر باہر کے کسی بندے کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ گھر کے اندر ایک اور بھی گھر ہے۔

اسی طرح استاد احمد فاروقؒ بھی اپنے اہل خانہ سمیت اپنے انصار موسیٰ کے گھر میں رہتے تھے۔ ان کے پاس بیت المال کی امانت تھی جو دس دس تو لے کی سونے کی تین اینٹوں پہ مشتمل تھی۔ ایک دفعہ استاد احمد فاروقؒ کو کسی کام سے جانا پڑا تو وہ وہاں سے چلے گئے اور ان کا ایک بیگ جس میں سونے کی اینٹیں تھیں وہیں گھر میں ہی رہ گیا۔ جب استاد احمد فاروقؒ واپس آئے تو بیگ کے اندر سے تینوں اینٹیں غائب تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے کیونکہ بہت قیمتی سامان تھا اور تھا بھی بیت المال کی امانت۔ استاد احمد فاروقؒ کے گھر والوں کو پریشان دیکھ کر موسیٰ کی والدہ، جن کو ہم ’آدے‘ (ماں جی) کہتے تھے، نے کہا آپ کیوں پریشان ہیں۔ جو اباً انہوں نے کہا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ماں جی نے کہا نہیں! کوئی بات ہے لیکن تم مجھے نہیں بتا رہی ہو۔ استاد احمد فاروقؒ کے گھر والوں نے کہا کہ ہمارے پاس بیت المال کی امانت تھی اور وہ بیگ سے غائب ہو گئی ہے۔ ان کی بات سنتے ہی ماں جی ایک دم بہت زیادہ پریشان ہو گئیں اور کچھ کہے بغیر خاموشی سے چلی گئیں۔ اس کے بعد استاد احمد فاروقؒ کو بھی کسی دوسری جگہ جانا پڑا اور وہ اہل خانہ سمیت شمالی وزیرستان کی طرف منتقل ہو گئے۔

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ایک دفعہ موسیٰ کے گھر گیا تو ماں جی بھی مجھ سے ملنے آ گئیں اور مجھ سے کہا کہ میں نے چور کو پکڑ لیا ہے جس نے سونا چرایا تھا، اور کہنے لگیں جس دن سے اس واقعے کا مجھے علم ہوا ہے میں صحیح سے سو نہیں سکی۔ استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے کہا کہ چور کون ہے؟ تو کہنے لگی کہ میری یہ بیٹی!۔۔۔ پر دے کے پیچھے اپنی بیٹی کو بھی بلایا

جو کہ بیوہ تھی اور اپنی ماں کے گھر میں ہی رہتی تھی۔ میرے سامنے اس کو برا بھلا کہنے لگی اور مجھ سے کہا کہ میں نے اس سے ایک اینٹ بھی برآمد کی ہے اور ان شاء اللہ باقی بھی میں پورا کروں گی۔ پھر ماں جی نے تھوڑے تھوڑے کر کے پیسے جمع کرنا شروع کیے اور بیت المال کو واپس کرنا شروع کیے۔ ماں جی نے اپنے پاس ایک کاغذ رکھا ہوا تھا جس میں انہوں نے سارا حساب لکھا تھا کہ کتنے پیسے ادا ہو گئے۔ جو بھی ساتھی ان کی طرف جاتا اس کو ماں جی پیسے بھی دیتی اور لکھواتی بھی کہ کتنے ادا ہو گئے۔ میرے پاس بھی وہ کاغذ کئی بار آیا اور ماں جی نے مجھ سے لکھوایا۔

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے بتایا کہ اسی طرح موسیٰ کے پاس ہماری ایک کلاشکوف تھی جو اسے شیخ احسن عزیزؒ نے دی تھی اور اس کو شیخ احسن عزیزؒ بھی بھول گئے تھے اور فاروق بھائی کے علم میں بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس بیت المال کی ایک کلاشکوف ہے۔ ایک دن ماں جی آئیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ موسیٰ کے پاس بیت المال کی ایک کلاشکوف ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ پھر کہا کہ میں ایسا کروں گی کہ جب آپ اگلی بار آئیں گے تو موسیٰ کو بھی بلاؤں گی اور کلاشکوف کا ذکر کروں گی۔ جب میں اگلی بار گیا تو ماں جی نے موسیٰ کو بھی بلالیا، اور اس دوران ماں جی نے اسلحے کا تذکرہ چھیڑا تو میں نے بھی کہہ دیا کہ ماں جی ہم نے بھی بہت سے لوگوں کو اسلحہ دیا ہوا ہے جیسے ایک کلاشن موسیٰ کو دی ہوئی ہے۔ یہ سننا تھا کہ موسیٰ کا رنگ فق ہو گیا۔ ماں جی اس کو اشارہ کر کے کہنے لگیں میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ان کو علم ہے اور تم میری بات نہیں مانتے تھے۔ پھر کچھ دن بعد مجھ سے کہنے لگیں کہ اس سے کلاشکوف لے لو، اس سے کہو کہ ہمیں کلاشکوف دے دے ہم اس کے بدلے تمہیں کچھ اور دے دیں گے۔ پھر اسی طرح ہوا، ہم نے کچھ دن بعد اس سے کلاشکوف بھی لے لی۔

یہ دونوں واقعات سننے کے بعد استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے کہا کہ اس ماں جی کے پاس علم نہیں تھا مگر اس کے ایمان نے اس کو عمل کی توفیق دی تھی۔

باقی صفحہ نمبر 39 پر

کاش کوئی یہ میرے ماں باپ کو پہنچا دے!

ایک مہاجر بیٹی کے تاثرات اپنے ماں باپ کے نام

کی بات مان لیتی تو میرے سے زیادہ آپ کو میری خواہش پوری نہ ہونے کا غم ہوتا تھا اور جیسے بھی ہو پاتا آپ اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

میرے ماں باپ آپ کی شہزادی اب آپ سے بہت دور بیٹھی ہے۔ اور شاید مستقبل قریب میں ایک دوسرے سے ملنے کے مواقع بہت کم ہیں۔ میں نے آج یہ قلم ایک بات کہنے کے لیے اٹھا یا ہے۔ یہ بات بہت عرصے سے سوچ رہی ہوں..... اور وہ یہ کہ میرے والدین اور میرے والدین جیسے دیگر مجاہدات کے والدین!..... آپ نے اس دور میں اور ایسی جنگ میں جس میں بڑے بڑے مرد خوف کھاتے ہیں۔ آپ نے اپنی لاڈلی اور نازک اور قیمتی متاع بیٹیاں اس راہ میں خوشی خوشی اور ہمت اور حوصلے سے دے دیں۔ لوگ تو اپنے بیٹوں کو اس راستے پر جاتا دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی بیٹیاں بھی اس راہ میں دے دیں۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ ایک مجاہد سے شادی کر کے آپ کی بیٹی کی زندگی کیسی ہوگی۔ آپ کو پتہ تھا کہ آپ کی بیٹی کسی بھی وقت بیوہ ہو کر آپ کے در پر آسکتی تھی۔ کسی بھی پل اس کا شوہر گمشدہ ہو سکتا تھا۔ کسی بھی پل اس کے بچے یتیم ہو سکتے تھے۔ اپنی اولاد کے لیے یہ برداشت کرنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔

مجھے پتہ ہے مجھے جنگ زدہ علاقے میں بھیج کر اے میری ماں آپ کے دل کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ مجھے معلوم ہے آپ کو طرح طرح کے خدشات ستاتے ہوں گے۔ پھر میرے بچے ہو جانے کے بعد میرے بچوں کی کتنی فکر رہتی تھی۔ کہیں کسی کو ٹھنڈ لگ جائے۔ نجانے ان کے پاس سردیوں میں گرم رکھنے کو ایندھن اور کپڑے ہوتے ہوں گے کہ نہیں!؟ کہیں کوئی بیمار نہ ہو گیا ہو! نجانے کیسے گھروں میں رہتے ہوں گے!؟ نجانے کھانا ملتا ہو گا کہ نہیں!؟ نجانے پانی کا بندوبست ہوتا ہو گا کہ نہیں!

مگر یقیناً جانیں اللہ نے ہمیں ہمیشہ بہت اچھی حالت میں رکھا ہے! ہمیشہ اچھا کھلایا ہے..... ہمیشہ اچھا پہنایا..... ہمیشہ اچھا ٹھکانہ دیا ہے! اس کے علاوہ جو کچھ مشکلات ہیں وہی تو اس راستے کا حسن ہیں!

مجھے معلوم ہے کہ جب میں آپ سے دور رہتی ہوں تو آپ ایک ایک لمحہ کس طرح انگاروں پر گزارتے ہیں۔ ہر روز کا اخبار کس خوف سے پڑھتے ہیں۔ کہیں بھی ڈرون یا بمباری کی خبر سن لیں تو کیا کچھ سوچتے ہوں گے۔

میرے پیارے ماں بابا کے نام!

السلام علیکم!

کل رات مجھے نیند نہیں آئی۔ نجانے کیوں بار بار آپ لوگوں کا ہی خیال آتا رہا۔ میں رات بھر آپ لوگوں کے بارے میں سوچتی رہی اور بار بار یہی خیال آتا رہا کہ آپ بھی تو یقیناً میرے بارے میں ہی سوچتے ہوں گے اور نجانے کتنی راتیں یوں ہی آنکھوں میں کاٹتے ہوں گے۔

مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگ مجھے کتنا یاد کرتے ہوں گے..... مجھے آپ سے ملے آٹھ سال بھی تو ہو گئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں آپ کی کتنی لاڈلی ہوں۔ اور میرے بغیر آپ کی زندگی کتنی خالی خالی محسوس ہوتی ہوگی۔ جب بھی خاندان میں کوئی بھی خوشی کا موقع ہوتا ہو گا آپ میرے بارے میں سوچتے ہوں گے۔ ہر خوشی میرے بغیر ادھوری محسوس ہوتی ہوگی۔ جب بھی دوسروں کے بچوں اور نواسے نواسیوں کو دیکھتے ہوں گے آپ کی آنکھیں میرے بارے میں سوچ کر غم ہو جاتی ہوں گی۔ آخر میں آپ کا غم کیسے نہیں سمجھ سکتی۔ میں بھی ماں ہوں اور جانتی ہوں کہ والدین کی اپنے بچوں سے محبت کیسی ہوتی ہے!

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرا بچپن آپ کی محبتوں میں کیسے گزرا۔ مجھے آپ کی شفقت کی ایک ایک ادایا یاد ہے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ دونوں نے مجھ پر کتنی محنت کی ہے۔ مجھے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے کیسے تربیت فراہم کی ہے۔ ماں آپ کو یاد ہی ہو گا کہ سکول میں پیپروں میں اگر میری فرسٹ پوزیشن نہ آتی تو میرے سے زیادہ غم آپ کو ہوتا تھا۔ مجھے تب بڑی حیرت ہوتی تھی کہ فرسٹ میں نہیں آئی مگر دکھ ماں کو ہو رہا ہے۔ چہ معنی دارد؟ مگر اب خود ماں بننے کے بعد اس جذبے کا ادراک ہوتا ہے۔ اسی طرح راتوں میں ہمارے کمرے میں ہمارے ساتھ لیٹ کر ہمیں کہانیاں سنانا، دنیا میں رہنے کے گر سکھانا، دین کو مضبوطی سے تھام کر رکھنے کی نصیحتیں کرنا اور بڑے ہو جانے کے باوجود اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا کر ہمارے منہ میں ڈالنا..... میں آخر کیسے بھول سکتی ہوں!؟

اور بابا..... میرے پیارے بابا!..... اللہ گواہ ہے کہ آپ نے ہمیں قیمتی موتیوں کی طرح پالا ہے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی آپ نے ہمیں سختی سے کسی بات پر ڈانٹا بھی ہو۔ مجھے ابھی بھی یاد ہے اگر آپ میری کسی خواہش کو پورا نہ کر پاتے اور میں کسی بھی ضد کے بغیر خاموشی سے آپ

پھر مجھے وہ لمحہ بھی یاد ہے جب آپ نے مجھے افغانستان کے لیے روانہ کیا تھا..... آپ دونوں کی آنکھیں مجھ سے نظریں چراہی تھیں مگر آپ دونوں بہت ہمت اور حوصلے سے میری ہمت بڑھا رہے تھے۔

ہم تاریخ کے اوراق میں بہت سی ایسی مائیں دیکھتے آئے ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں اپنا ایک ایک بیٹا نہیں تمام کے تمام بیٹے دے دیے تھے۔ مگر آج کی تاریخ ایک بہت ہی اچھوتی تاریخ ہے۔ جس میں کتنے ہی ماں باپ نے اپنی ایک ایک بیٹی نہیں، تمام کی تمام بیٹیاں اس راستے میں دے دی ہیں۔ اپنی آئندہ کی نسل کو محفوظ رکھنے کے لئے، اپنی بیٹیوں کا مستقبل بہتر بنانے کے لئے ہتھیلی جان پر رکھنے والے مجاہد کو دے دی ہیں۔ جن کے ساتھ وہ ہر طرح کے حالات کا شکار ہوتی ہیں۔ اللہ آپ سب کو اور آپ جیسے تمام ماں باپ کو ڈھیروں اجر عطا فرمائے۔

اماں بابا! آپ کی تربیت کا شکریہ! ایک ایک لمحے پر حوصلہ بڑھانے اور ایمان کو مضبوط رکھنے کا شکریہ! ہم سے جدائیاں برداشت کرنے اور اس بڑھاپے میں دروازے کو تکتے ہمارے انتظار میں صبر سے دن گزارنے کا شکریہ۔ ہر ہر پل ہمارے لئے دعا گو رہنے کا شکریہ! ہمارا آپ کی خدمت نہ کر سکنے پر خوشی خوشی معاف کر دینے کا شکریہ!

اللہ کی قسم اگر یہ کافر اور ان کے غلام ہمارے راستے کی رکاوٹ نہ ہوتے تو میں آپ کے قدموں میں حاضر ہوتی اور آپ کی خدمت خود اپنے ہاتھوں سے کرتی!

مگر اللہ کا یہ راستہ اور یہ سفر بہت طویل ہے..... اور آپ بھی اس راستے پر مجھے بھیجئے سے پہلے یہ بات جانتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ آپ کی بچی آج آپ سے جدا ہو رہی ہے تو پھر نجانے اس دنیا میں اس سے ملاقات ہو بھی سکے گی کہ نہیں! مگر ہم کبھی بھی مایوس نہیں ہوئے..... یہ ایام اور سال بدلتے نہیں لگتے..... جب بھی اللہ کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آیا۔ یہ جدائیاں اور راہ کی مشکلات لمحوں میں ختم ہو جائیں گی اور ہم ان شاء اللہ اس دنیا میں بھی اس دین کی سرفرازی دیکھیں گے۔

مگر اے میرے والدین! آپ کو یہ بات کہنے کی ضرورت تو نہ ہوگی مگر پھر بھی صرف آپ کا حوصلہ بڑھانے کو یہ باتیں بتا رہی ہوں۔ ابھی ہمارا فرض پورا نہیں ہوا..... افغانستان کی فتح کے بعد ابھی ہمارے بہت سے مسلمان ممالک رہتے ہیں..... ابھی ہمارے اپنے ملک میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں زندانوں میں موجود قیدیوں کے رشتے دار ان کی راہ تک رہے ہیں! قیدی ابھی تک اذیتوں کا شکار ہیں! ان کو ابھی تک مار چڑھا جا رہا ہے..... انڈیا میں ابھی بھی مسلمانوں کو زندہ جلایا جا رہا ہے..... مسلمان بہنوں کی عزتیں ابھی بھی غیر محفوظ ہیں..... کشمیر میں ابھی بھی

ہمارے مسلمان بھائیوں کو کاٹا جا رہا ہے..... ان کو زندانوں میں بھرا جا رہا ہے..... ان کے ناخن اکھڑے جا رہے ہیں..... ان کی کھالیں جلائی جا رہی ہیں!

میرے اماں بابا! فلسطین ابھی بھی ہمیں پکار رہا ہے..... مسجد اقصیٰ ابھی بھی رو رہی ہے..... چینیا پر ابھی بھی روس قابض ہے..... برما میں ابھی بھی خون بہہ رہا ہے..... دریا میں لاشیں پھینکی جا رہی ہیں..... مسلمانوں کے ابھی تک گھر جلائے جا رہے ہیں..... مشرقی ترکستان میں ابھی بھی چینی ظلم جاری ہے..... ان کے گلے ابھی تک کاٹے جا رہے ہیں..... ان کے بچے ان سے ابھی تک چھینے جا رہے ہیں..... ان کا دینی تشخص ابھی تک پامال ہو رہا ہے!

میرے اماں بابا! یمن ابھی بھی تڑپ رہا ہے..... اس کی ناکہ بندی ابھی تک جاری ہے..... وہاں کے مسلمان ابھی بھی بھوک و پیاس سے تڑپ رہے ہیں..... شام کے مسلمان ابھی بھی ثابت قدم ہیں..... سردی کی شدت سے ابھی بھی وہ مر رہے ہیں..... خیمہ بستیاں ابھی بھی قائم ہیں..... بھوک اور پیاس ابھی بھی موجود ہے..... قید میں ابھی بھی مسلمان پڑے ہیں!

میرے اماں بابا! ابھی تک اندلس کی مساجد نوحہ کنناں ہیں..... وہ ابھی بھی کسی طارق بن زیاد کو ہی پکار رہی ہیں!

شاید ابھی سننے والوں کو ہماری بات بہت دور کی کوڑی لگے مگر ہمیں اپنے رب پر یقین ہے کہ ہم نہیں تو ہماری کوئی نسل ان شاء اللہ..... آپ کے شہر میں بھی اسلام کا جھنڈا لہرائے گی..... جیسے افغانستان کے کابل پر کلمے والا جھنڈا لہرا رہا ہے..... اسی طرح اسلام آباد پر اور دہلی پر بھی ایک دن اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا!

اللہ ہمیں آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے، آمین!

والسلام

آپ کی مہاجرہ بیٹی

☆☆☆☆☆

منزل

ڈاکٹر ربیعہ وحید

’ہو جائے گا ان شاء اللہ.....‘، ہمیشہ کی طرح فاطمہ نے مختصر سا جواب دیا۔ وہ کم بولنا پسند کرتی تھی یا شاید اسے لوگوں سے بات کرنی نہ آتی تھی۔

’چلو لیکچر کا ٹائم ہو گیا.....‘۔

دونوں کے سیکشن الگ تھے، فاطمہ اپنی کلاس میں چلی گئی اور فاریہ اپنی۔

’السلام علیکم جویریہ!.....‘، فاطمہ نے خوش دلی سے اپنی کلاس میں آکر سلام کیا۔ ’وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.....‘ فاطمہ یار پانی پلاؤ.....!‘، جویریہ ہمیشہ کی طرح پیاسی بیٹھی تھی۔

’لو جی.....‘، فاطمہ نے اپنی بوتل لا حاضر کی۔ لیکچر شروع ہو گیا۔ جویریہ انہماک سے لیکچر سننے لگی اور فاطمہ بھی۔ مگر پھر اس کی سوچیں اس کو دور لے جانے لگیں.....

ایک بات جو اس نے کہیں پڑھی تھی کہ سیرت کی کتاب سرہانے رکھ کر روز ایک واقعہ پڑھو اور پھر کتاب بند کر کے اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات سمجھنے کی کوشش کرو۔ پھر اپنی زندگی میں کسی سچویشن میں ان جذبات کو اپلائی کرو کہ اگر حضور ﷺ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے، جیسے.....

جب پہلی وحی آئی، اقراء..... پڑھ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پکڑ کر بھینچا..... اقراء! میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر بھینچا!..... اقراء!

جب انسان کو کوئی کام کرنے کو کہا جائے اور اس کو وہ نہ آتا ہو تو وہ یہی کہتا ہے کہ مجھے نہیں آتا، میں نہیں کر سکتا۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور اللہ کسی کی جان پر اس کی استعداد سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ تو پھر میں بھی اپنے نبی ﷺ کی طرح کیوں نہ بنوں۔

فاطمہ خود سے ہم کلام ہوئی۔ مجھ پر بھی جب کوئی سچویشن آئے، کوئی ایسا کام جو مجھے مشکل لگ رہا ہو تو میں بھی ہمت کر کے وہ کڑالوں گی۔ اس نے خود سے عہد کیا۔ کہاں گم ہو؟.....‘۔

لیکچر ختم ہو چکا تھا اور جویریہ فاطمہ کو اس کے حواس میں لارہی تھی۔

’ادھر ہی..... بس کچھ سوچ رہی تھی‘۔ فاطمہ جو سوچ رہی تھی اس کے گوش گزار دیا۔

’ہوں.....‘ صحیح بات ہے۔ اچھا چلو پریکٹیکل کا ٹائم ہو رہا ہے، اوپر چلیں۔‘

وہ چھت پر لیٹی چاند کو دیکھ رہی تھی۔ آدھا چاند۔ جسے کبھی بادل چھپا لیتے اور کبھی وہ سامنے آ جاتا۔ وہ بھی اسی چاند کی مانند تھی۔ ادھ کھلی..... کبھی اس کی زندگی بہار ہوتی اور کبھی خزاں.....

کہتے ہیں زندگی میں دکھ نہ ہوں تو زندگی اپنا لطف کھو دیتی ہے، لیکن جب دکھ ہوں، خزاں ہو، تب زندگی لطف تو نہیں دیتی البتہ بندہ ہو من مطمئن رہتا ہے کہ اس کا رب اس کے حالات سے واقف ہے اور اس کو صبر کرنے کا اجر دے گا۔

’فاطمہ! اٹھو نماز پڑھ لو.....‘

’فاطمہ! اٹھ بھی جاؤ!.....‘، فاطمہ اٹھ کے وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔

نماز پڑھ کے قرآن مجید پڑھ رہی تھی۔ اتنی دیر میں اسکی اماں نے ناشتہ بنا دیا۔ برتن اٹھا کے کچن میں رکھنے کے بعد وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگی۔

’اوہ خدا یا! پانچ منٹ رہ گئے!‘، جلدی جلدی نقاب کیا، عبا یا پہنا اور باہر بھاگی۔

سٹاپ پر تیز تیز پہنچی۔ اتنی دیر میں گاڑی وہاں آگئی تھی۔ گاڑی میں سوار ہوئی اور یہ جاوہ جا۔ فاطمہ ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی دو بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ اس کا شمار ایسی لڑکیوں میں ہوتا تھا جو کرنا بہت کچھ چاہتی تھیں لیکن کر نہیں پاتی تھیں۔ جن کا نفس ان کو زیادہ دیر نیکی پر جمنے نہیں دیتا تھا اور استقامت سے کسی بات پر ڈٹے نہیں دیتا۔

پتہ نہیں لوگ کیسے اتنے بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں..... وہ اکثر سوچتی۔ کاش میں شہید ہو جاؤں۔ کاش مجھے کوئی مجاہد مل جائے۔ کاش میں تاریخ کی کتابوں میں زندہ رہوں۔ غرض کتنے ہی کاش تھے، کتنے ہی ارمان تھے جو اس نے پال رکھے تھے لیکن جو دعاؤں سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔

’السلام علیکم! کیسی ہو فاریہ!‘۔

’میں ٹھیک ہوں الحمد للہ..... تم کیسی ہو؟ پتہ ہے فاطمہ کل ہمارے یہاں مہمان آئے تھے اور میں تو بس کام ہی کرتی رہی سارا وقت..... آنا گوندھا..... برتن دھوئے..... چاول پکائے..... صفائی کی..... کتاب کھول کے بھی نہیں دیکھ سکی۔ اب ٹینشن ہو رہی ہے ٹیسٹ کی۔ پتہ نہیں کیسے cover ہو گا سلیبس.....‘۔

یوں ہی سارا دن پڑھائی اور سوچوں میں گزار کر فاطمہ گھر لوٹی۔ تھکی ہاری۔ آکر ظہر کی نماز پڑھی، کھانا کھایا اور تھوڑا آرام کرنے لیٹ گئی۔ اٹھ کر عصر پڑھی اور پچن میں آکر برتن دھونے لگی۔ ساتھ اپنی ماں کو دن بھر کی روداد سنانے لگی۔ 'اماں فاریہ کہتی ہے اس نے ٹیسٹ کے لیے کچھ پڑھائی نہیں، بس کام کرتی رہی مہمانوں کے لیے۔ پھر وہ پاس کیسے ہو جاتی ہے؟' وہ بس فکر زیادہ کرتی ہے..... اور ہو سکتا ہے اللہ اس کو مہمان نوازی کا اجر اسے پاس کر دے دیتا ہو۔

’کیا آغا گوندھنے والا ہے؟‘

’نہیں وہ علیزہ نے گوندھ دیا تھا۔‘

اس کی دونوں بہنیں علیزہ اور فائقہ اس سے چھوٹی تھیں۔ علیزہ ایم بی بی ایس کے پہلے سال میں تھی اور فائقہ گیارہویں جماعت میں پڑھتی تھی۔

’آج ہماری ایک میم جو موٹی سی ہیں..... میم تنزیلہ..... کرسی سے گر گئیں! ان کا کوئی صفحہ ٹیبل سے نیچے گر گیا تھا، اس کو اٹھاتے اٹھاتے بیچاری کی چیز کے نائز پھسل گئے اور وہ گر گئیں۔ سب سٹوڈنٹس مشکل سے ہنسی دبائے بیٹھے تھے۔ بس راحیلہ اٹھ کے بھاگی انہیں اٹھانے.....‘

’اچھا!.....! چیخ چیخ بیچاری!..... زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟‘

’نہیں..... کہہ رہی تھیں بچت ہو گئی، فاطمہ نے ہشتے ہوئے کہا۔‘

برتن دھو کر وہ ٹی وی لاؤنج میں جا بیٹھی جہاں اس کی دونوں بہنیں ٹی وی چلا کر بیٹھی تھیں۔

’کیا ہو رہا ہے بھئی۔ تم دونوں کب سے ادھر بیٹھی ہو، دیکھو! بھائی بھی آگیا..... چلو اٹھو شاباش..... روٹی پکاؤ، میں ابھی سارے برتن دھو کر آئی ہوں، فاطمہ نے بڑی بہنوں کے مخصوص انداز میں حکم جاری کیا۔ علیزہ تابعداری جبکہ فائقہ ذرا سامنے بناتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔‘

فاطمہ کے ابو قطر میں ہوتے تھے۔ وہاں ان کا ریلیٹورنٹ تھا۔ عدیل بھائی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے جہاں ان کا میکینیکل انجینئرنگ کا آخری سمسٹر چل رہا تھا۔ فاطمہ سائیکالوجی پڑھ رہی تھی، اس کا دوسرا سمسٹر تھا۔

☆☆☆☆☆

رات کا آخری پہر تھا۔ عدیل اللہ کے آگے کھڑا گریہ وزاری کر رہا تھا..... چپکے چپکے رو رہا تھا..... دل ہی دل میں اللہ سے فریاد کر رہا تھا۔ ساتھ میں سورۃ رحمن کی تلاوت کر رہا تھا..... آہستہ آہستہ کہہیں کسی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ نہایت احترام اور محبت سے دو نفل پڑھ کر وہ

اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھ گیا، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ سجدے میں گر پڑا اور ماتھا زمین پر رگڑتے ہوئے اللہ سے فریاد کرنے لگا۔

’اے میرے مالک! میرے رب! میرے پاک پروردگار!.....‘

’میرے رحیم رب! میرے کریم رب!.....‘

’میرے اللہ! میں بہت گناہگار ہوں! مجھے معاف کر دے مالک!.....‘

’تو غفور و رحیم ہے..... مالک تجھے تو معاف کرنا پسند ہے..... تو تو توبہ کرنے والے کو پسند کرتا ہے..... مالک! مجھ خطا کار کو بھی معاف کر دے!..... مالک! میں نہیں اٹھوں گا جب تک تو مجھے معاف نہیں کر دیتا!.....‘

’یونہی تیرے سامنے پڑا رہوں گا، روتار ہوں گا جب تک تو معاف نہیں کر دیتا مالک!.....‘

کتنی ہی دیر گریہ وزاری کرنے کے بعد اس کو کچھ سکون ملا اور اس نے سر اٹھایا۔ ایک بار پھر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنے لگا۔

’مالک! مجھ سے اپنے دین کا کام لے لے.....! مجھ حقیر اور ذلیل کو اپنے دین کی خدمت کرنے کا موقع دے دے..... مالک! میری بہنوں کی عزتوں کی حفاظت فرماتا.....! اس کے ساتھ ہی وہ بچکیوں سے رونے لگا۔‘

’میری بہنیں!..... ان کی عزتیں مالک!.....!!‘

’مالک میری شامی بہنیں..... میری فلسطینی بہنیں! جو یہودیوں کے تسلط میں رہ رہی ہیں..... مالک ان کی عزتوں کی حفاظت فرما.....!، آنسو اس کے گال بھگوتے ہوئے ڈاڑھی میں گم ہونے لگے۔‘

’..... میرے مجاہد بھائی مالک!.....‘

’..... مجھے شہادت کی موت عطا کر دے مولا!.....‘

کتنی دیر وہ روتا رہا..... پھر تھک گیا اور جائے نماز پر ہی لیٹ گیا..... دائیں کروٹ کے بل، آنکھیں بند کر کے..... تھوڑی دیر لیٹا ہو گا کہ فجر کی اذان سنائی دینے لگی۔ وہ اٹھا..... وضو کیا، بہنوں اور ماں کو نماز کے لیے آواز دی اور مسجد کی طرف چل پڑا۔ فاطمہ اور حلیمہ بھی اٹھ گئیں۔ مگر فائقہ اور علیزہ اوں آں کر کے پھر سو گئیں۔

عدیل نماز کے بعد مسجد ہی میں تلاوت قرآن میں مشغول ہو گیا۔ پھر جب واپس آیا تو موبائل پر بھائی جان کا میسج آیا ہوا تھا۔ ملنے کو کہا تھا۔ عدیل نے جواب میں مختصر سا ’اوکے‘ لکھا اور فون

بیڈ پر اچھال کر کچن میں ناشتہ بنانے چلا گیا۔ یہ اس کا معمول تھا کہ ناشتہ وہ بناتا تھا۔ تیار کر کے ماں کے آگے رکھتا اور فاطمہ، فائقہ اور علیزہ کو آواز دیتا۔ جب فاطمہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو کر باہر آئی حلیمہ تسبیح کر رہی تھیں۔ فاطمہ جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگی۔

’فاطمہ ہزار بار کہا ہے کہ بندہ جلدی تیار ہو جاتا ہے..... پھر یہ بھاگ دوڑ نہیں کرنی پڑتی.....‘

’کوئی بات نہیں! بھائی ہے ناں..... یہ چھوڑ آئے گا، فاطمہ نے مسکرا کر بھائی کو دیکھا۔

’ہاں اور میں تو آپ کا غلام ہوں نا۔ مجھے اور کون سا کوئی کام ہے؟‘ عدیل مصنوعی خفگی سے بولا تو فاطمہ ہنس دی۔ اسے اپنے بھائی سے بہت محبت تھی۔ ’اچھا امی اللہ حافظ۔ اللہ حافظ بھائی، فاطمہ نقاب چڑھاتی باہر بھاگی۔ ’السلام علیکم‘، عدیل نے جواب دیا۔

’امی! انہوں نے کالج نہیں جانا۔ سوئی ہیں مزے سے.....‘

’کب سے اٹھا رہی ہوں بیٹا۔ اٹھ ہی نہیں رہیں۔‘

عدیل نے دونوں کو آواز دی تو وہ فوراً اٹھ گئیں۔ بھائی کا کہا نہیں ٹالتی تھیں۔

دونوں تیار ہو کر ناشتہ کرنے لگیں۔ اتنے میں ان کی گاڑی آگئی اور وہ بھی بیگ اٹھا کے باہر بھاگیں۔ عدیل بھی یونیورسٹی جانے کی تیاری کرنے لگا۔

’اناں کچھ لانے والا تو نہیں؟‘

’ہاں یہ پرچی پر لکھ دیا ہے میں نے،‘

’السلام علیکم امی جان،‘ عدیل نے حلیمہ کی پیشانی چومی، گاڑی سٹارٹ کی اور چلا گیا۔ حلیمہ نے دعاؤں کے ساتھ اپنے سپوت کو رخصت کیا۔

☆☆☆☆☆

عدیل کی کلاس شروع ہونے میں ابھی وقت تھا تو وہ قریبی کیفے میں بھائی جان سے ملنے چلا آیا جو اس کے منتظر تھے۔

’السلام علیکم بھائی.....‘

’و علیکم السلام ورحمۃ اللہ عدیل! کیسے ہو بھائی؟‘

’ٹھیک..... الحمد للہ۔‘

’عدیل کام آگیا ہے۔ یہ رسالے تقسیم کر دینا اور سناؤ اپنے حلقے میں کام کیسا چل رہا ہے؟ وہ لڑکا کاشف ذرا ٹیڑھا ہے اس کی طرف سے خبر دار رہنا اور ابھی صرف توحید اور آخرت کا سبق پکا کرنا ہے..... یاد ہے ناں.....؟ کسی بحث میں مت الجھنا.....‘

’جی بھائی سمجھ گیا۔ میرا مضمون بھی چھاپا ہے؟‘، عدیل رسالے کھول کر دیکھ رہا تھا۔

’جی بالکل اتنے فصیح لکھاری کا مضمون ہم ردی کی ٹوکری کو تھوڑا ہی کھلاتے ہیں.....‘، بھائی جان مسکرا کر بولے۔ مسکرانے سے اس کے چہرے کا نور اور دکھنے لگا۔

’میں کہاں لکھاری ہوں بھائی۔ یہ تو بس اللہ کا کرم ہے اس نے لکھنے کی توفیق اور آپ جیسے ایمان کے ساتھی عطا کیے ورنہ میں کہاں کا فقیر.....‘

’بس اللہ ہم سے ہمارا عمل قبول کر لے اور ہمارا نام شہداء میں لکھ لے عدیل، اور کوئی حاجت نہیں.....‘، بھائی جان سنجیدگی سے بولے۔

’جی بھائی بالکل۔ اچھا بھائی کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے۔‘ عدیل گھڑی دیکھتے ہوئے اٹھا۔ بھائی جان بھی اٹھے، ہاتھ آگے بڑھایا۔

’ٹھیک ہے دوست! اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔ ایمان میں اضافہ، دین میں ثبات اور جنت میں ہمیں پڑوسی بنائے.....‘

’آمین بھائی.....!‘

☆☆☆☆☆

علیزہ اپنے امتحان کی تیاری کر رہی تھی۔ ساتھ میں موبائل بھی رکھا تھا اور وقفے وقفے سے اسے بھی دیکھ رہی تھی۔ اس کی سٹیج تھی جس کی تیاری میں وہ مصروف تھی اور ساتھ میں فرح کے ساتھ chat بھی چل رہی تھی۔

’علیزہ! پڑھتے وقت اس فون کو بند کر دیا کرو، ایسے انسان کا دھیان نہیں رہتا پڑھائی پر، اناں نے دوسری بار علیزہ کو ٹوکا۔

’امی! میرا دھیان پڑھائی کی طرف ہی ہے۔ میں فون کے بغیر نہیں پڑھ سکتی۔‘

فاطمہ نے امی کی طرف دیکھا کہ اسے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چھوڑ دیں اس کے حال پر۔ حلیمہ خاموش ہو گئیں۔ فاطمہ رات کے کھانے کے لیے برتن لگانے لگی۔

’یہ عدیل کہاں رہ گیا۔ مغرب کی نماز پڑھنے گیا تھا، عشاء کا وقت ہو گیا ہے۔‘

’بھائی رسالے تقسیم کرنے گئے ہیں.....‘ فائقہ جو رسالہ آنکھوں سے لگائے پڑھ رہی تھی نے پڑھتے پڑھتے جواب دیا۔

’اٹاں!‘ فاطمہ نے پریشان نظروں سے حلیمہ کی طرف دیکھا۔

’بیٹی اسے معلوم ہے اپنی حفاظت کیسے کرنی ہے۔ پھر اللہ مددگار ہے فاطمہ.....! جب تک وقت نہیں آجاتا وہ اللہ کی امان میں رہے گا اور جب وقت آگیا تو پھر وہ کسی تہہ خانے میں بھی محفوظ ہو، اسے امتحان سے کوئی نہیں بچاپائے گا.....‘

’اٹاں آپ اتنے اطمینان سے یہ کیسے کہہ سکتی ہیں، آپ کو خوف نہیں آتا؟!‘

’فاطمہ بچے! مجھے اللہ پر بھروسہ ہے! وہی مددگار ہے اور وہی قادر اور رقیب ہے۔ عدیل میرے پاس اللہ کی امانت ہے۔ میں نے اس راہ پر اسے جانتے بوجھتے اللہ کے سپرد کیا ہے۔ تم اپنے دل کو مطمئن رکھو!‘

’السلام علیکم! کیا بنایا ہے فاطمہ؟ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے!‘ عدیل گھر میں داخل ہوتے ہی بولا۔

’دال چاول! آپ کے پسندیدہ.....‘ فاطمہ نے جلدی سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

’ہم.....! مجھے تو ایک میل سے ہی خوشبو آرہی تھی۔ میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔‘

☆☆☆☆☆

’فاطمہ یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ اکیلی اس وقت؟ کیا ہوا ہے ادھر دیکھو..... تم رورہی ہو؟‘ عدیل فاطمہ کو ڈھونڈتے ہوئے چھت پر آگیا، جہاں وہ چاند کو دیکھتے ہوئے رورہی تھی۔

’کچھ نہیں عدیل بھائی۔ آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آپ کیسے کر لیتے ہیں یہ سب۔ آپ کو ڈر نہیں لگتا؟ میرے تو دل میں سوچ کے ہی ہول اٹھنے لگتے ہیں۔ آج پھر آپ رسالے تقسیم کرنے گئے تھے..... مت کریں بھائی..... پلیز چھوڑ دیں یہ کام!..... میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی!‘ ساتھ ہی فاطمہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

’ارے پاگل لڑکی! ادھر آؤ!‘ عدیل فاطمہ کو چپ کرانے لگا۔

’فاطمہ یہ راستہ ہی تو میری زندگی ہے۔ اس راستے پر چلنا ہی تو مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ میں تم لوگوں کی وجہ سے محاذ پر نہیں جاسکتا تو یہی میرا محاذ ہے۔ یہی میری زندگی ہے فاطمہ۔ مرنا تو سب کو ہے ایک دن۔ تو کیوں نہ ایسے رستے پر چلتے ہوئے جان دیں جو جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ جو میرے نبی ﷺ اور صحابہ کا محبوب راستہ ہے۔ مجھے اپنے مجاہد بھائیوں کی مدد کرنی ہے جو محاذ پر دشمن سے برسریکا رہیں۔‘

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

تم میرے لیے بس دعا کیا کرو فاطمہ، پریشان نہ ہو اکرو۔ اللہ وارث ہے۔ جب میرا وقت آئے گا نائب ہی آئے گا..... اس سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا مجھے.....‘

’اٹاں بھی اتنی مطمئن ہیں عدیل بھائی۔ لیکن مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں کیسے زندہ رہ پاؤں گی آپ کے بغیر.....‘

’میری پیاری بہن، تمہیں تو فخر ہونا چاہیے..... بہنیں تو اپنے بھائیوں کا سہارا ہوتی ہیں۔ تمہیں اٹاں کو ہمت، حوصلہ دینا چاہیے، اٹاں تمہیں ہمت دیتی ہیں۔ چلو شاباش چپ کرو..... بس میرے لیے دعا کیا کرو کہ اللہ مجھے قبول کر لے اپنے راستے میں۔‘

’آمین.....‘

ساتھ ہی چاند نے بھی مسکرا کر اس بندہ مومن کی دعا پر آمین کہا۔

☆☆☆☆☆

زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ فاطمہ کا رشتہ ڈاکٹر ذیشان کے ساتھ طے پا گیا۔ ابھی اس کی منگنی کو دو ہی دن ہوئے تھے۔ وہ مطمئن تھی، ڈاکٹر ذیشان اسی کی طرح شریف النفس اور عاجز مزاج آدمی تھا۔ حلیمہ بھی مطمئن تھیں۔

عدیل آج کل کچھ پریشان رہنے لگا تھا۔ ان کے دوست ’بھائی جان‘ کو خفیہ ایجنسی والے اٹھا کے لے گئے تھے اور اس کا کچھ اتنا پتا نہ تھا۔ اس کے گھر والے بھی سخت پریشان تھے۔

حالات دیکھتے ہوئے عدیل نے گھر میں موجود رسالے اور باقی لٹریچر یا تقسیم کر دیا تھا یا جلادیا تھا۔ اپنے حلقے کے درس بھی ختم کر دیے تھے۔ زیادہ وقت گھر پر ہی رہتا۔ بس یونیورسٹی سے گھر اور گھر سے یونیورسٹی۔ اپنے سنور پر بھی کم ہی جاتا۔ اسے اس کا دوست ارسلان چلا رہا تھا۔ عدیل کی یہ حالت دیکھ کر اٹاں کی دعاؤں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ فاطمہ بھی ہمہ وقت فکر مند رہتی تھی، اس کی پڑھائی ختم ہو گئی تھی اور اب وہ گھر پر ہی ہوتی تھی۔ فائقہ نے انٹری ٹیسٹ میں مطلوبہ نمبر حاصل نہ کر پانے کے بعد سائیکالوجی کا مضمون رکھ لیا تھا اور اب وہ اپنی پڑھائی کو زیادہ توجہ دیا کرتی تھی۔ ہاں سب سے چھپ کے اس نے کچھ رسالے چھپا لیے تھے۔

اور آخر دو مئی کی رات بھی آگئی۔ حلیمہ کا صبح سے بلڈ پریشر بڑھا ہوا تھا۔ وہ بس تسبیح پڑھے جا رہی تھیں۔ فاطمہ بھی بے چین تھی۔ کبھی ایک کمرے اور کبھی دوسرے کمرے میں جاتی۔ عدیل نماز پڑھنے جاتا اور جب تک واپس نہ آجاتا وہ بے چینی سے ٹہکتی رہتی۔ فائقہ کالج سے

واپس آگئی تھی۔ عزیزہ بھی اپنے کمرے سے باہر آگئی تھی۔ عدیل اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہے تھے۔ ایک ایک کر کے سب سونے چلے گئے۔ رات کے دو بجے نیل کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سے سب کی آنکھ کھل گئی۔ ساتھ ہی دروازہ بھی دھڑ دھڑ پیٹا جانے لگا۔ عدیل فوراً سے اٹھ کر باہر لپکا۔ پیچھے سے حلیمہ کی آواز آئی۔

’یا اللہ خیر! یا اللہ! میرے بچے کی حفاظت فرمنا.....‘

’کون ہو بھائی؟! دروازہ توڑنا ہے کیا؟!‘، دروازہ مسلسل پیٹا جا رہا تھا۔ عدیل نے دروازہ کھولا اور دس بارہ مسلح افراد گھر میں داخل ہو گئے۔

’ارے!! یہ کیا کر رہے ہو! کون لوگ ہو تم!!‘،

’انہاں یہ کیا ہو رہا ہے!!‘،

’عدیل بھائی یہ کون لوگ ہیں؟!!‘،

’یہ کیا بد تمیزی ہے! کیسے میرے گھر میں گھسے چلے آ رہے ہو؟!!‘،

ایک شخص نے عدیل کی آنکھوں کے آگے اپنا کارڈ لہرایا اور بولا، ’ہم اینٹی ٹیررزم سکواڈ ہیں..... تمہارے متعلق ہمیں کچھ خدشات ہیں جن کا دور کرنا ضروری ہے۔ ابھی میری ٹیم تمہارے گھر کی تلاشی لے گی اور پھر تمہیں واپس تمہارے گھر چھوڑ دیں گے..... سمجھنا!‘۔

تینوں لڑکیاں اور حلیمہ اپنی چادریں اوڑھے عدیل کے ساتھ سہمی کھڑی تھیں۔

’آپ ہمارے بھائی کو کہیں نہیں لے کر جائیں گے! جو پوچھنا ہے یہیں پوچھیں۔ میرا بھائی دہشت گرد نہیں ہے!‘، فاطمہ ہمت کر کے آگے بڑھی۔

’کیا خدشات ہیں میرے بچے کے متعلق؟‘۔

’ہم بھائی کو نہیں لے جانے دیں گے آپ کو!‘، فائقہ گرجی۔

’دیکھو بچے..... انہاں جی! تھوڑی سی دیر کی بات ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم خود عدیل کو ڈراپ کر جائیں گے جیسے لے کر جا رہے ہیں۔ بس کچھ خدشات ہیں جن کے بارے میں آپ کو نہیں بتا سکتے۔ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور ہم آپ کو تنگ نہیں کریں گے‘۔

اتنی دیر میں جو آدمی اندر تلاشی لینے گھسے تھے وہ باہر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں کچھ رسالے، کاغذات اور عدیل بھائی کا لیپ ٹاپ اور فون تھا۔ ’چلو آ جاؤ عدیل بیٹا ہمارے ساتھ..... ٹھیک ہے

آئی جی...! آپ کا بیٹا ہمارے پاس امانت ہے میں اسے خود واپس چھوڑ جاؤں گا۔ بس ایک دو گھنٹوں کی بات ہے۔ ٹھیک ہے بچو! آپ نے پریشان نہیں ہونا! گڈ بائے!‘۔

ایک فرد عدیل کا بازو پکڑ کر باہر لے جانے لگا۔ باہر دو دو گیوڈا لے کھڑے تھے۔ سیاہ رنگ کے، سیاہ شیشوں والے۔ عدیل کو اندر بٹھایا اور ایک دم سے گاڑیاں بھگا کر لے گئے جیسے وہ کبھی آئے ہی نہ ہوں۔ سیاہ رات کی تاریکی میں حلیمہ کے چاند کو وہ ظالم اٹھا کر لے گئے۔ ایک دو گھنٹوں کے لیے، جو کہ چھ ماہ میں بدل گئے تھے اور ابھی تک عدیل کی کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں ہے..... اور کس حال میں ہے۔

☆☆☆☆☆

محمدؐ ہے تو سب کچھ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)!

”آج مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں روحِ صدیقؐ پیدا کرو۔ آج محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ آج محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر کینے اور ذلیل قسم کے انسان حملہ آور ہیں۔ یاد رکھو! محمدؐ ہے تو قرآن ہے۔ محمدؐ ہے تو دین ہے۔ محمدؐ نہیں تو کچھ نہیں، صلی اللہ علیہ وسلم! ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کرنے والی کسی تحریر کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم یقیناً ہر اس اخبار کو جلانیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرے گا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پر دشمن، ہمارا بدترین دشمن ہے۔ میری گردن تو آج بھی تحفظ ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر پھانسی لگنے کو تڑپتی ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوں کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کی حفاظت کرو تو میں تمہارے کتے بھی پالنے کو تیار ہوں اور اگر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی تو بھر میں تمہارا باغی ہوں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہوں۔“

(امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ)



افغانستان: امارت اسلامی نے ملک میں سیاسی جماعتوں پر پابندی لگادی

امارت اسلامیہ افغانستان کے وزیر انصاف مولوی عبدالحکیم شرعی نے کابل میں اپنی وزارت کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں مکمل طور پر روک دی گئی ہیں۔

وزیر انصاف نے کہا کہ اس وقت تمام قوانین اسلامی شریعت کی روشنی میں مرتب کیے ہیں، شریعت میں سیاسی جماعتوں کی کوئی گنجائش اور حیثیت نہیں ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ملک کی موجودہ تباہی سیاسی جماعتوں کی وجہ سے ہے، سیاسی جماعتیں ملک کے مفاد میں نہیں ہیں، نہ ہی عوام ان کی تعریف کرتے ہیں۔

اگرچہ یہ اعلان رسمی طور پر امارت کے قیام کو دو سال بعد کیا گیا ہے لیکن دو سال سے ملک بھر میں عملاً اسی پالیسی کا نفاذ رہا ہے۔ طالبان حکومت کے قیام کے ساتھ ہی اکثر سیاسی رہنما جو دو دہائیوں سے امریکی کھپتی حکومت کا حصہ رہے اور اس عرصہ میں مسلمان عوام و مجاہدین پر ڈھائے جانے والے مظالم میں شریک اور نظام شریعت کی راہ میں رکاوٹ بنے رہے، ان سب کے اختیارات کو محدود کیا گیا۔

طالبان حکومت نے اپنے قیام کے ساتھ ہی عفو عام (یعنی عام معافی) کے اعلان کے ساتھ ان ظالم رہنماؤں کو بھی معافی دی، لیکن اب ان کی حیثیت ایک عام افغان شہری سے زیادہ کچھ بھی نہیں رہی۔

وزیر انصاف کے بیان کی روشنی میں دیکھا جائے تو حقیقتاً شریعت میں اس طرح کی سیاسی جماعتوں اور سیاست کی

کرنا چاہیے اور کفر کے غلام ان سیاست دانوں اور فوج کے خلاف دعوت و جہاد کے میدان میں نکل آنا چاہیے۔

یہی راستہ امت مسلمہ کے عروج، مسلمانوں کی عزت اور اسلامی سرزمینوں کی بازیابی سمیت غزوہ ہند اور بیت المقدس کی فتح کا راستہ ہے۔ ان شاء اللہ!

بھارت: ایودھیا میں شہید کی جانے والی بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر کے افتتاح کی تاریخ کا اعلان

بھارتی ریاست اتر پردیش میں ایودھیا کے مقام پر شہید کی جانے والی بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر کے افتتاح کی تاریخ کا اعلان کیا گیا ہے۔

اعلان کے مطابق مندر کا افتتاح ۱۴ سے ۲۰ جنوری ۲۰۲۳ء کے درمیان کیا جائے گا جس میں وزیر اعظم مودی خصوصی شرکت کرے گا۔

اسی موقع پر بھارتی وزیر داخلہ امت شاہ نے کہا ہے کہ وزیر اعظم مودی رام مندر کا خواب پورا کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ بابری مسجد کو ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہندو انتہا پسندوں نے حکومتی سرپرستی میں شہید کیا تھا اور اس جگہ پر رام مندر بنانے کا اعلان کیا تھا۔

موجودہ وزیر اعظم مودی نے اپنے دور حکومت میں اس مندر کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کی تعمیر میں براہ راست ہدایات دیتا رہا ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 35 پر)

دوڑ میں ملک و عوام کے وسائل ہڑپ کر جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ تو کفار کے بنائے گئے جمہوری نظام کو کھڑا کرنے اور مسلمان عوام کو حقیقی جدوجہد سے ہٹا کر چند مصنوعی نعروں اور ایوانوں تک پہنچنے کی رسائشی میں الجھانے کے لیے ان سیاسی جماعتوں کی ضرورت پڑتی ہے، جبکہ شریعت میں اس کی کوئی ضرورت ہے نہ ہی گنجائش!

یہ سیاسی جماعتیں اور ان کے رہنما ملک و قوم کے مفاد کے بجائے اپنے مفاد کی خاطر کافر امریکہ کی غلامی جیسے ہر عمل کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اور یہ جماعتیں کافر کے بنائے جمہوری نظام کی بقا اور سلامتی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

افغانستان کے ہمسایہ ملک پاکستان میں بھی اسی جمہوری نظام کی رسائشی کا کھیل سات آٹھ دہائیوں سے جاری ہے۔ عوام کو حقوق دلانے اور ملکی ترقی کے نعروں کی آڑ میں ملک و قوم کا اربوں روپیہ انہی سیاست دانوں نے ہڑپ کیا اور آج بھی کر رہے ہیں۔ یہ سیاست دان کروڑوں اربوں کے کاروبار کے مالک ہیں جبکہ عوام کا حال یہ ہے کہ دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔

ان سیاست دانوں کی بدعنوانی اور بدکرداری بھی کسی سے مخفی نہیں۔ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک میں تاحال شریعت کی راہ میں رکاوٹ یہی سیاست دان اور پاکستان کی فوج ہے جو کافروں کے عطا کردہ اس نظام جمہوریت کی محافظ ہے۔

اگر مملکتِ خداداد پاکستان کے اسلام پسند عوام حقیقت میں ایک اسلامی فلاحی نظام کی خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پڑوسی ملک افغانستان کی حکمت عملی اور جدوجہد سے سبق حاصل

"جمہوریت بہترین انتقام"

(حادثہ تیز رفتاری کے باعث پیش آیا، حکومتی بیان)

کبھی ہوتی نہیں یکجا مسلمانی و زناری
اگر دیکھو کہیں یکجا وہ ہے ایمان کی بیماری
شکور و اعظم و ایشاء مولانا سمیع الحق
نہ راس آئی کسی کو ان کی مذہب سے وفاداری
رہ جمہوریت پر چل کے اسلامی تمنائیں
کچل دیتی ہے جمہوروں کی تندی تیز رفتاری
ازل سے ہی یہی طینت ہے جمہوری سیاست کی
بہی خواہی ہو غیروں کی مسلمانوں سے غداری
نگار و نقش عارض پر دروں ظلمت کا شہ پارہ
یہی معراجِ افرنگی کی ہے آسان رہ داری
بدی کے سب اصولوں پر سر تسلیم خم کر کے
ملی نہ خیر کو ہرگز جہاں گیری جہاں داری
جتائیں دین سے اُلفت کریں تقلیدِ مغرب کی
یہی تخریبِ مذہب ہے یہی ملت کی مسماری
لہو پی کر مسلمان کا مسلمانوں پہ غرائے
مسلمانوں پہ لازم اس نظامِ بد سے بے زاری
نہیں ایوانِ امت کے کسی بھی درد کا درماں
اگر میدان میں جانے سے مومن ہو گیا عاری
(وسیم حجازی)

سفر کٹا چاہتا ہے

اور منزل دو گام رہی۔۔۔



عظیم مقصد کی خاطر اٹھنے والوں کو اپنے مقصد کی خاطر قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔ انقلاب کا نعرہ لگانے والی جماعتوں کے گلوں میں ہار نہیں ڈالے جاتے بلکہ پھانسی کے پھندے اور قتل کرنے کے نئے انداز انہی دیوانوں کے لیے ایجاد کیے جاتے ہیں۔ تپتے صحرا میں نخلستان بنانے کی تمنا میں اگر کچھ کانٹے چبھ بھی جائیں تو کوئی غم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہمارے خون اور آنسوؤں میں تیر کراؤمت کی کشتی منزل پر پہنچ جائے تو ہم ہارے نہیں۔ اگر اقوام متحدہ کی لکیروں میں تقسیم امت کو کلمہ کی لڑی میں پرونے کے لیے ہمیں لاشوں کے پل بنانے پڑیں تو قدموں میں لغزش پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ اگر امت کے ٹھٹھرتے جسم کو حرارت دینے کے لیے ہمارے جسم جلائے جائیں تو یہ ابدی سکون کی ضمانت ہوگی۔ یہ سب رائیگاں نہیں جائے گا، ان شاء اللہ۔ پھر ان قربانیوں کی بدولت ایک وقت وہ آئے گا کہ حق کی فتح ہوگی اور باطل مٹ جائے گا تو پھر لوگ فوج در فوج اس نظریے کو قبول کریں گے جس کے لیے یہ جماعت اٹھی تھی اور خون کے دریا عبور کیے تھے۔

حضرت الامیر مولانا عاصم عمر سنہلی شہید رحمہ اللہ